امتیازِ حق وباطل
مُصنّف
عبدُ المالِک مِصباحی
ایم۔ اے۔ میسُور
مکتبہ نعیمیہ دہلی

وَتفترق اُمّتی علیٰ ثلٰث وسبعین مِلّۃ کلّھم فی النّار الاّ واحدۃ (الحدیث)

اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی سوائے ایک ملت کے سب دوزخی ہیں

امتیازِ حق و باطل

چند اسلامی فرقوں کے نظریات کا اجمالی جائزہ

جو کیا کرتے ہیں اظہارِ حقیقت سے گریز
ان سے شرمندہ تو افکارِ قلم ہوتا ہے

عبدُالمالک مصباحی ایم اے میسور

مکتبہ نعیمیہ
۴۲۳ رمٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶

نام کتاب ——— امتیاز حق و باطل

کاوش ——— عبدالمالک مصباحی۔ ایم، اے، میسور

اشاعت ——— جون ۲۰۰۲ء

بتعاون ——— جناب حاجی محمد صدیق ابن جناب علاء الدین صاحب چھان والے کمہاری ناگور

صفحات ——— دو سو چوبیس ۲۲۴

تعداد ——— گیارہ سو

کتابت ——— محمد شفیق فیضی

تقسیم کار

مکتبہ نعیمیہ، دہلی ۶

ملنے کے پتے

۱ ——— دار العلوم غریب نواز، سبھاش پورہ، بیکانیر

۲ ——— مدینہ کتاب گھر، کوٹ گیٹ کے اندر، دو پیر روڈ، بیکانیر

۳ ——— نوری کتاب گھر، پی، بی روڈ، ہبلی، کرناٹک

۴ ——— فیضی کتاب گھر، مہسول چوک سیتامڑھی بہار

۵ ——— رضوی کتاب گھر، ۴۲۳ مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶

۶ ——— رضا بک ڈپو، پریہار ضلع سیتامڑھی بہار

۷ ——— فاروقیہ بک ڈپو، ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶

انتساب

ان سادہ لوح، حق شناس اور حقیقت پسند انسانوں کے نام!

جو ——— اپنے دین و ایمان کی حفاظت اولین فریضہ سمجھتے ہیں

جو ——— عصبیت اور تنگ نظری کے دائرہ سے نکل کر حقائق کی جستجو میں لگے رہتے ہیں

جو ——— اندھی تقلید کے بجائے حقیقت کا سراغ لگانا چاہتے ہیں۔

جو ——— اسلام کے شیدائی اور مذہب کے فدائی ہیں۔

جو ——— حیاتِ فانی کے ساتھ ساتھ حیاتِ اخروی میں بھی سرخروئی حاصل کرنا چاہتے ہیں

جو ——— حق واضح ہونے کے بعد سر تسلیم خم کر دیا کرتے ہیں۔

ان جواں بخت، فیروز مند، عقابی خصلت اور شاہین صفت افراد کے نام!

جو ——— حق کے مقابل باطل کی کلائی مروڑنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

جو ——— میدانِ عمل میں اتر کر حق کی نصرت و حمایت کا سرفروشانہ جذبہ رکھتے ہیں۔

اپنے والدین کریمین کے نام!

جن کی دعائے سحر گاہی اور فکری بصیرت نے مجھے اس راہ پر گامزن کیا۔

اور

اپنے اساتذۂ کرام کے نام جنکی مشفقانہ تربیت نے شعور قلم عطا کیا۔

فقط

نیاز کیش

عبدالمالک مصباحی

(ایم اے میسور)

QASID KITAB GHAR
Mohammad Hanif Razvi Nagarchi
Near Jamia Masjid, Arcot Dargah,
BIJAPUR-586104, (Karnataka)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے حقیقت

زیرِ نظر کتاب سیرت کمیٹی کمہاری کے فعال سکریٹری
حضرت مولانا الحاج سکندر علی اشرفی صاحب کی تحریک پر عزیز
القدر محمد سردار مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ان کے غمزدہ
والد گرامی جناب حاجی محمد صدیق ابن جناب علاء الدین صاحب
چھان والے کمہاری کی طرف سے زیور طبع سے آراستہ کی جارہی ہے
نیز اس کتاب کی اشاعت میں جناب حاجی محمد انور صاحب ابن
محمد حسین صاحب بانگی، حاجی محمد جناح ابن جناب محمد حنیف صاحب
راٹھور جناب محمد سردار ابن جناب محمد انور انیس صاحب کمہاری
والحاج قاری محمد جعفر صاحب شیخ التجوید دار العلوم غریب نواز بیکانیر
کا خصوصی تعاون شامل ہے۔

پروردگار عالم متذکرہ بالا حضرات کے نیک مقاصد
میں کامیابی، علم و عمل میں پختگی، کاروبار میں ترقی، آفاتِ
ارضی و سماوی سے حفاظت اور خاتمہ بالخیر نصیب کرے۔

ایں دعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

فقط دُعاگو:- عبدالمالک مصباحی

فہرست مضامین

۷۸۶/۹۲

اظہارِ حقیقت

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

آج قوم مسلم جس فکری زبوں حالی اور علمی وعملی انحطاط سے گزر رہی ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ایک طرف اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کی وحدت وجمعیت پارہ پارہ کرکے اس مذہب مہذب کا نام ونشان مٹانے پر تلے ہیں تو دوسری طرف خود نام نہاد مسلمان ہی اس کی عزت وعظمت کو خاکستر کرنے میں لگے ہیں۔ آج بالخصوص نوجوان نسل کو یہ پتہ ہی نہیں کہ ہمارا عقیدہ کیسا ہونا چاہئے اور ہمیں اسلام کا پرچم کس انداز سے اٹھانا چاہئے؟ اور نہ ہی اسکے پاس اتنی فرصت ہے کہ اخروی زندگی کی کامیابی کے لئے ایمان وعقیدہ میں درستگی پیدا کرنے والی کتابیں دیکھ سکے یہی وجہ ہے کہ آج جو بھی اسلام کا بگل بجاتا ہے لوگ پروانہ وار اس کے پیچھے چلنے لگتے ہیں یہاں تک کہ وہ انھیں آہستہ آہستہ جہنم کی شعلہ زن وادیوں میں پہنچا دیتا ہے۔ نیز اتحاد و اتفاق کی دعوت دینے والی اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کا مژدۂ جانفزا سنانے والی قوم خود اختلاف وانتشار کے ایسے دلدل میں پھنس چکی ہے جس پر حیرت بھی محوِ حیرت ہے۔ فیا للعجب!!

پابہ گل ہیں سب رہائی کی کرے تدبیر کون
دست بستہ شہر میں کھولے میری زنجیر کون

ان اختلافات میں جو سب سے اہم اختلاف ہے وہ ہے ایمان وعقیدہ اور فکر ونظر کا اختلاف ـــــ کچھ لوگ ان اختلافات کو مولویوں کی آپسی رنجش کا نتیجہ کہکر خاموش ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو اسے بہت ہی ناشائستہ انداز سے بیان کرتے

ہیں مگر ان میں اکثریت ایسے سنجیدہ اور کشادہ ظرف لوگوں کی ہے جو حقائق کی تہہ تک
پہنچ کر باطل عقائد و نظریات کو زیرِ زمین دفن کر کے حق کا پرچم لہرانا چاہتے ہیں۔
ایسے لوگ جب گہرائی میں اترنے کی کوشش کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ سوال
ذہن میں آتا ہے کہ اسلام کے نام لیواؤں میں یہ سنّی شیعہ کیا ہے؟ وہابی قادیانی
میں کیا فرق ہے؟ دیوبندی مودودی کسے کہتے ہیں؟ یہ اہلِ قرآن اور اہلِ حدیث
کیا ہے؟ ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن، ایک قبلہ کو ماننے والوں کے درمیان
اختلاف کی اتنی اونچی دیوار کیسی؟۔

اس کتاب کے اندر بالکل غیر جانبداری، نہایت ہی انصاف و دیانت داری
اور مستند حوالہ جات کی روشنی میں انہیں سوالات کے جواب تلاش کئے گئے ہیں
ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ گروہی عصبیت، جماعتی فرقہ بندی اور بیجا حمایت
سے اوپر اٹھکر آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے نہایت سنجیدگی اور متانت سے اس
کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔ انشاء اللہ حق آفتاب نصف النہار کی طرح روشن و تابندہ
نظر آئے گا۔

اپنی تجلیات پہ حیرت زدہ ہوا
خود آئینہ کے سامنے جب آئینہ ہوا

پیشِ نظر کتاب چند ابواب پر مشتمل ہے یوں تو اس کا ہر باب اپنی جگہ ایک
مستقل اور ضخیم کتاب کا خواہاں ہے مگر ضخامت کے بڑھ جانے کا خیال کرتے ہوئے
بہت اہم اور بنیادی باتیں ہی یہاں پیش کی گئی ہیں۔ ——— ہر جماعت کے ایسے ہی
افراد کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں جو جماعت کے سرگرم رکن رہے ہیں یا جماعت میں جن کا
ایک خاص اور ممتاز مقام ہے ——— نقل عبارت میں حوالوں کی صحت کا خاص
خیال رکھا گیا ہے۔ کتاب کے اخیر میں "کتابیات" کے عنوان سے کتابوں کی تفصیلات
مندرج ہیں۔ انھیں اعتبار سے حوالے تلاش کریں۔ انشاء اللہ نقل مطابق اصل ملے گا۔
یہ کتاب شاید ابھی آپ کے ہاتھوں میں نہ ہوتی اگر پیکرِ خلوص و وفا محبِ گرامی

حضرت مولانا ارشاد احمد مصباحی صاحب اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود اس
کتاب پر نظرِ ثانی نہ کرتے، اور حضرت مولانا الیاس احمد صاحب خطیب و امام جامع مسجد
کمہاری۔ حضرت مولانا سکندر احمد صاحب سکریٹری سیرت کمیٹی کمہاری کا خصوصی
تعاون شامل نہ ہوتا۔ پروردگارِ عالم ان احباب کے علم و عمل اور عمروں میں برکتیں
عطا فرمائے اور اس حقیر کاوش کے ذریعے سنبھلے ہوؤں کو استقامت دے اور
گم کردہ راہ کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔

عبد المالک مصباحی
(ایم اے)

مقام بکھری، پوسٹ باجپٹی
ضلع سیتامڑھی (بہار)
۸۴۳۳۱۴

ناظمِ اعلیٰ
دار العلوم غریب نواز، سبھاش پورہ
بیکانیر۔ راج

آغازِ سُخن

قرآنِ حکیم کے مطالعے سے واضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے احکام واعمال کی بجاآوری سے پہلے ایمان واعتقاد کی صحت کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ اگر عقائد درست نہیں تو ساری عبادتیں، ریاضتیں، مشقت خیزیاں وشب بیداریاں منہ پر ماردی جائیں گی۔ صحتِ ایمان کے بغیر اعمال کی کثرت ایک بیکار چیز ہے۔ عنداللہ صرف انھیں اعمال کی قدر ومنزلت ہے جو صحتِ ایمان اور خوش اعتقادی کے ساتھ ہوں۔

نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب تک اپنی حیات ظاہری کے ساتھ اس خاکدانِ گیتی پر جلوہ فگن رہے پورا عالم اسلام امن وآشتی اور اتحاد واتفاق کا گہوارہ بنا رہا۔ اختلاف و انتشار کا دور دور تک نام ونشان بھی نہ تھا۔ آپ کے وصال کے بعد صحابۂ کرام اہلِ اسلام کے مرجع ٹھہرے۔ حضراتِ صحابہ کرام کے دور میں اسلام کی نورانی کرنیں دور دور تک پھیلیں، نئی تہذیبیں نئے مزاج اور نئے ماحول کے آپسی امتزاج سے ایک نیا معاشرہ وجود میں آیا جس کے اپنے حالات تھے اور مسائل۔ صحابۂ کرام نے کتاب وسنّت اور اجماع وقیاس کے ذریعے اس کا بہترین حل پیش فرمایا۔ ذہن اور ماحول کے اختلاف سے غیر منصوص مسائل میں اجتہادی اختلافات بشریت کا لازمہ تھے سو ہوئے۔ لیکن اب تک معتقداتی سطح پر کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد فتنوں کے دروازے کھلے اور امّت انتشار کا شکار ہوئی جس کی اطلاع سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے دے رکھی تھی۔ اسی دور میں یہود کی سازشوں سے رافضی، ناصبی اور خارجی پیدا ہوئے اور اہلِ حق کے امتیاز کیلئے اہلِ سنّت کی اصطلاح رائج ہوئی جو اب تک چلی آرہی ہے۔

اسلام کے نام لیواؤں کے اہم فرقے کتنے ہیں؟ اس سلسلے میں حافظ ملت محدث

مرادآبادی رقمطراز ہیں۔ کبارفرق اسلامیہ آٹھ ہیں۔

(۱) معتزلہ (۲) شیعہ (۳) خوارج (۴) مرجیہ (۵) بخاریہ (۶) جبریہ (۷) مشبہ (۸) ناجیہ (اہل سنت وجماعت) معتزلہ کے بیس فرقے ہیں، شیعہ بائیس۔ خوارج کے بیس، مرجیہ کے پانچ۔ بخاریہ کے تین۔ جبریہ ومشبہ کا ایک ایک فرقہ یہ بہتر فرقے ہیں اور تہترواں فرقہ ناجیہ صرف اہل سنّت وجماعت کا ہے [1]

معتزلہ، خوارج اور شیعہ یہ ابتدائی اور پرانے فرقے ہیں مگر آجکل ان تمام فرقوں میں سے بہت سے فرقے توفنا ہوگئے بعض اپنی حالت میں چلے آرہے ہیں اور بعض کی بدلی ہوئی شکلیں دوسری فکروں کی آمیزش کے ساتھ نئے ناموں سے اب بھی پائی جاتی ہیں۔

فرقوں کی یہ تفصیلات یا لوگوں کے الگ الگ نظریات جب نگاہوں کے سامنے آتے ہیں تو ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ تفرقہ کیوں؟ اگر وحدتِ ملی برقرار رہتی تو کیا بات تھی؟

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ھیں

اس کا نہایت ہی موزوں اور مناسب جواب دیتے ہوئے غزالیٔ زماں سید احمد سعید کاظمی صاحب رقمطراز ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس اختلاف وافتراق کی بابت پیشین گوئی فرمائی تھی کہ۔

والذی نفس محمد بیدہ لتفرقن امتی علی ثلٰث وسبعین فرقۃ فواحدۃ فی الجنۃ وثنتان وسبعون فی النار (ابن ماجہ)

اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک ہے۔ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوجائیگی اوران میں سے

[1] فرقۂ ناجیہ ص۲۰ از عبدالعزیز محدثِ مرادآبادی

ایک جنت میں جائے گی اور بہتر دوزخ میں جائیں گے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی انسانی فطرت کے عین مطابق تھی نظامِ کائنات اور رفتارِ زمانہ بھی اس پر شاہد ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ نسلِ انسانی ابتداءً چند اصول کو تسلیم کرلیتی ہے پھر مرورِ زمانہ کی وجہ سے اس کے بعض افراد کے خیالات میں ان مانے ہوئے اصول کے مطابق تفاوت اور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے بلکہ زیادہ مدت گزرنے کے بعد وہ اختلاف کچھ ایسی نوعیت اختیار کرلیتا ہے کہ اس جماعت میں سے ایک فرد بھی مسلمہ اصول پر قائم نہیں رہتا لیکن آسمانی اور الہامی اصول اور سچے دین کی امتیازی شان یہ ہے کہ اس دین کو قبول کرنے والوں میں سے ضرور ایک جماعت ایسی ہوتی ہے جو اس کثرتِ اختلاف کے باوجود بھی حق وصداقت پر قائم رہتی ہے اور فرقہ بندی کا طوفان اس کے پائے استقلال کو ڈگمگا نہیں سکتا۔

مختصر یہ کہ غلط اصول کا ذکر ہی کیا؟ جب اسکی بنیاد ہی باطل پر ٹھہری تو اس میں حقانیت وصداقت کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ الہامی اور آسمانی تعلیمات میں بھی نسلِ انسانی نے اس قدر اختلاف کیا کہ مدت مدید کے بعد ان کو قبول کرنے والوں کی اتنی قلیل تعداد حق وصداقت پر باقی رہی کہ اسے اکہتر یا بہتر یا تہتر حصوں میں سے ایک حصہ کہا جاسکتا ہے۔ انسان کی اس فطرت کے ساتھ گردش کائنات کا نقشہ بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، رفتارِ زمانہ کے اثر سے زمانیات میں جو تفاوت پایا جاتا ہے اس کا انکار بھی نہیں ہوسکتا۔ زمانیات کے بہت تھوڑے افراد ایسے ہوتے ہیں جو اس گردشِ لیل ونہار سے متاثر ہوکر مختلف اور متفاوت نہیں ہوتے اور اپنے پہلے حال پر قائم رہتے ہیں۔

بہر حال اس فطری اصول کے موافق ہادئ اعظم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی عقلِ سلیم کے عین مطابق ہے اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلافِ امت کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ عین حق وصواب پر مبنی تھا۔

ان تفصیلات سے ایک قلب مومن کو تو اتنی تشفی ہوگئی کہ ہادئ مکرم رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب یہ اخبار والانبار ہے تو تفریق ہونی ہی تھی۔ لیکن پھر ذہن و دماغ اس فکر میں مبتلا ہوتا ہے کہ ان تہتر راہوں میں سے منزل رسا صرف ایک ہی راستہ ہے تو آخر اسکی شناخت کیا ہے۔ اسکی پہچان کیا ہے اسکے نشاناتِ منزل کیا ہیں؟ جب یہ سوالات حل ہو جائیں گے جبھی تو انسان خود کو نجات یافتہ حضرات کی صفوں میں محسوس کرے گا۔

رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں افتراق وانتشار کی خبر دی ہے وہیں اس کشتی نوح کا بھی پتہ بتایا جو سلامتی کے ساحل سے ہمکنار کر دے۔ آپ نے اسکے دو نشانات بتائے۔

(۱) جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر ہو۔

(۲) دوسری آسان نشانی یہ ہے کہ جس جماعت کے ساتھ حق ہوگا اسکی تعداد اسلام کے تمام نام لیوا دوسرے فرقوں میں سب سے زیادہ ہوگی۔

(۱) قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (ترمذی)
صحابہ نے عرض کیا وہ نجات یافتہ کون سا فرقہ ہوگا آپ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔

(۲) عن معاویۃ ثنتان و سبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ (مسند احمد۔ ابوداؤد) | حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہتر جہنم میں ہوں گے ایک جنت میں یہ وہ گروہ ہے جس میں کثیر جماعت ہوگی۔

(۳) فاذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم۔ | جب تم اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑو۔

جیسی احادیث طیبہ کا مفاد یہی ہے۔

اب ان نشانات کو گزشتہ اور موجودہ تمام فرقوں میں تلاش کیجئے تو اہلسنت وجماعت کے علاوہ کہیں نہ پایئے گا۔ سنی کے سوا کوئی نہ ملے گا جس کا فکری و مذہبی

سلسلہ مسلسل صحابہ کرام کے نقوشِ قدم سے ملتا ہو۔ شیعہ اور ان کی جملہ شاخیں تو صحابہ
کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض ہی رکھتے ہیں۔ وہابی اپنے اور اپنے متبعین کے سوا
ساڑھے چھ سو سال تک پہلے کے مسلمانوں کو مشرک ہی کہتے ہیں تو وہ بیچارے کہاں
سے اپنے ایمان کا رشتہ نسلاً بعد نسلٍ صحابہ کرام کی مبارک صفوں تک جوڑ سکتے ہیں
قادیانی تو ایک دوسرے ہی نبی کے امتی ہیں۔ مودودی بھی اپنا سلسلہ فکر صحابہ کرام سے
نہیں ملا سکتے کیونکہ وہ تو صحابہ کرام کو حقانیت کا معیار ہی تصوّر نہیں کرتے تو بھلا وہ انکی
پس روی کیوں اختیار کرنے لگے۔ اور جب صحابہ کرام کے ساتھ ان کا یہ سلوک ہے تو
مابعد کے بزرگوں کی اتباع کون کرے۔ ان کے یہاں تو یہ سب سے بڑا جرم ہے۔ اسی طرح
اور دوسرے فرقے۔

اور مذہب مہذب اہلِ سنّت وجماعت کا جائزہ لیجئے تو وہ اپنے ہر موقف
کی دلیل کتاب و سنت اور صحابہ کرام کے عمل سے پیش کریں گے اور اسکی تائید میں سینکڑوں
اکابرینِ اسلام کے عمل کا حوالہ بھی ان کے ساتھ ہوگا۔ یہ وصف سوائے اہلِ سنّت
کے اور کسی کے اندر موجود نہیں۔

اور کثرتِ تعداد کے اعتبار سے دیکھا جائے تو سارے بدمذہب مل کر بھی ان کا
بیسواں حصّہ نہیں ہو سکتے۔ واضح رہے کہ حدیث میں فرقہ کے اختلافات سے مراد
اصولی اور اعتقادی اختلافات ہیں فروعی و اجتہادی اختلافات نہیں۔ ان عظیم نشانات
کی نشاندہی کی بنیاد پر ہی محدثین کرام نے ان احادیث کو حق و باطل کا معیار قرار دیا ہے۔

شیخ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ میں تیسری حدیث کے ذیل
میں تحریر فرماتے ہیں۔

فهذا الحديث معيار عظيم لاهل السنة والجماعة شكر الله سعيهم فانهم هم السواد الاعظم وذالك لا يحتاج الى برهان فانك

یعنی یہ اہل سنّت وجماعت (اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے) کے لئے معیار عظیم ہے۔ بیشک وہی سواد اعظم ہے اور یہ امر کسی برہان کا محتاج نہیں۔ تمام اہل ہوا باوجودیکہ بہتر فرقے

لو نظرت الى اهل الاهوا باجمعهم اثنتان وسبعون فرقة لا يبلغ عددهم عشر اهل السنة واما اختلاف المجتهدين فيما بينهم و كذالك اختلاف الصوفية الكرام والمحدثين العظام والقراء الاعلام فهو اختلاف لا يضل احدهم الآخر ۔[1]

ہیں کہ اگر تم دیکھو تو وہ اہل سنت کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ رہا مجتہدین اور اسی طرح صوفیاء کرام اور محدثین عظام اور قراء اعلام کا باہمی اختلاف تو وہ ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی ایک دوسرے کی تضلیل نہیں کرتا۔

پھر یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے
اپنی امت کو اس انتشار و افتراق کے طوفان بلا کی اطلاع بھی دیدی۔ کشتی نوح بھی عطا
فرمادی، منزل کے نشانات بھی بتلا دیئے تو پھر کچھ لوگ بھٹک کیوں جاتے ہیں۔؟
لٹ کیوں جاتے ہیں؟ منزل تک پہنچ کیوں نہیں پاتے؟ جبکہ راہزنوں کی بھی خبر ہے
راستوں کا بھی پتہ ہے اور منزل بھی معلوم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ منزل تک صحیح وسلامت وہی پہنچے گا جو اپنے راہنما کی
ہدایات پر عمل کرے گا اور اسکی بتائی ہوئی حفاظتی تدابیر کو اپنائے گا ورنہ اس کا لٹنا
بھٹکنا اور منزل تک نہ پہنچ پانا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔

حفاظتی تدبیر کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے امام احمد رضا محدثِ بریلوی
تحریر فرماتے ہیں۔

"مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ و رسول سے زیادہ ہماری کوئی بھلائی
چاہنے والا نہیں، جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس بات کی طرف
بلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے اور جس بات سے
منع فرمائیں بلا شبہ سراسر ضرر و بلا ہے۔
مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر جو ان کے حکم کے خلاف کی طرف

---
[1] مقالات کاظمی ص۵۹

بلائے یقین جان لو کہ یہ ڈاکو ہے اسکی تاویلوں پر ہرگز کان نہ رکھو۔ رہزن جماعت سے باہر نکال کر کسی کو لیجانا چاہتا ہے۔ ضرور چکنی چکنی باتیں کریگا اور جب یہ دھوکہ میں آیا اور ساتھ ہو لیا تو گردن مارے گا مال لوٹے گا شامت اس بکری کی کہ اپنے راعی کا ارشاد نہ سنے اور بھیڑیا جو کسی بھیڑ کی اون پہنکر آیا اس کے ساتھ ہولے۔

ارے! مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں منع فرماتے ہیں وہ تمہاری جان سے بڑھ کر تمہارے خیر خواہ ہیں حریص علیکم تمہارا مشقت میں پڑنا ان کے قلب اقدس پر گراں ہے عزیز علیہ ما عنتم واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر بالمومنین رؤف رحیم۔

ارے! ان کی سنو ان کا دامن تھام لو۔ ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ۔ وہ فرماتے ہیں ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم ان سے دور رہو ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ابن حبان وطبرانی وعقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم لا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا معھم بدمذہبوں کے ساتھ نہ کھانا کھاؤ ان کے ساتھ پانی نہ پیو ان کے پاس نہ بیٹھو ان سے رشتہ نہ کرو بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ نہ ان کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانۂ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا جب وہ کھانے

بیٹھا کوئی بات اس سے بدمذہبی کی ظاہر ہوئی۔ فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھا لیا جائے اور اسے نکال دیا جائے، سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوا دیا۔ سیّدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے آکر عرض کی فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے فرمایا لا تقرئہ منی السلام فانی سمعت انہ احدث میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سنا ہے اس نے کچھ بدمذہبی نکالی ہے۔

سیدنا سعید بن جبیر شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک بدمذہب راستہ میں ملا، کہا کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا میں سننا نہیں چاہتا۔ عرض کیا ایک کلمہ۔ اپنا انگوٹھا چھنگلیاں پر رکھ کر فرمایا ولا نصف کلمۃ آدھا لفظ بھی نہیں۔

امام محمّد بن سیرین شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو بدمذہب آئے۔ عرض کی کچھ آیاتِ کلام اللہ آپ کو سنائیں۔ فرمایا میں سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی کچھ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنائیں؟ فرمایا میں نہیں سننا چاہتا۔ انھوں نے اصرار کیا، فرمایا تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں۔ آخر وہ خائب و خاسر چلے گئے۔ لوگوں نے عرض کی اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے۔ فرمایا میں نے خوف کیا کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی تاویلیں لگائیں وہ میرے دل میں رہ جائیں تو میں ہلاک ہو جاؤں۔

ائمہ کو یہ خوف تھا اور اب عوام کو یہ جرأت ہے وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ دیکھو! امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم۔ ان سے دور رہو انھیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں یہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔

کہیں یہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

دیکھو! نجات کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے رب عزوجل نے بتائی۔

فلا تقعد بعد الذکری مع قوم الظلمین۔ بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو جاؤ۔" [1]

اور عقل کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ جس سے جان کی ہلاکت کا خوف ہو اس سے دور ہی رہا جائے خصوصاً جبکہ اس کے پاس اسکی مہلکانہ حرکتوں سے مدافعت کے سامان موجود نہ ہوں۔ کسی کو نہ دیکھا کہ شیر سے خوف کھاتا ہو اور پھر بھی اسی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے۔ کبھی نہ سنا کہ آگ کی فنا کن جھلساہٹ سے آشنا ہو پھر بھی اس میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے کبھی نہ ہوا کہ جو تیراکی کے فن سے نابلد ہو اور وہ سمندر کے موجوں میں قدم رکھنے کی جرأت کرے۔

جب ان چیزوں کے تعلق سے جن سے جان کو خطرہ لاحق ہے۔ انسانی فطرت اور ہوشمند جذبات کی یہ احتیاط ہے کہ قریب نہیں پھٹکتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان چیزوں سے احتیاط نہ برتی جائے جو ایمان کے لئے تباہ کن ثابت ہو رہی ہیں۔ جبکہ ایک بندۂ مومن کے نزدیک ایمان کی اہمیت جان سے کہیں بڑھکر ہے۔

اسلام کے شیر دل مجاہدوں کی تلواروں کی جھنکار، نیزوں کی چمک، تیروں کی سنسناہٹ اور میدانِ کارزار کی گھنگرج کی بے شمار ایمان افروز داستانیں اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے کافی ہیں کہ ہمیشہ اور ہر دور میں حق کے پرستاروں نے جان کا نذرانہ پیش کرکے خود اپنے اور دوسروں کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کی ہے۔

آج بھی باطل، مختلف خوشنما انداز اور دلفریب رفتار و گرفتار کے ساتھ ہمارے دل و دماغ کو مسحور کرنے میں منہمک ہے۔ ایسی صورت میں امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ حساس طبیعت اور بیدار ذہن کے ساتھ ان کی گہری چالوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آنے والے صفحات میں اسی حقیقت کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

[1] الدلائل القاهرة علی الکفرة النیاشرة ص۳ تا ۶ از احمد رضا خاں۔ امام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رافضی

جس کو ہم نے آشنا لطف تکلم سے کیا — اس حریف بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ

اعتقادی طور سے اسلام کے اندر سب سے پہلی واضح تقسیم رافضیت کی شکل میں نمودار ہوئی اسی کے پہلو بہ پہلو خارجیت اور ناصبیت نے بھی جنم لیا اس لئے اسلام کے نام لیواؤں میں اسے سب سے قدیم فرقہ سمجھنا چاہئے۔

شیعہ فرقہ کی اصل اور ابتداء

بعض یورپین محققین نے یہ سراغ لگانے کی کوشش کی ہے کہ شیعہ فرقہ پیدا کیسے ہوا؟

"پروفیسر یہوسن کا خیال ہے کہ شیعیت کا اصل منبع فارسیت کے بجائے یہودیت ہے کیونکہ اس کا بانی عبداللہ[1] بن سبا یہودی تھا،،

---

[1] عبداللہ بن سبا یہودی حیرہ کا باشندہ تھا۔ بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتا تھا اس کی ماں ایک سیاہ لونڈی تھی اسی لئے اسے ابن السودا بھی کہتے تھے۔ اس نے خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قبولیتِ اسلام کا دعویٰ کیا۔ حجاز سے اہل اسلام کے شہروں میں جایا کرتا تھا ارادہ اس کا یہ تھا کہ مسلمانوں کو گمراہ کردے۔ جب یہ بات نہ بنی اور یہ کام نہ کرسکا تو بظاہر اسلام لاکر مسلمانوں کے ساتھ مکر وفریب سے پیش آیا۔ ۳۳ھ میں بصرہ گیا وہاں پہنچکر کچھ مسائل لوگوں سے کہنے لگا لیکن صراحت نہ کرتا تھا۔ ایک جماعت اس کی طرف مائل ہوگئی اور اسکی باتوں میں آنے لگی [1]

(ابن سبا) حضرت عثمان کے اشد مخالفین میں سے تھا۔ یہ اپنے خیالات مسلمانوں میں پھیلاتا اور ان میں فتنہ وفساد کا دروازہ کھولتا۔ اس کی گفتگو زیادہ تر حضرت علی کے متعلق ہوتی تھی [2]

شیعوں کی مستند ترین کتاب "رجال کشی" میں ہے

"متعدد سندوں سے حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ وہ حضرت علی کی الوہیت کا قائل تھا اور بالآخر حضرت علی نے اسے آگ میں ڈلواکر ختم کرادیا [3]

اور وہ صرف حضرت کی الوہیت ہی کا قائل نہ تھا بلکہ خود کو پیغمبر بھی گردانتا تھا۔ باقی اگلے صفحہ پر

---

[1] مذاہب الاسلام ص۱۴۶-۱۴۷ [2] حیات حضرت امام ابوحنیفہ ص۲۰۲ از محمد ابوزہرہ قاہرہ مصر بروئیہ

[3] رجال کشی ص۷۰، ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت ص۱۱۱-۱۱۲

مشہور فرانسیسی مستشرق پروفیسر ڈوزی کا خیال ہے کہ

"شیعہ مذہب فارسی الاصل ہے وہ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ عرب حریت پیشہ تھے جبکہ اہلِ فارس ان کے مقابلہ میں بادشاہوں کو زیادہ مانتے تھے۔ بادشاہ کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہوتا، انتخاب خلافت کا مطلب انکی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے اور آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی لہٰذا آپ کے چچازاد بھائی حضرت علی سے بڑھکر آپ کا کوئی وارث نہیں ہونا چاہیئے۔ اب جو شخص ان سے حق خلافت لیتا ہے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور اموی خلفاء یہ سب ظالم و غاصب تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اہلِ فارس بادشاہوں کی الوہیت کے بھی قائل تھے اسی نظر سے وہ حضرت علی اور آپ کی اولاد و احفاد کو دیکھتے اور کہتے کہ امام کی اطاعت اوّلین فریضہ ہے اور اسکی اطاعت میں خدا کی اطاعت مضمر ہے [1]

فان فلوئن کہتے ہیں

"شیعہ کے بعض فرقے ایشیا کے قدیم مذاہب مثلاً بدھ مت اور مانی مذہب کے ہم عقیدہ تھے" [2]

---

[1] الملل والنحل للشہرستانی والخطط للمقریزی [2] السیادۃ العربیہ

پچھلے صفحہ سے:- اور اس کا برملا اعتراف بھی کرتا تھا۔ جیسا کہ "ارشادیہ شرح اعتقادیہ" میں ہے

"عبداللہ بن سبا کہتا تھا کہ امیر المومنین (حضرت علی رضی اللہ عنہ) خدا ہیں اور میں انکی طرف سے پیغمبر ہوں۔ جناب امیر نے یہ سن کر اسے بلوایا اور اس سے پوچھا کہ تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میرے دل میں یہ بات آئی ہے اور خیال میں گزرا ہے کہ تم خدا ہو اور میں تمہارا پیغمبر ہوں۔ آپنے فرمایا وائے تجھ پر، شیطان تجھ سے استہزا اور سخریہ اور ٹھٹھہ کرتا ہے۔ تو توبہ کر اپنے اعتقاد باطل اور خیال فاسد سے۔ اس نے آپ کا فرمانا نہ مانا اور توبہ سے انکار کیا۔ آپ نے اس کو قید کیا پھر بھی توبہ کرنے پر راضی نہ ہوا اور اس اعتقاد باطل سے نہ پھرا۔ آخر آپ نے اس کو قید خانہ سے نکال کر آگ میں جلا دیا [3]

---

[3] ارشادیہ شرح اعتقادیہ بحوالہ مذاہب الاسلام صـ۱۵۰ از نجم الغنی رامپوری مؤرخ

پروفیسر ابو زہرہ لاء کالج فواد یونیورسٹی قاہرہ مصر لکھتے ہیں۔

"یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے کہ شیعہ مذہب محبت اہلِ بیت میں غلو کے باوجود ایشیا کے بعض قدیم مذاہب کے افکار و نظریات کا حامل تھا۔ اس میں ہندوؤں کا عقیدہ تناسخ موجود تھا [1]

اس تعارف کے بعد اب شیعی عقائد ملاحظہ کیجئے۔

خداوند قدوس کی بارگاہ میں شیعوں کی دریدہ دہنی

علمائے اہلسنت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ خداوند قدوس قدیم و ازلی ہے اور جس طرح سے اسکی الوہیت ازلی، ابدی اور قدیم ہے بعینہٖ اسی طرح سے اس کی مشیت اور اس کا ارادہ بھی قدیم ہے۔ نیز دوسرا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ آسمان و زمین کے ذرے ذرے کا خالق و مالک وہی ہے۔ کائنات کی ہر شئے اس کے قبضہ و اختیار میں داخل ہے ہر جگہ اس کی مشیت کارفرما ہے۔ تمام چیزیں اسی کے اختیار سے پردۂ عدم سے معرض وجود میں آئیں۔ بغیر اس کی مشیت اور اختیار کے درخت کا ایک پتہ بھی جنبش نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس شیعہ حضرات کا عقیدہ دیکھئے یہ لوگ جو چیز خدا کے لئے نہیں مانتے اسے شیطان کے لئے مانتے ہیں جہاں خدا کی طاقت نہیں چلتی وہاں شیطان کی قدرت اور انبیاء علیہم السلام کی طاقت مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے۔

"ارادہ اللہ کا حادث ہے اور اس کا ارادہ سارے موجودات پر عام و محیط نہیں، بلکہ بہت سے موجودات اس کے بلا ارادہ پیدا ہو گئے ہیں جیسے شر اور آفت اور کفر اور معصیت" [2]

نیز ان کا عقیدہ یہ بھی ہے۔

"اللہ بعض کافروں کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے مگر شیطان اور مغویان

---

[1] حیات حضرت امام ابوحنیفہ صـ۲۰۳ مذکورہ دونوں حوالے بھی اسی کتاب سے منقول ہیں۔ [2] مذاہب الاسلام صـ۳۱۷

بنی آدم اسے گمراہ کر دیتے ہیں اور اللہ کا ارادہ ان کے سامنے نہیں چل سکتا"[1]

العیاذ باللہ

ذرا اور آگے بڑھئے اور ملاحظہ کیجئے۔

ذیل کے عقیدہ کے ذریعہ لوگوں کو ذہن دیا گیا ہے کہ باری تعالیٰ پر بھی وہی کیفیت اور حالت طاری ہوتی ہے جو ایک عام انسان پر حالتِ غضب میں طاری ہوتی ہے۔ بلکہ اس نامناسب حالت سے ایک سمجھدار انسان تو محفوظ رہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے نزدیک اس سے متصف ہے۔ معاذ اللہ۔

ان اللہ تبارك وتعالیٰ قد كان وقت ھٰذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد علیہ غضب اللہ علیٰ اهل الارض فاخرہ الیٰ اربعین ومائة فحدثناكم فان عم الحدیث فكشفتم قناع السر ولم يجعل اللہ بعد ذالك وقتا عندنا قال ابو حمزہ فحدثت بذالك ابا عبد اللہ علیہ السلام فقال قد كان ذالك [2]

بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امر (ظہور مہدی) کو ۷۰ھ میں مقرر کیا تھا مگر جب حسین صلوات اللہ علیہ قتل کر دیئے گئے تو اللہ کا غضب اہلِ زمین پر بہت سخت ہو گیا لہٰذا اللہ نے ظہورِ مہدی کو ۱۴۰ھ تک موخر کر دیا مگر ہم نے تم سے یہ بات بیان کر دی اور راز فاش کر دیا اب اللہ نے ہم کو اس کا کوئی وقت نہیں بتایا۔ ابو حمزہ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے یہ سب باتیں امام جعفر صادق علیہ السلام (رضی اللہ عنہ) سے دریافت کی تو انھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہوا۔

اس روایت سے بات بالکل واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے رب تعالیٰ کو جلال آجاتا ہے جسکی وجہ سے ظہورِ مہدی کی تاخیر اور غیر معمولی خسارہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس قاتلانِ شہداء کربلا کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے یعنی ان کے نزدیک حالتِ غضب میں اللہ تعالیٰ دوست اور دشمن غلط اور صحیح کے درمیان امتیاز نہیں کر پاتا۔ العیاذ باللہ

---

[1] مذاہب الاسلام ص۳۷۱ [2] اصول کافی ص۲۳۲

شیعہ اور عقیدۂ تحریف قرآن

شیعہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے قرآن حکیم میں تحریف اور حذف کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ بات اتنی شہرت پذیر ہے کہ عوام بھی عام طور سے اس سے واقف ہیں یہ اور بات ہے کہ اب کچھ رافضی علماء اس عقیدہ سے پہلوتہی کرنے لگے ہیں۔ لیکن حقیقت کیا ہے؟ اس کی تحقیق پیش کرتے ہوئے علامہ بدر القادری صاحب رقمطراز ہیں۔

" جہاں تک شیعی قرآن کا تعلق ہے وہ مسلمانوں کے قرآن سے بہت کچھ مختلف ہے۔ وفاق علمائے شیعہ کے اشتہار مجریہ ۲۶ ستمبر ۱۹۸۵ء پاکستان جس پر ہند و پاک کے بارہ بڑے شیعہ مجتہدین کی تصدیقات ہیں اس میں بھی یہی بات صراحت سے لکھی ہوئی ہے۔

عبارت یہ ہے۔

" قرآن (پورا قرآن) اماموں کے بغیر کسی نے جمع نہیں کیا اور جو کہے اس نے پورا قرآن جمع کیا وہ جھوٹا ہے"

موجودہ قرآن کے محرف و مبدل ہونے پر حضرات اہلِ تشیع کی انہی حدیث کی کتابوں میں پانچ سو سے زائد روایات پائی جاتی ہیں جن میں سینکڑوں ایسی ہیں قرآن کی فلاں فلاں سورتوں میں امامت و خلافت کا ذکر تھا جسے بدل دیا گیا۔ قدیم علماء شیعہ نے تو مکمل سورۃ الولایۃ کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ جسے نوری طبرسی کی کتاب میں آپ بھی دیکھ سکتے ہیں"[1]

چند متعلقہ شیعی روایتوں کے ذکر کے بعد علامہ بدر القادری صاحب مزید لکھتے ہیں

" یہ اور انہی جیسی روایتوں کی بنیاد پر شیعہ حضرات یہ مانتے ہیں کہ اصل قرآن امام غائب کے پاس ہے اور موجودہ قرآن ناقص و محرف ہے اس کے اندر ترمیم و تنسیخ ہوئی ہے۔ اصول کافی کی ایک روایت میں ہے کہ

---

[1] اسلام اور خمینی مذہب ص۲۹۸ از بدر القادری علامہ

حضرت جبرئیل جو قرآن حضور علیہ السلام پر لائے تھے اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں [۱]

اور موجودہ قرآن مجید میں کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶۶ آیات ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ شیعی عقائد کے لحاظ سے اصل قرآن میں سے دس ہزار تین سو چونتیس آیتوں کو چھپا دیا گیا یا نکال دیا گیا۔ گویا آدھا سے بہت زیادہ قرآن غائب ہے۔

مشہور شیعہ محدث و مجتہد نوری طبرسی نے اس بارے میں اپنی قوم کو تحریف قرآن کے عقیدہ پر قائم و دائم رکھنے کے لئے نہایت عرق ریزی سے ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا نام ہے "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب ربّ الارباب" یہ اس فرقہ کے عقیدۂ تحریف قرآن پر کتاب فیصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ نئی پود کے کچھ مجتہدین نے اس کتاب پر اعتراضات بھی کئے تھے جن کا جواب دیتے ہوئے نوری طبرسی صاحب نے "ردالشبہات عن فصل الخطاب" لکھی۔ اس کتاب میں انھوں نے قرآن مجید کے محرف ہونے کے بارے میں تقریباً تمام ماخذ کو سمیٹ لیا ہے۔ انھوں نے ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیت قرآنیہ اِن خفتم فی الیتمیٰ کے بعد فانکحوا ماطاب لکم من النساء سے پہلے ایک تہائی قرآن سے زیادہ تھا جو غائب کر دیا گیا" [۲]

کیا ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی کسی کا یہ کہنا درست ہو سکتا ہے کہ یہ روافض پر غلط الزام ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس عقیدہ پر ان کا ایمان کتنا گہرا ہے؟ اس کا اندازہ ان کے ماضی قریب کے رہنما مسٹر خمینی کے اس اقتباس سے ہوتا ہے۔

ہمہ عیبے راکہ مسلمانان بکتاب یہود و نصاریٰ	تحریف کا وہ عیب جو مسلمان یہود و نصاری پر

---

[۱] اصول کافی ص۲۷۱ [۲] اسلام اور خمینی مذہب ص۵۵

می گرفتند عیناً برائے خود اینہا ثابت شود [۱]	لگاتے ہیں ان صحابہ پر ثابت ہے۔

مسٹر خمینی کا دعویٰ ہے کہ توریت، زبور اور انجیل کی طرح قرآن مجید بھی ردو بدل کا شکار ہو چکا ہے۔ سابقہ آسمانی کتابوں کی طرح یہ بھی تحریف و تبدیل سے نہ بچ سکی۔ نیز ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اسے بدلنے والے حضرات صحابۂ کرام ہیں۔ جیسا کہ مسٹر خمینی کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

آں آیات را از قرآن بردارندو	(صحابہ کو آسان تھا کہ) ان آیات کو قرآن مجید سے
کتاب آسمانی را تحریف کنند و برائے ہمیشہ	نکال دیں اور کتاب آسمانی میں تحریف کریں اور ہمیشہ
قرآن را از نظر جہانیاں بیندازند [۲]	کیلئے قرآن کو دنیا والوں کی نگاہوں سے چھپا دیں۔

یہ وہ واضح شہادتیں ہیں جو شیعی مذہب کے عقائد و نظریات کو آشکارا کرتی ہیں اہلِ نظر غور کریں کہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے یہ عقائد کس حد تک لائق عمل اور قابلِ اختیار ہیں؟

انبیاءِ کرام کی شان میں بدترین گستاخی

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خود انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ذات میں اصولِ کفر موجود تھے۔ جیسا کہ شیعوں کی مستند کتاب "اصول کافی"، کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

قال ابوعبد اللہ علیہ السلام	ابوعبداللہ (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) نے
اصول الکفر ثلثۃ الحرص والاستکبار	فرمایا اصول کفر تین ہیں حرص، تکبر، حسد، حرص
والحسد فالحرص فان آدم حین نہی	تو آدم میں تھا کیونکہ جب انھیں درخت سے
من الشجرۃ حملہ علی ان اکل منہا	روکا گیا تو حرص ہی نے انھیں برانگیختہ کیا۔
واما الاستکبار فابلیس حیث امر بالسجود	یہاں تک کہ اس درخت سے کھا لیا۔ اور تکبر تو
لآدم فابی واما الحسد فابنا آدم حیث	وہ ابلیس میں تھا کیونکہ اسے آدم علیہ السلام کو

---

[۱] کشف الاسرار للخمینی ص۱۱۴ [۲] ایضاً ص۱۱۴ نیز اسلام اور خمینی مذہب ص۵۳

قتل احدھما صاحبہ۔ [1] سجدہ کا حکم دیا گیا مگر اس نے انکار کر دیا۔ اور حسد تو وہ حضرت آدم علیہ السّلام کے دونوں لڑکوں میں تھا یہاں تک کہ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔

حرص، تکبر اور حسد ان کے نزدیک کفر کی بنیادی چیزوں میں ہیں جن میں سے (معاذ اللہ) حرص سیدنا آدم علیہ السلام کی ذات میں تھا۔ حالانکہ علماء اہلسنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام معصوم (گناہوں سے پاک) ہوتے ہیں۔ اس عقیدہ کے تناظر میں اس قول کی قباحت کا اندازہ کوئی مشکل نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شیعوں کا ایک حیرت انگیز عقیدہ

اس سلسلہ میں ایک طویل روایت ہے

"جس کا ماحصل یہ ہے کہ امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین حق تعالیٰ کی جانب سے ایک بچّہ کی ولادت کی بشارت لیکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں فرمایا۔ اِنّ اللہ یبشر بمولود یولد من فاطمہ یقتلہ امّتک من بعدک یعنی اے نبی! اللہ آپ کو ایک بچّہ کی ولادت کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ سے پیدا ہوگا جس کو آپ کی امّت آپ کی وفات کے بعد شہید کر دیگی جس پر آپنے جواب دیا کہ مجھے ایسے بچّے کی حاجت نہیں۔ اس جواب کے بعد پھر جبرئیل آسمان پر گئے اور واپس آئے تو اسی بشارت کا اعادہ کیا۔ مگر حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہی سابقہ جواب دیا۔ بالآخر کئی مرتبہ رد کرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا کہ اس بچّے کی ذریت میں ولایت امامت اور وصیت ہوگی تو حضرت راضی ہو گئے بعد میں اس پورے واقعہ کی اطلاع حضرت فاطمہ کو ہوئی تو انھوں نے بھی اس بچّہ

---

[1] اصول کافی ص۲۳۲

کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انھیں تسلّی دی کہ اس بچّے کی ذریت میں امامت، ولایت اور وصیت ہوگی جس پر حضرت فاطمہ راضی ہوئیں۔ [1]

اس گڑھی ہوئی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور مفروضہ حکمِ الٰہی کی اطاعت سے اعراض کی جو تہمت ہے وہ تو ظاہر ہے ہی لیکن حضرت سیّدنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی اس سے نہ بچ سکیں۔ جو کم از کم شیعہ برادری کیلئے حیرت بالائے حیرت کا مقام ہے۔

الاماں قہرِ الٰہی ہے یہ غصّہ اس کا ؛ آج قاتل نے نہ اپنا پرایا دیکھا

شیعہ اور صحابہ کرام کا ارتداد

اللہ اللہ! بغض وعناد اور تعنت وسرکشی کا ایسا روح فرسا عقیدہ کہیں اور نہ ملے گا ذرا غور تو کیجئے کہ ان لوگوں پر کفر وارتداد کا حکم لگایا جا رہا ہے جنہوں نے اسلام کا نعرہ اس وقت لگایا جبکہ اسلام کا نام سماج کا سب سے بڑا جرم تصور کیا جاتا تھا۔ جنہوں نے پرچم اسلام کی سربلندی وسرفرازی کی خاطر اپنے گھر کا سارا اثاثہ راہِ خدا میں خرچ کر دیا اور جنہوں نے اپنے خون کے ایک ایک قطرہ سے شجر اسلام کی آبیاری کی۔ جن کے نقوشِ قدم کو مولیٰ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم قرار دیا اور حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اتباع کو معیارِ ہدایت ٹھہرایا۔ بلاشبہ اس عقیدہ کی شقاوت بیان سے باہر ہے مگر اظہارِ حقیقت کے لئے حاضر ہے۔

ارتدت الصحابۃ کلھم الا ثلاثۃ — تمام صحابہ مرتد ہو گئے سوائے تین کے۔

شیعہ جماعت کے مولوی حامد حسین مذکورہ بالا عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان کفرھم وارتدادھم واضح لاسترۃ فیہ۔ [2] — صحابہ کا کفر وارتداد اظہر من الشمس ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

---

[1] اصول کافی ص۲۹۴ [2] تلخیص شیعہ مذہب کے چالیس بنیادی عقیدے ص۲۶

از حضرت امام زین العابدین روایت کردہ اند کہ می فرمود کہ تمام مردم بعد از قتلِ حسین مرتد شدند الا پنج کس، ابوخالد کابلی ویحیٰ بن ام الطویل وجبیر بن مطیع وجابر بن عبداللہ وشیکہ کہ حرم محترم حضرت امام حسین بود۔ لے	حضرت امام زین العابدین سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد تمام آدمی مرتد ہو گئے سوائے پانچ افراد کے۔ ابوخالد کابلی، یحییٰ بن ام الطویل، جبیر بن مطیع، جابر بن عبداللہ اور شیکہ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اہانت صحابہ انکے ایمان کا جز ہے حتیٰ کہ ان کی تفاسیر کے ذخیرے بھی ان خرافات سے لبریز ہیں۔

علامہ بدر القادری لکھتے ہیں۔ سورہ محمد میں ارشاد رب العالمین ہے۔

ان الذین ارتدوا علی ادبارھم بعد ما تبین لھم الھدی

بیشک وہ لوگ جو اپنے پیچھے پلٹ گئے۔ بعد اس کے کہ ہدایت ان پر کھل چکی تھی۔

قتادہ کا بیان ہے کہ یہ کفار اہل کتاب کا حال ہے جنہوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا اور آپ کی نعت وصفت اپنی کتاب میں دیکھی، پھر باوجود جاننے پہچاننے کے کفر اختیار کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وضحاک وسدی کا قول ہے کہ اس سے منافق مراد ہیں جو ایمان لاکر کفر کی طرف پھر گئے ۲ے

مگر شیعوں کی کتاب "اصول کافی" میں ہے۔

اس سے مراد فلاں فلاں اور فلاں (خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم) ہیں یہ تینوں امیر المومنین حضرت علی کی ولایت وامامت چھوڑ کر مرتد ہو گئے ۳ے

اسی لئے رافضی اسلام کے انقلابی داعی مسٹر خمینی اپنے پُر جوش بُغض کے ساتھ اعلان کرتے ہیں۔

لے مجالس المومنین ص۱۴۴ مجلس پنجم۔ ۲ے خزائن العرفان ص۳۷ از مولینا نعیم الدین مراد آبادی صدر الافاضل
۳ے اصول کافی ص۲۵۶

"جب میں فاتح بن کر مکّہ اور مدینے میں داخل ہوں گا تو سب سے پہلے میرا یہ کام ہوگا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روضے پر پڑے ہوئے دو بتوں (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو نکال باہر کروں گا۔ لے

اخفائے دین از حد ضروری

دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے سربر آوردہ افراد کی یہ خواہش نہ ہو کہ اس کا مذہب پھلے پھولے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوں۔ مگر شیعہ فرقہ کا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے ان لوگوں کے یہاں اپنے دین کو چھپانا ضروری ہے۔ اگر کوئی ان کی مخصوص باتوں کو طشت ازبام کر دے تو وہ مستحقِ لعنت ہے۔ لیجئے ایک شیعی روایت ملاحظہ کیجئے۔

عن سلیمان بن خالد قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ۔ ۲ے	سلیمان ابن خالد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اے سلیمان تم ایسے دین پر ہو جو اسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے گا اور جو ظاہر کرے گا خدا اسے ذلیل کرے گا۔

الٹی سمجھ کسی کو ہرگز خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ کج ادا نہ دے

شیعہ مذہب میں جھوٹ کی اہمیت

شیعہ مذہب کی بنیادی کتابوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جھوٹ اس مذہب میں ثواب کا کام ہے، حالانکہ جھوٹ عقلاً اور شرعاً دونوں اعتبار سے بری چیز ہے۔ ہر مہذب انسان اس سے نفرت وبیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب نہ تو اسکی تعلیم دیتا ہے اور نہ ہی اسکی تائید کرتا ہے۔ مگر شیعہ مذہب میں اسے ایک

لے خمینی ازم ص۸ نیز اسلام اور خمینی مذہب ص۳۷۴ ۲ے اصول کافی ص۴۵۸

مستور لفظ "تقیہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ لباس بدلنے سے صورت نہیں بدلتی۔ لیجئے انھیں کے الفاظ میں "تقیہ" کی اہمیت و فضیلت سنئے اور سر دھنئے۔

ان تسعة اعشار الدين في التقية	دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہیں
ولادين لمن لا تقية له۔ ؎۱	جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے۔

دوسری شیعی روایت بھی دیکھئے۔

قال ابو جعفر عليه السلام التقية	ابو جعفر علیہ السلام (حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ)
ديني ودين آبائي ولا ايمان لمن	نے کہا کہ تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے
لا تقية له ؎۲	جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے۔

دونوں عبارت پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ تقیہ شیعی مذہب میں عین اسلام ہے یعنی جو تقیہ نہ کرے نعوذ باللہ من ذالک وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ العیاذ باللہ تقیہ یعنی جھوٹ انبیاء کرام کی سنّت ہے کیونکہ حضرت امام باقر کے اجداد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام داخل ہیں۔ گویا جھوٹ بولنا انبیاء کرام کا دین و ایمان ہوا۔ معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں — جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

متعہ شیعی مذہب میں تمام فرائض اسلام سے افضل

شیعہ حضرات کی ہوس پرستی، نفس پروری اور بوالہوسی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے یہاں "متعہ" اب تک جائز ہے اور صرف جائز ہی نہیں بلکہ نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ سے بھی افضل ہے "عجالہ حسنہ" میں متعدد موضوع احادیث؎۳ متعہ کی

؎۱ اصول کافی ص۴۸۱ ؎۲ اصول کافی ص۴۸۴ ۔ ؎۳ موضوع حدیث وہ ہے جسے کسی انسان نے اپنی طرف سے گڑھ لیا ہو اور اسکی جھوٹی نسبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی ہو۔
متعہ کہتے ہیں ایک متعینہ وقت تک کیلئے نکاح کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو ضرورت کے پیش نظر ابتداءً اسکی اجازت دی تھی مگر پھر بعد میں اس سے منع کر دیا۔

فضیلت میں درج کی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

"جس نے اس کار خیر میں زیادتی کی ہوگی پروردگار اس کے مدارج اعلیٰ کرے گا۔ یہ لوگ بجلی کی طرح صراط سے گزر جائیں گے ان کے ساتھ ساتھ ستّر صفیں ملائکہ کی ہوں گی دیکھنے والے کہیں گے یہ ملائک مقرب ہیں یا انبیاء و رسل؟ فرشتے جواب دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سنّت پیغمبر کی اجابت (بجا آوری) کی (متعہ کیا) وہ بہشت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔ ؎۱

یہ ہے متعہ جس کا منسوخ ہونا واضح احادیث سے ثابت ہے جس کے راوی کوئی اور نہیں بلکہ خود مولا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ معاملہ چونکہ تسکین جسم و روح کا ہے۔ لطف اندوزی اور نفس پرستی کا ہے لہذا روایت کسی کی بھی رہے عمل نہیں کریں گے۔

متعہ کو منسوخ کرنے والی حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو۔

عن علي ان رسول الله صلى الله	حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم
عليه وسلم نهى عن متعة النساء	صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن عورتوں
يوم خيبر۔ ؎۲	سے متعہ کرنے سے منع کیا۔
رخص رسول الله صلى الله	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ عام اوطاس
عليه وسلم عام اوطاس في المتعة	کے موقعہ سے تین راتیں متعہ کی اجازت دی
ثلثا ثم نهى عنها ؎۳	پھر اس کے بعد منع کر دیا۔

متعہ شیعہ حضرات کے یہاں کیا چیز ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ بدر القادری ہالینڈ لکھتے ہیں۔

"ایران کے شیعی نظام حکومت کی جانب سے متعہ کو قانونی درجہ دیئے جانے کا اعلان وہاں کے پارلیمنٹ اسپیکر جناب رفسنجانی صاحب نے تو بہت بعد میں کیا اس معاملہ میں ہند و پاک کے شیعہ مجتہدین نے

؎۱ عجالہ حسنہ ۔ ؎۲ مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص۲۷۲ ۔ ؎۳ ایضاً ص۲۷۲

ایک اشتہار کے ذریعہ اپنے خاص عقائد واعمال کے ضمن میں متعہ کے کارِ ثواب ہونے کا اعلان ستمبر ۱۹۸۵ء ہی میں کر دیا تھا جس پر بارہ اثنا عشری مجتہدین کی تصدیق ہے۔ اقتباسِ اشتہار یہ ہے کہ۔

تمتع (متعہ) کسی شیعہ مومن اور مومنہ کا کچھ رقم یا کسی شئی کے معاوضہ پر کچھ وقت یا زیادہ وقت پر خفیہ خاص جنسی تعلق قائم کرنا عین ثواب ہے۔ کیونکہ متعہ کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے نہ اس میں طلاق ہوتی ہے۔ نہ نان ونفقہ ہوتا ہے نہ حقوقِ زوجیت کی طرح باہم وراثت ہوتی ہے۔ یہ صرف مذہبی طور پر ثواب کی نیت سے کیا جاتا ہے۔

متعہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) انفرادی متعہ (کنوارہ یا غیر کنوارہ مومن کسی کنواری یا غیر شوہر والی مطلقہ یا متنازعہ) مومنہ سے جب چاہے معاملہ کر کے انفرادی طور پر متعہ کا ثواب کما سکتا ہے۔

(۲) اجتماعی متعہ، کنوارے مومنین یا غیر کنوارے مومنین صرف بانجھ مومنہ سے جب چاہے معاملہ کر کے کچھ وقت یا زیادہ وقت کے لئے اجتماعی متعہ کر سکتے ہیں کہ یہ اجتماعی ثواب کا باعث ہوگا۔

باب المتعہ جامع الکافی

اس قسم کی جنسی بے اعتدالی شیعوں کے نزدیک اگر اتنی ہی بڑی عبادت ہے تو پھر بھلا کون شیعی ہوگا جو خود کو اماموں اور رسولوں کے درجہ پر نہیں پہونچانا چاہے گا؟

مگر فروع کافی میں ہے۔

"علی بن ابنطین نامی ایک شخص نے موسیٰ کاظم سے متع کے بارے میں اجازت مانگی تو انھوں نے فرمایا تمہیں متعہ کی کیا ضرورت ہے تمہیں اللہ نے اس سے بے نیاز کیا ہے تو اس نے کہا میں تو مسئلہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ فرمایا یہ بات حضرت علی کی کتاب میں تحریر ہے۔ [1]

---

[1] الفروع الکافی ۴۳/۲

مگر یارو! موسیٰ کاظم نے علی بن یقطین کو انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کے متعہ سے روک کر کیا اس کے حصولِ ثواب اور بلندئ درجات کا راستہ نہیں بند کیا؟ اگر یہ اتنا بڑا کارِ ثواب ہے تو امام کا اس سے منع کرنا کیا معنیٰ؟ بس یہ حیا سوز عبادت شیعوں ہی کو مبارک۔ [1]

اب اخیر میں علماء اسلام کے اقوال کی روشنی میں اس فرقہ کی دوسرے مذاہب سے فکری وعملی مماثلت ملاحظہ کیجئے۔

یہ فرقہ بنیادی طور پر یہودیت اور مسیحیت سے بہت قریب ہے۔ شیخ الاسلام شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے ان کے عقائد کو یہود سے مشابہ قرار دیا ہے اور مثالوں کے ذریعہ اس مشابہت کی وضاحت کی ہے۔ ان میں سے چند مشابہتیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

رافضی اور مماثلتِ یہود

- یہود داؤد علیہ السلام اور ان کی اولاد کے سوا کسی کو حقدار امامت نہیں سمجھتے۔ شیعہ اولاد علی کے علاوہ کسی کو حقدارِ امامت نہیں مانتے۔
- یہود نماز مغرب کو ستاروں کے چمکنے تک مؤخر کرتے ہیں، شیعہ بھی مغرب کی نماز کو اتنا ہی مؤخر کرتے ہیں۔
- یہود نے توریت کو بدل ڈالا۔ شیعہ موجودہ قرآن شریف کی تحریف کے قائل اور اپنے پاس محرف نسخۂ قرآن کی موجودگی ماننے والے ہیں۔
- یہود وہ طلاق جو حیض میں دی جائے اس کے سوا کسی کو معتبر نہیں مانتے۔ اسی طرح شیعوں کا بھی خیال ہے۔
- یہود مسلمانوں کو السام علیکم (تم پر ہلاکت ہو) کہا کرتے تھے، شیعہ بھی اہلِ سنّت کو اسی طرح کہتے ہیں۔

---

[1] اسلام اور خمینی مذہب ص۲۷۴

- یہود اپنی شریعت کے اعتبار سے موزہ پر مسح کے قائل نہیں، شیعہ بھی موزہ پر مسح کو نہیں مانتے۔
- یہود سب لوگوں کا مال حلال سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ بھی۔
- یہود جبرئیل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، اسی طرح بعض شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ جبرئیل نے غلطی کی اور وحی جو حضرت علی پر لانی چاہیئے تھی حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے اسلئے ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔
- یہود کی عورتوں پر مہر نہیں متعہ کرتے ہیں، شیعہ بھی متعہ کرتے ہیں۔
- یہود خرگوش کے گوشت اور طحال (تلی) کو حرام جانتے ہیں اور اسی طرح شیعہ بھی کہتے ہیں۔
- یہود اونٹ اور بطخ کے گوشت کو حرام جانتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی کہتے ہیں۔
- یہود اپنی شریعت کے مطابق تین وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں، شیعہ بھی جمع بین الصلاتین کے ذریعہ اکثر تین وقت کی نماز پڑھا کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ شیعوں کے اندر خود کئی فرقے ہیں۔ ضروری نہیں کہ مذکورہ تمام باتیں ہر ایک میں پائی جاتی ہوں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ باتیں اگر تلاش کیجائیں تو ہر ایک میں سے کسی نہ کسی گروہ میں ضرور مل جائے گی۔

رافضی اور مماثلتِ مسیحیت

رافضیت اور مسیحیت کی مماثلت بھی دیکھتے چلئے۔

- وہاں "پوس" نے حضرت عیسیٰ مسیح کی شان میں غلو کیا۔ ان کے مرتبے کو خوب بڑھا چڑھا کر سیدھے سادے عیسائیوں میں اپنی جگہ بنائی۔ تو یہاں ابن سبا نے ناخواندہ مسلمانوں میں حضرت علی کی امامت اور وصیٔ رسول ہونے کا پرچار کیا۔ ان کی شان میں غلو کا اظہار کر کے لوگوں کو اپنے دام میں لیا۔
پلوس بھی یہودی تھا۔ ابن سبا بھی یہودی تھا۔

- پوس نے بڑھتی ہوئی عیسائی امت کو برباد کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ابن سبا نے مسلمانوں کی بربادی کا منصوبہ رچا۔
- پوس نے اپنی عیارانہ چالوں سے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو مسخ کر ڈالا۔ ابن سبا نے اپنے ہمنواؤں کے ذریعہ سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا اور امتِ اسلامیہ میں انشقاق پیدا کیا۔
- پوس نے عیسائیوں کو برباد کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کا نام استعمال کیا اور ابن سبا نے مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نام کو استعمال کیا۔
- پوس نے عیسائیوں کو یہ عقیدہ دیا کہ حضرت مسیح کی مصلوبیت تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ ابن سبا کے ذریعہ جو فرقہ پیدا ہوا اس نے سیدنا امام حسین کے خونِ ناحق کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھنا شروع کر دیا۔ [۱]

ان افکار و نظریات میں اس قدر گہری مماثلت دیکھنے کے بعد کوئی بھی سنجیدہ اور غیر متعصب انسان اس خیال کے صحیح ہونے میں شک نہیں کرے گا کہ شیعت اور رافضیت کو سچے اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ یہ مذہب خالص یہود نژاد اور مسیحیت کی پیداوار ہے۔ لیکن آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ دورِ حاضر کی مودودی جماعت جو اسلامی جماعت ہونے کی بہت اونچی دعویدار ہے اس کے نزدیک رافضیت نہ صرف یہ کہ اسلام سے قریب ہے بلکہ اس کا انقلاب اور اسکی نشاۃ ثانیہ اسلام کا انقلاب اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے۔ [۲]

ذیل میں عالم اسلام کی چند جلیل القدر شخصیتوں کی آرا پیش کی جاتی ہیں تاکہ عام مسلمانوں کو اس فرقہ کی شرعی حیثیت معلوم ہو سکے۔ نتیجتاً اس سے کنارہ کش رہ کر

---

[۱] اسلام اور خمینی مذہب ص۳۲۰ تا ۳۲۲ ملخصاً۔ [۲] اس موضوع کا تحقیقی جائزہ علامہ بدر القادری نے اپنی کتاب اسلام اور خمینی مذہب میں "خمینی اور مودودی قدر مشترک" کے عنوان سے پیش کیا ہے جو لائق مطالعہ ہے کہ اس تحریر سے مودودیت کے فکری رشتہ کا سرا ہاتھ آتا ہے ہم ان مشترکہ قدروں کی ایک ہلکی سی جھلک مودودیت کے تعارف میں پیش کریں گے۔ م ۱۲

اپنی عاقبت کی بہتری کا سامان کرسکیں۔

شیخ الاسلام شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"شیعہ تحریفِ قرآن، عصمت ائمہ، توہینِ ملائکہ وغیرہ عقائدِ باطلہ کے باعث اسلام وایمان سے خارج اور کافر ہیں۔ اس گروہ نے کفر اختیار کرلیا۔ اسلام کو ترک کردیا اور ایمان میں تفرقہ اندازی کی" [۱]

مجدد اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمہ "ردالرفضہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

" بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار ومرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ انکے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ زنا ہے۔۔۔۔ جو انکے ملعون عقیدہ پر آگاہ ہوکر بھی انھیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین کافر بے دین ہے اور اس کے لئے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کرکے سچے پکے مسلمان سنی بنیں۔ وباللہ التوفیق۔ [۲]

مفتی کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"شیعہ واقعی کافر ہیں کیونکہ وہ قذف ام المومنین اور سب الشیخین کے علاوہ تحریف فی القرآن کے قائل ہیں۔ کمافی کتبہم۔" [۳]

نمونہ کے طور پر شیعی مذہب کے چند مشہور عقائد بیان کردیئے گئے جن سے حقیقت تک پہنچنے میں ذرہ برابر دشواری نہیں ہوسکتی۔ علماء کرام کے بیان کردہ احکام شرعیہ اور فتویٰ کی روشنی میں اسلامی دائرہ میں اس فرقہ کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔

نہ جا ظاہر پرستی پر اگر کچھ عقل ودانش ہے ::: چمکتا جو نظر آئے وہ سب سونا نہیں ہوتا

(از بدر القادری)

[۱] غنیۃ الطالبین ص۳۲ از شیخ عبدالقادر جیلانی [۲] فتاویٰ رضویہ ۹/۴/۴۰ از امام احمد رضا خاں محدث بریلوی۔ [۳] اسلام اور خمینی مذہب ص۴۲۹

وہابی فرقہ تاریخ کی روشنی میں

وہابی جماعت محمد بن عبدالوہاب کی طرف منسوب ہے یہی اس جماعت کے بانی ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب شہر عینیہ علاقہ نجد میں ۱۱۱۵ھ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ [۱]

ویسے ہندوستان میں اسکی ابتداء اور شہرت ۱۸۲۲ء میں سید احمد رائے بریلوی اور ان کے شاگرد و مرید خاص جناب اسمٰعیل دہلوی کے ذریعہ ہوئی۔

محمد بن عبدالوہاب کی کہانی۔ ایک انگریزی جاسوس کی زبانی

محمد بن عبدالوہاب کس طرح سے مستقل ایک فرقہ کے بانی قرار پائے؟ انھیں کس قوت کی پشت پناہی حاصل تھی؟ ان کے پیچھے کونسی طاقت کارفرما تھی؟ انکے سوچنے سمجھنے کا انداز کیا تھا؟ وہ کس اخلاق وکردار کے حامل تھے؟ کیا وہ واقعۃً امتِ مسلمہ کی صلاح وفلاح کے خواہشمند تھے؟

یہ اور اس قسم کے بے شمار سوالات کے جواب کے لئے سب سے پہلے ایک انگریزی جاسوس "ہمفرے" [۲] کی تحریر پڑھئے جسے اس نے اپنی یادداشت کے لئے لکھا تھا۔ یادداشتوں کا یہ خفیہ مجموعہ دوسری عالمگیر جنگ کے دوران جرمنوں کے ہاتھ لگ گیا جسے ان لوگوں نے برطانوی سامراج کو سیاسی دنیا میں بدنام کرنے کی غرض سے چھاپ کر عام کردیا۔

[۱] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور انکی دعوت ص۳۸۔ [۲] ہمفرے اپنا تعارف کراتے ہوئے خود لکھتا ہے۔

۱۷۱۰ء میں انگلستان کی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے مجھے مصر، عراق، ایران حجاز اور عثمانی حکومت کے مرکز استنبول کی جاسوسی پر مامور کیا، مجھے ان علاقوں میں وہ راہیں تلاش کرنی تھیں جن سے مسلمانوں کو درہم برہم کرکے مسلم ممالک میں سامراجی نظام رائج کیا جاسکے۔ میرے ساتھ نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے نو اور بہترین تجربہ کار جاسوس اسلامی ممالک میں اس کام پہ مامور تھے۔ اور بڑی تندہی سے انگریز سامراجی نظام کے تسلط اور نوآبادیاتی علاقوں میں اپنے اثرونفوذ کے استحکام کے لئے سرگرم عمل تھے۔ ان وفود کو وافر مقدار میں سرمایہ فراہم کیا گیا تھا۔ نوآبادیاتی علاقوں کے معاون وزیر نے ہمیں روانہ کرتے ہوئے خداحافظی کے وقت جو بات کہی تھی وہ آج بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اس نے کہا تھا تمہاری کامیابی ہمارے ملک کے مستقبل کی آئینہ دار ہوگی لہٰذا اپنی تمام قوتوں کو بروئے کار لاؤ تاکہ کامیابی تمہارے قدم چومے۔

میں خوشی خوشی بحری جہاز کے ذریعہ استنبول کے لئے روانہ ہوا۔ کئی مہینے کے تھکا دینے والے سفر کے بعد آخر کار ہم عثمانی دارالخلافہ میں پہنچے۔ جہاز سے اترنے سے قبل میں نے اپنے لئے "محمد" کا نام تجویز کیا۔

انگریز جاسوس کی آنے والی حیرت انگیز تحریر ملاحظہ کیجئے اور کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کیجئے۔

منزلِ خود آگہی کا قرب بڑھتا جائے ہے
ہوش کھوتا جائے ہے پردہ سا اٹھتا جائے ہے

ہمفرے لکھتا ہے۔

"........اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا وہ ایک اونچا اڑنے والا، ایک جاہ طلب اور نہایت غصیلا النسان تھا۔ اسے عثمانی حکومت سے سخت نفرت تھی، اور وہ ہمیشہ اس کی برائی کرتا تھا..... محمد بن عبدالوہاب ایک آزاد خیال آدمی تھا...... اس کا ذہن شیعہ سنی تعصبات سے بالکل پاک تھا..... شیخ محمد کے نزدیک حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مکاتب فکر میں سے کسی مکتبِ فکر کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی [1] محمد بن عبدالوہاب سے میل جول اور ملاقاتوں کے ایک سلسلہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ شخص بہت مناسب دکھائی دیتا ہے۔ اس کی اونچا اڑنے کی خواہش، جاہ طلبی، غرور علماء و مشائخ اسلام سے اس کی دشمنی اس حد تک خودسری کہ خلفاء راشدین بھی اسکی تنقید کا نشانہ بنیں اور حقیقت کے سراسر خلاف قرآن وحدیث سے استفادہ اس کی کمزوریاں تھیں جس سے آسانی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا...... شیخ محمد بن عبدالوہاب (امام اعظم) ابوحنیفہ کی تحقیر کرتا تھا اور اسے ناقابلِ اعتبار سمجھتا تھا۔ محمد کہتا تھا میں ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس کا دعویٰ تھا کہ نصف صحیح بخاری بالکل لچر اور بیہودہ ہے [2]

ہمفرے اور محمد بن عبدالوہاب کی گفتگو نماز، روزہ حج شراب اور جوا وغیرہ اسلامی اوامر و منہیات جیسے اہم موضوع پر بھی ہوا کرتی تھی۔ ہمفرے بڑی چابکدستی سے

[1] ہمفرے کے اعترافات ص۴۵ [2] ایضاً ص۵۱-۵۰

محمد بن عبدالوہاب کا ذہن موڑنے کی کوشش کرتا۔ آخر کار اسے اسلامی نظریات کے برعکس فکر جدید کا حامل بنا دیتا۔ ایک دن دونوں کے درمیان شراب کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ہمفرے لکھتا ہے۔

"اس بار گفتگو شراب کی حرمت کے متعلق تھی۔ میری کوشش تھی کہ میں ان آیات کو رد کر دوں جو محمد کے نزدیک حرمتِ شراب پر دلیل تھیں" [1]

گفتگو کے اختتام پر محمد بن عبدالوہاب نے کہا

"اگر شراب میں مستی اور نشہ نہ ہو تو پینے والے پر اس کے اثرات مرتب نہ ہوں گے۔ اور اسی لئے وہ شراب جس میں مستی نہیں حرام [2] نہیں ہے" [3]

"میں نے محمد کے ساتھ شراب سے متعلق گفتگو کو صفیہ [4] کے گوش گزار کیا اور اسے تاکید کی کہ موقع ملتے ہی محمد کو نشہ میں چور کر دو اور جتنا ہو سکے شراب پلاؤ۔

دوسرے دن صفیہ نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے شیخ کے ساتھ جی کھول کر شراب نوشی کی یہاں تک کہ وہ آپے سے باہر ہو گیا اور چیخنے چلانے لگا۔ رات کی آخری گھڑی میں کئی مرتبہ میں نے اس سے مقاربت کی

[1] ہمفرے کے اعترافات ص۵۶۔ [2] حالانکہ علماء اہلسنت وجماعت کے نزدیک شراب کا ایک بھی قطرہ پیشاب کی طرح ناپاک ہے۔ حدیث پاک کا ترجمہ ہے۔ جو شخص شراب کی ایک بوند پیئے چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو اور جو مر جائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ بھی ہو تو جنت اس پر حرام کر دی جائے گی۔ میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یاد فرمائی ہے کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب پیئے گا میں اسے اس کے بدلے جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا۔ رواہ احمد عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱/۴۸۔ فتاویٰ فیض الرسول ۲/۶۸۵۔

[3] ہمفرے کے اعترافات ص۵۴۔ [4] ایک جاسوس عورت کا فرضی نام جو انگلستان کی نوآبادیاتی علاقوں کی طرف سے بصرہ میں عصمت فروشی پر مامور تھی اور مسلم نوجوانوں کو بے راہ روی پر ابھارتی تھی بقول ہمفرے۔ شیخ محمد نے اس عورت سے متعہ کیا تھا۔ آگے چل کر لکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ میں باہر اور صفیہ اندر سے محمد بن عبدالوہاب کو اپنے آئندہ پروگراموں کیلئے تیار کر رہے تھے۔ صفیہ نے احکام دین کی پامالی اور آزادی رائے کا پرکیف مزہ محمد کو چکھا دیا تھا۔ اعترافات ص۵۵

اور اب اس پر نقاہت کا عالم طاری ہے اور چہرے کی آب و تاب ختم ہو چکی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ میں اور صفیہ پوری طرح محمد پر چھا چکے تھے [1]

آگے چل کر ہمفرے ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے۔

"ایک دفعہ میں نے اس سے کہا نماز واجب نہیں

اس نے پوچھا کیوں؟

میں نے کہا اس لئے کہ خداوند قدوس نے قرآن میں کہا ہے (اقم الصلوٰۃ لذکری) مجھے یاد کرنے کے لئے نماز قائم کرو پس نماز کا مقصد ذکر الٰہی ہے اور تمہیں چاہئے کہ تم اس کا نام اپنی زبان پر جاری رکھو۔

محمد نے کہا ہاں میں نے سنا ہے کہ بعض علماء دین نماز کے وقت اللہ کے نام کی تکرار شروع کر دیتے ہیں اور نماز ادا نہیں کرتے ہیں۔ میں محمد کے اس اعتراف سے بہت زیادہ خوش ہوا مگر احتیاطاً کچھ دیر میں نے اسے نماز پڑھنے کی تلقین بھی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے نماز کی پابندی چھوٹ گئی۔ اب وہ کبھی نماز پڑھتا اور کبھی نہ پڑھتا خاص طور سے صبح کی نماز اس نے ترک ہی کر دی تھی۔ ہم لوگ رات کو دیر تک جاگتے جسکی وجہ سے صبح اٹھنے اور وضو کرنے کی اس میں ہمت باقی نہیں رہتی تھی۔ [2]

قصہ مختصر آہستہ آہستہ میں محمد کے بدن سے ایمان کا لبادہ اتارنے میں کامیاب ہو گیا [3]

اس دن کے بعد سے میرا مقصد محمد بن عبدالوہاب کو رہبری اور پیشوائی کی فکر دینا ہو گیا۔ مجھے اس کے قلب و روح میں اتر کر شیعہ سنی فرقوں کے علاوہ اسلام میں ایک تیسرے فرقے کی سربراہی کی پیشکش کو اس کے لئے قابل عمل بنانا تھا۔ [4]

ایک دن میں نے اس سے ایک جھوٹا خواب بیان کیا اور کہا۔

---

۱ ہمفرے کے اعترافات ص۵۸ ۔ ۲ ایضاً ص۶۰-۵۹ ۔ ۳ ایضاً ص۶۰ ۔ ۴ ایضاً ص۶۱

رات میں نے جناب ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بالکل اسی سراپا کے ساتھ کرسی پر بیٹھا دیکھا جیسے ذاکرین اور واعظین منبروں پر بیان کرتے رہتے ہیں بڑے بڑے علماء اور بزرگانِ دین نے جن سے میری کوئی واقفیت نہیں تھی۔ چاروں طرف سے ان کو گھیر رکھا تھا۔ ایسے میں میں نے دیکھا کہ اچانک تم اس مجمع میں داخل ہو گئے تمہارے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ جب تم رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پہنچے تو انھوں نے کھڑے ہو کر تمہاری تعظیم کی اور ماتھا چوما اور کہا "اے میرے ہمنام محمد! تم میرے علم کے وارث اور مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کو سنوارنے میں میرے جانشین ہو۔"

یہ سن کر تم نے کہا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں پر اپنے علم کو ظاہر کرتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

جناب رسالتمآب نے فرمایا! خوف کو اپنے دل میں جگہ نہ دو کیونکہ جو کچھ تم اپنے بارے میں سوچتے ہو اس سے کہیں زیادہ صاحبِ مرتبہ ہو۔"

محمد بن عبدالوہاب نے میرے اس من گھڑت خواب کو سنا تو خوشی سے پھولا نہیں سمایا۔ وہ بار بار مجھ سے پوچھتا تھا کیا تمہارے خواب سچے ہوتے ہیں؟ اور میں مسلسل اسے اطمینان دلاتا رہا۔ میں نے محسوس کیا کہ خواب کے تذکرے کے ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں نئے مذہب کے اعلان کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔" [1]

اس کے بعد ہمفرے اپنی رپورٹ پیش کرنے انگلستان جاتا ہے۔ بعد کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے ہمفرے لکھتا ہے۔

---

۱ ہمفرے کے اعترافات ص۶۴-۶۳

"اس کے بعد وزیر کی طرف سے مجھے عراق جانے کا حکم ملا۔ میرا یہ سفر اس مقصد کے لئے تھا کہ میں محمد بن عبدالوہاب کو نئے دین کے اظہار کی دعوت پر آمادہ کروں۔ سکریٹری نے بار بار مجھے یہ تاکید کی کہ میں اس کے ساتھ بڑی درایت و ہوشیاری سے پیش آؤں اور مقدماتِ امور کی آمادگی میں ہرگز حدِ اعتدال سے آگے نہ بڑھوں کیونکہ عراق و ایران سے موصول ہونے والی رپورٹوں کی بنیاد پر سیکریٹری کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ محمد بن عبدالوہاب قابلِ بھروسہ اور نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگراموں کو روبعمل لانے کے لئے مناسب ترین آدمی ہے۔ [۱]

اس کے بعد سیکریٹری نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں محمدؐ کے ساتھ بالکل واضح اور دو ٹوک الفاظ میں گفتگو کرنی ہے کیونکہ ہمارے عمال اصفہان میں اس سے بڑی صراحت کے ساتھ پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں اور وہ ان کی باتوں کو مان چکا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اسے عثمانی حکومت کے مقامی عمال، علماء اور متعصب لوگوں کے ہاتھوں آنے والے خطرات سے بچا لیا جائے اور اس کی حمایت اور تحفظ کا بھرپور انتظام کیا جائے کیونکہ اس کی دعوت ظاہر ہوتے ہی ہر طرف سے اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی اور خطرناک صورتوں میں اس پر حملے کئے جائیں گے۔

حکومتِ برطانیہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اسلحے سے اچھی طرح لیس کرنے کے بعد ضرورت کے موقع پر اس کی مدد کی تائید کی تھی اور شیخ ہی کی مرضی کے مطابق جزیرۃ العرب میں نجد کے قریب علاقے کو اسکی حاکمیت کا پہلا مقام قرار دیا تھا۔" [۲]

ہمفرے اپنی آپ بیتی واردات بیان کرتے ہوئے، آگے لکھتا ہے۔

۱۔ ہمفرے کے اعترافات ص۱۲۷-۱۲۸ ۲۔ ایضاً ص۱۲۸

" بہرحال شیخ کی موافقت کی خبر سنکر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں نے سیکریٹری سے صرف یہ سوال کیا کہ میری آئندہ کی ذمہ داریاں کیا ہوں گی ؟ مجھے اس کے بعد کیا کرنا ہوگا اور شیخ سے کس قسم کا کام لینا ہوگا نیز یہ کہ میں اپنے فرائض کا کہاں سے آغاز کروں؟

سیکریٹری نے جواب دیا۔ نوآبادیاتی علاقوں کی وزارتوں نے تمہارے وظائف کو بڑی وضاحت سے متعین کیا ہے اور ان امور کا القاء ہے جسے شیخ کو تدریجاً انجام دینا ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ اس کے مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر اور ان کے مال، عزت، آبرو کی بربادی کو روا سمجھنا۔ اس ضمن میں گرفتار کئے جانے والے مخالفین کو بردہ فروشی کی مارکیٹ میں کنیز و غلام کی حیثیت سے بیچنا۔

۲۔ بت پرستی کے بہانے بصورتِ امکان خانہ کعبہ کا انہدام اور مسلمانوں کو فریضۂ حج سے روکنا اور حاجیوں کے جان و مال کی غارتگری پر قبائلِ عرب کو اکسانا۔

۳۔ عرب قبائل کو عثمانی خلیفہ کے احکامات سے سرتابی کی ترغیب دینا اور ناخوش لوگوں کو ان کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنا۔ اس کام کیلئے ایک ہتھیار بند فوج کی تشکیل، اشراف حجاز کے احترام اور اثر و نفوذ کو توڑنے کے لئے انہیں ہر ممکن طریقے سے پریشانیوں میں مبتلا کرنا۔

۴۔ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرک و بت پرستی کے آداب و رسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کی تاراجی۔

۵۔ جہاں تک ہو سکے اسلامی ممالک میں فتنہ و فساد، شورش اور بدامنی کا پھیلاؤ۔

۶۔ قرآن میں کمی و بیشی پر شاہد احادیث و روایات کی رو سے ایک جدید قرآن کی نشر و اشاعت۔

سیکریٹری نے اپنے اس چھ نکاتی پروگرام کی تشریح کے بعد جسے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو انجام دینا تھا اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا، کہیں اس پروگرام کی دشواریاں تمہیں گھبراہٹ میں مبتلا نہ کر دیں، ہم سب کا یہ فرض ہے کہ اسلام کی تباہی کا بیج اس سرزمین میں بکھیر دیں تاکہ ہماری آئندہ آنے والی نسل اس راہ پر آگے بڑھے اور کسی فیصلہ کن نتیجے پر پہنچ سکے۔ برطانیہ کی حکومت ہماری اس صبر آزما دراز مدت کوششوں سے واقف ہے کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یکہ و تنہا اپنے اس تباہ کن انقلاب کو برپا نہیں کیا محمد بن عبدالوہاب بھی (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح ہمارے پیشِ نظر انقلاب کو شعلہ ور کر سکے گا۔

اس ملاقات کے کچھ دن بعد میں نے وزیر اور سیکریٹری سے سفر کی اجازت مانگی اور پھر گھر والوں اور دوستوں کو وداع کہا .... شیخ سے اس کے گھر پر ملا۔ اس کے چہرے پر تھکاوٹ اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے اس موضوع پر گفتگو مناسب نہیں سمجھی۔ لیکن جلد ہی مجھے پتہ چل گیا کہ اس نے دوسری شادی رچالی ہے اور جنسی روابط میں افراط سے کام لے کر اپنی طاقت کھو بیٹھا ہے میں نے اس بارے میں اسے نصیحتیں کیں اور بتایا کہ ابھی ہم دونوں کو مل کر بہت سے امور انجام دینے ہیں ..... نجد کے رہنے والے مجھے شیخ محمد بن عبدالوہاب کا غلام سمجھتے تھے (کیونکہ اسی طور پر اس کا تعارف کرایا گیا تھا) یہاں یہ بھی بتانا ضروری ہوگا کہ اس مقام پر شیخ کی دعوت کا سامان فراہم کرنے میں ہمیں

دو سال کا عرصہ لگا۔ ۱۱۴۳ھ کے اواسط میں محمد بن عبدالوہاب نے جزیرۃ العرب میں اپنے نئے دین کے اعلان کا حتمی ارادہ کیا اور اپنے دوستوں کو اکٹھا کیا جو اس کے ہم خیال تھے اور اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر چکے تھے۔ ابتدا، میں صرف اپنے خاص اصحاب اور مریدوں کے دائرہ میں چند مبہم اور غیر واضح الفاظ میں بڑے اختصار کے ساتھ اس دعوت کا آغاز ہوا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد نجد کے ہر طبقہ خیال کے افراد کو بڑے پیمانے پر دعوت نامے بھیجے گئے۔ آہستہ آہستہ ہم نے پیسہ کے زور پر شیخ کے اطراف اس کے افکار کی حمایت میں ایک بڑا مجمع اکٹھا کیا اور انھیں دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی تلقین کی۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جزیرۃ العرب میں شیخ کی دعوت کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ اس کے دشمنوں اور مخالفوں کی تعداد بھی بڑھنے لگی۔

جلد ہی رکاوٹوں اور دشمنیوں کا سلسلہ اس منزل تک پہنچا کہ شیخ کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ خاص طور پر نجد میں اس کے خلاف بڑی خطرناک باتیں پھیلی ہوئی تھیں، میں نے بڑی قاطعیت کے ساتھ اسے جمے رہنے کی ترغیب اور اس کے ارادے کو سست نہیں ہونے دیا میں ہمیشہ اس سے کہتا تھا:۔ بعثت کے ابتدائی دنوں میں اللہ کے رسول حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمن تمہارے دشمنوں سے بدرجہا زیادہ طاقتور تھے مگر آپ ان کی پیدا کردہ دشواریوں اور مصیبتوں کو بڑے تحمل کے ساتھ جھیلتے رہے۔ ان اذیتوں، تہمتوں اور دشنام طرازیوں کو سہے بغیر کسی بڑی راہ پر گامزن ہونا اور بلندیوں کو چھونا ناممکن ہے، کوئی پیشوا اور کوئی رہبر ان دشواریوں سے دامن چھڑا نہ سکا۔

اس طرح ہم نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا اور خطرناک دشمنوں کے مقابل آئے۔ جنگ و گریز اس مبارزہ میں ہماری حکمتِ عملی تھی۔ ہمارے

کامیاب پروگراموں میں سے ایک پروگرام شیخ کے دشمنوں کو پیسہ کے ذریعے توڑنا تھا۔ ہمارے یہ تنخواہ دار اب مخالفین کی صف میں رہ کر ہمارے لئے جاسوسی کرتے تھے۔ اور ان کے ارادوں سے ہمیں آگاہ رکھتے تھے۔ ہم اپنے ان بظاہر دشمن ساتھیوں کی اطلاعات کے ذریعے مخالفوں کی تمام اسکیموں کو نقش برآب کیا کرتے تھے۔ مثلاً ایک بار میں نے سنا کہ چند آدمیوں کے ایک گروہ نے شیخ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے میں نے فوری اقدامات کے ذریعہ اس قتل کی سازش کو ناکام بنا دیا اور اس گروہ کو اتنا رسوا کیا کہ بات شیخ کے حق میں تمام ہوئی اور لوگوں نے دہشت گردوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔

آخر کار شیخ محمد بن عبدالوہاب نے مجھے یہ اطمینان دلایا کہ وہ نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے چھ نکاتی پروگرام کو روبہ عمل لانے میں اپنی پوری کوشش کرے گا۔ تاہم اس نے دو نکات کے بارے میں خاطر خواہ جواب نہیں دیا ان میں سے ایک مکہ پر تصرف کرنے کے بعد خانۂ کعبہ کا انہدام تھا۔ شیخ کے نزدیک یہ ایک بیہودہ اور خطرناک کام تھا کیونکہ اہلِ اسلام اتنی جلدی اس کے دعویٰ کو تسلیم کرنے والے نہیں تھے۔ اور یہی صورت حج کو بت پرستی قرار دینے کی تھی۔ اور دوسرا امر جو اس کے بس سے باہر تھا وہ ایک جدید قرآن کی نگارش تھی۔ وہ قرآن کے مقابل نہیں آنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مکہ اور استنبول کے حکام سے بہت خائف تھا۔ اور کہتا تھا اگر میں نے کعبہ ڈھا دیا اور نئے قرآن کی نگارش کی تو اس بات کا خطرہ ہے کہ عثمانی حکومت ایک بڑی فوج میری سرکوبی کے لئے عربستان بھیجے اور ہم اس پر پورے نہ اتر سکیں میں نے اس کے عذر کو معقول سمجھا اور اندازہ لگایا کہ اس دور کی سیاسی اور مذہبی فضا اس بات کی متقاضی نہیں ہے۔

محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے برسوں بعد جب چھ نکاتی پروگرام کامیابی کی پوری منزلیں طے کر چکا تو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے ارادہ کیا کہ اب سیاسی اعتبار سے بھی جزیرۃ العرب میں کوئی کام ہونا چاہیئے یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے عمال سے محمد بن سعود[1] کو محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ اشتراک عمل پر مامور کیا۔ اور اس کام کے لئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس خفیہ طور پر ایک نمائندہ کو بھی بھیجا تاکہ وہ اس کے سامنے حکومتِ برطانیہ کے مقاصد کی توضیح کرے اور محمدین[2] کے اشتراک عمل پر زور دے اور تاکید کرے کہ دینی امور کے فیصلے کلی طور پر محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ میں ہوں گے اور سیاسی امور کی نگرانی محمد بن سعود کی ذمہ داری ہوگی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کا ہدف مسلمانوں کے جسم و جان دونوں پر اپنا اثر قائم کرنا تھا اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سیاسی حکومتوں سے دینی حکومتیں زیادہ دیرپا اور طاقتور رہی ہیں۔

اس طرح دینی اور سیاسی شخصیتوں کے اتحاد عمل کے نتیجے میں انگریزوں کا بھلا ہو رہا تھا اور ہر آنے والا دن اس بھلائی میں اضافہ کر رہا تھا۔ ان دونوں رہبروں نے نجد کے قریب "درعیہ شہر" کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت خفیہ طور پر جی کھول کر ان کی مالی اعانت کرتی رہی۔ مذکورہ وزارت کی پلاننگ کے تحت حکومت کو بظاہر کچھ غلام خریدنے تھے جو دراصل نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت ہی کے کچھ آدمی تھے جنہیں عربی زبان پر عبور حاصل تھا اور جو صحرائی جنگوں کے فنون سے واقف تھے۔ ان تمام باتوں کا انتظام بھی ہماری حکومت نے کیا تھا میں نے ان افراد کے اشتراک عمل سے جو تعداد میں گیارہ تھے اس اسلامی حکومت کی

۱۔ سعودی خاندان کا مورث اعلیٰ جس نے ۱۱۴۷ھ میں وہابی مذہب اختیار کیا اور حکومتِ برطانیہ کی طرف سے نجد کا حکمراں بنا ۱۱۷۹ھ میں موت سے ہمکنار ہوا۔ ۲۔ یعنی محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود۔

دینی اور سیاسی راہیں معین کیں، دونوں "محمد" اپنے فرائض سے بخوبی واقف تھے۔ اور ان معین کی جانے والی راہوں پر نپے تلے قدموں سے آگے بڑھ رہے تھے .... اس وقت ہم ان کے ساتھ اپنی دوستی کے معراج پر ہیں۔ مرکزی حکومت جزیرۃ العرب میں اپنا اثر و نفوذ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ اگر کوئی ناگوار حادثہ رونما ہوا تو بہت جلد اسلامی سرزمینوں پر بکھرے ہوئے یہ بیج تناور درختوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ ہمیں ان سے اپنے مطلوبہ پھل حاصل ہوں گے۔" [1]

اتنے طویل اقتباسات کے نقل کی ضرورت صرف اس لئے محسوس ہوئی تاکہ وہابی فرقہ اور بانیٔ فرقہ کی حقیقت اور شخصیت آفتاب نصف النہار کی طرح قارئین کی نگاہوں کے سامنے آجائے۔ کیا ہمفرے کے یہ تین سو سال قدیم اعترافات آج کے دینی اور سیاسی ماحول کے پیش نظر اپنی صداقت کا لوہا منواتے نظر نہیں آتے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

---

[1] ہمفرے کے اعترافات تلخیص ص ۱۳۶-۱۲۷

محمد بن عبدالوہاب کی کہانی، علمائے دیوبند کی زبانی

دیوبندی جماعت کے سرگرم مبلغ مولوی مطیع الحق، محمد بن عبدالوہاب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"محمد بن عبدالوہاب نجدی تیرہویں صدی کی ابتدا میں عرب کے صوبہ نجد میں ظاہر ہوا۔ اور چونکہ اس کے خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ تھے اس لئے اس نے اہلسنّت و جماعت سے جنگ و جدال اور قتل و قتال کیا اور ان کو جبراً اپنے خیالاتِ فاسدہ ماننے پر مجبور کرتا رہا۔ انکے اموال کو مالِ غنیمت اور حلال سمجھا، ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کیا۔ اہلِ حجاز کو عموماً اور حرمین شریفین کے رہنے والوں کو خصوصاً اس ظالم نے سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ سلفِ صالحین اور ان کے اتباع (ماننے والوں) کی شان میں نہایت بے ادبی اور گستاخی کے کلمات استعمال کئے۔ اس کے مظالم کی وجہ سے اکثر حضرات کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے ہجرت کرنا پڑی۔ اور ہزاروں مخلص اور سچے مسلمان اس کی اور اس کی فوج شقی کے تیغ ستم سے شہید ہوئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم باغی، خونخوار اور فاسق ترین شخص تھا۔ اس وجہ سے اہلِ عرب بالخصوص اور جملہ اہلِ اسلام بالعموم اس سے اور اسکے ماننے والوں سے سخت نفرت اور بغض رکھتے ہیں اتنی نفرت اور بغض نہ قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوسی سے، نہ ہنود سے اور یقیناً وہ اور اس کے ماننے والے اس سے بھی زیادہ نفرت و حقارت کے مستحق ہیں۔" [1]

دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام اور دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر المدرسین

---

[1] عقائدِ نجدیہ وہابیہ اور علمائے کرام دیوبند، از مطیع الحق، مولوی مکتبہ ضیاء العلوم دیوبند یوپی ص ۸-۵

مولوی حسین احمد ٹانڈوی کے تاثرات بھی لائق مطالعہ ہیں۔ وہ محمد بن عبدالوہاب کی شخصیت کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"محمد بن عبدالوہاب ابتدائے تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالاتِ باطلہ اور عقائدِ فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنّت و جماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال سمجھا کیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا........ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق تھا اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوسی سے نہ ہنود سے۔" [1]

"محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا جملہ اہلِ عالم اور تمام مسلمانانِ دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا اور ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔" [2]

دیوبندی جماعت کے مشہور محدّث انور شاہ کشمیری م ۱۳۰۳ھ کا قول فیصل ملاحظہ کیجئے۔

اما محمد بن عبدالوهاب النجدی	محمد بن عبدالوہاب نجدی
فکان رجلاً بلیداً قلیل العلم	وہ تو بہت بیوقوف اور کم علم آدمی
فکان یتسارع الی الحکم	تھا۔ مگر کفر کا حکم لگانے میں
بالکفر" [3]	بہت تیز تھا۔

یہ تو پرانے سرکردہ علماء دیوبند کے گرانقدر تاثرات تھے مگر ماضی قریب اور موجودہ علماء دیوبند کی سوچ و فکر کا زاویہ بدل چکا ہے اب تو محمد بن عبدالوہاب کی تائید و حمایت میں علمائے دیوبند کی طرف سے مستقل کتابیں تصنیف کی جارہی ہیں اور انکی تعریف و توصیف

[1] الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب ص ۴۲۔ [2] ایضاً ص ۴۲۔ [3] فیض الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱

میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جارہے ہیں۔ اب تو انھیں شیخ الاسلام، محی السنۃ، موید الملۃ کے بھاری بھر کم القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مولوی ابوالحسن ندوی، مولوی منظور نعمانی اور دیگر دیوبندی مکتب فکر کے مصنفین کی کتابیں اس پر شہادت ہیں۔ اپنے اسلاف کے اقوال سے روگردانی اور فکر و نظر میں تبدیلی کے اسباب کیا ہیں؟ مادہ پرستی اور ظاہرداری کے اس دور میں اسکی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

سرِدست ابوالحسن ندوی صاحب کی نیازمندی کی ہلکی سی جھلک ملاحظہ کیجئے۔ یہ وہ اقتباس ہے جسے انھوں نے مولوی منظور نعمانی کی موت پر ایک تعزیتی مضمون میں لکھا ہے۔

"مولانا (منظور نعمانی) نے شرک و بدعات کا جم کر مقابلہ کیا، ہندوستان کے مسلمانوں کو شرک و بدعات کے اثرات سے بچایا۔ بدعقیدگی، اشراک باللہ، عبادتِ قبور، استعانت لغیر اللہ، استغاثہ لغیر اللہ سے بچایا۔ ہندوستان جیسے ملک میں یہ کام بڑا خطرناک اور نزاکتوں سے بھرا ہوا تھا۔ عالم عربی میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور مصر و شام میں حسن البنّا اور دوسرے علما اٹھے تھے اور انھوں نے کام کیا۔" [1]

حالانکہ اس سے پہلے وہ ابن عبدالوہاب نجدی سے انتساب کو بھی ناگوار سمجھتے تھے۔ مشہور مورخ جناب محمد نجم الغنی خاں رامپوری لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کے وہابی اپنی جانوں کو ابن عبدالوہاب کی طرف منسوب کرنا نہیں چاہتے (وہ) اپنے مخالفوں و مقابلوں کو بدعتی کہتے ہیں اور ابن عبدالوہاب نجدی سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ نواب صدیق[2] حسن خاں نے بھی ابن عبدالوہاب کو برا کہا ہے۔" [3]

اس تضاد اور اسلاف کی مخالفت کے پیچھے۔
آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

[1] تعمیر حیات شمارہ ۱۰ مئی ۱۹۹۷ء ص ۹۔ [2] نواب صدیق حسن خاں ۱۸۳۲ء-۱۸۹۰ء جمعیت اہلحدیث کے ایک اہم ستون۔ [3] مذاہب الاسلام ص ۶۲۰

وہابی فرقہ کے چند بنیادی عقائد

۱۔ شانِ نبوت وحضرتِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانۂ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوتِ قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کرکے راہِ راست پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السّلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ۔ آپ کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ہے۔ ^۱

۲۔ نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کی حیات فقط اسی زمانے تک تھی جب تک وہ دنیا میں تھے۔ بعدازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔ ^۲

۳۔ وہابیہ سوائے علم احکام شرائع جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذاتِ سرور کائنات خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں۔ ^۳

۴۔ وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرکار کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں۔ اور اسی طرح اذکار اولیاء کرام رحمھم اللہ کو برا سمجھتے ہیں۔ ^۴

۵۔ وہابیہ دُرود وسلام کی کثرت اور دلائل الخیرات شریف، قصیدہ بردہ اور قصیدہ ہمزیہ جیسی کتابوں کے پڑھنے اور اس کے ورد کو سخت ناپسندیدہ بلکہ شرک جانتے ہیں۔ ^۵

۶۔ شیخ نجدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھنے کو سخت ناپسند

---

^۱ الشہاب الثاقب ص۴۷۔ ^۲ ایضاً ص۴۵۔ ^۳ ایضاً ص۶۷۔ ^۴ ایضاً ص
^۵ ؍ ؍ ص۶۶

کرتا تھا۔ دُرود شریف سننے سے اس کو تکلیف ہوتی تھی۔ ^۱

۷۔ ایک نابینا خوش الحان موذن کو اس نے درود شریف پڑھنے کے جرم میں قتل کروادیا۔ ^۲

۸۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "طارش" کہا کرتا تھا۔ اور نجد کی لغت میں طارش چٹھی رساں یا الیچی کو کہتے ہیں۔ ^۳

۹۔ کہا کرتا تھا کہ کسی فاحشہ عورت کے کوٹھے میں ستار بجانے سے اس قدر گناہ نہیں ہے جس قدر گناہ مسجد کے میناروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پاک پڑھنا ہے۔ ^۴

۱۰۔ اس نے فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابیں جلوا ڈالی تھیں۔ ^۵

۱۱۔ زیارتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحضوری آستانہ شریفہ وملاحظۂ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے۔ اس نیت سے سفر کرنا محظور اور ممنوع جانتا ہے لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد ان کا مستدل ہے بعض ان میں سے سفرِ زیارت کو معاذاللہ تعالیٰ زنا کے درجے کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذاتِ اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو نہیں پڑھتے نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔ ^۶

۱۲۔ وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم پہنچا دیتے ہیں۔ ^۷

۱۳۔ وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو قبیح، بدعت کہتے ہیں اور علیٰ ھٰذا القیاس اذکار اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ ^۸

جن لوگوں کے ایسے عقائد ہوں بھلا انھیں کیا کہا جائے؟ آپ خود غور کریں۔

اے قاسمی وہ دھوم تھی نجدی کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

---

^۱ خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام ص۳۲۰۔ ^۲ ایضاً ص۳۲۰ ^۳ ^۴ ^۵ تاریخ نجد وحجاز ص۱۵۱
^۶ الشہاب الثاقب ص۴۵-۴۶۔ ^۷ ^۸ ایضاً ص۶۷

وہابی دیوبندی اتحاد

کھل ہی جائیگا بھرم انکے تقدس کا فراز ؛؛ پارساؤں کی جو روداد کھنگالی جائے

ہندوستان میں وہابیت مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ذریعے آئی۔ مولینا امجد علی صاحب قادری وہابیت کی تاریخی اور اعتقادی حیثیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

" وہابی ایک نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ اس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا جس نے تمام عرب خصوصًا حرمین شریفین میں بہت شدید فتنے پھیلائے۔ علماء کو قتل کیا۔ صحابہ کرام و ائمہ و علماء شہداء کی قبریں کھود ڈالیں۔ روضۂ انور کا نام صنم اکبر رکھا تھا، یعنی بڑا بت اور طرح طرح کے ظلم کئے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسے خارجی بتایا اس عبدالوہاب کے بیٹے نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "کتاب التوحید" رکھا۔ اس کا ترجمہ ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے کیا، جس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی"۔ ۱ہ

تقویۃ الایمان ہی وہ کتاب ہے جس نے ملی وحدت میں عمودی شگاف پیدا کیا اور پھر اس سے نئے نئے زاویئے پیدا ہوتے گئے۔ اس میں انتشار و اختلاف کی تخم ریزی کی تاثیر اتنی واضح تھی کہ اس کا اعتراف اسکے مداحوں کو بھی ہے۔

مشہور دیوبندی محقق مولوی احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں۔

" افسوس ہے کہ اس کتاب تقویۃ الایمان جس کی وجہ سے مسلمانانِ ہندو پاک جس کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریبًا نوے فیصد حنفی المسلک ہیں دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام ایک مسلک کے ماننے والوں

۱ہ بہار شریعت ۱/۶۳

میں موجود نہیں"۔ ۱ہ

اس کتاب کا دوسرا حیرت ناک پہلو یہ ہے کہ یہ کتاب اس کے معتقدین کے نزدیک ردّ شرک میں سب سے بہترین شاہکار ہے۔ لیکن اس کی سب سے پہلی اشاعت خالص مسیحی تثلیث کے ترجمان ادارہ "رائل ایشیاٹک سوسائیٹی" کے زیر اہتمام عمل میں آئی۔

ڈاکٹر قمر النساء ایم، اے، پی، ایچ، ڈی، اپنی تصنیف "العلامہ فضلِ حق خیر آبادی" میں لکھتی ہیں۔

تقویۃ الایمان پہلی بار (کلکتہ) رائل	شاع کتاب تقویۃ الایمان
ایشیاٹک سوسائٹی نے چھاپی اور	اولا من رائل ایسیاٹک
پروفیسر محمد شجاع الدین صدر	سوسائیٹی وقد اعترف
شعبۂ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور	البروفیسر محمد شجاع الدین
نے اپنے ایک خط میں جو انھوں نے	المتوفی سنۃ ۱۹۶۵ء رئیس قسم التاریخ
لاہور پروفیسر خالد بزمی کو	بکلیۃ دیال سنگھ بلاھور فی
لکھا تھا، یہ اعتراف کیا ہے کہ	مکتوبہ الی البروفیسر خالد
انگریزوں نے تقویۃ الایمان	البزمی بلاھور ان الانجلیزین
مفت تقسیم کی۔	قد وزعوا کتاب تقویۃ الایمان
	بغیر ثمن" ۲ہ

تثلیث کے علمبرداروں کو ردّ شرک اور توحید خالص کی یہ اعلیٰ کتاب اتنی اچھی لگی کہ اسکی دوبارہ اشاعت لندن میں ہوئی۔

سر سید احمد خاں لکھتے ہیں۔

" جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا

۱ہ انوار الباری ۱۱/۱۰۷ ۲ہ العلامہ فضل حق الخیر آبادی ص۱۸۶

انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ ج ۱۳ ۱۸۵۲ء
میں چھپا" [۱]

حیرت پر بھی سکتہ طاری ہے کہ فرزندانِ توحید کے بدترین دشمن توحید خالص اور شرک کی تردید پر مشتمل کتاب کی اشاعت سرکاری سطح پر کس والہانہ اور مجاہدانہ انداز میں کر رہے ہیں؟ آخر بات کیا ہے۔

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یہ دراصل اس کارنامہ کا صلہ اور انعام تھا جو اس تصنیف کے پس پشت کارفرما ہے۔ یعنی اختلافِ امت کے زہریلے جراثیم کی تخم ریزی۔

ابھی مولوی احمد رضا بجنوری کا "اعتراف" گزرا۔ اب اس مقصدی عنصر کا اعتراف خود مصنف کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑبھڑ کر خود ٹھیک ہو جائینگے" [۲]

اتنی تفصیل کے بعد مکتب دیوبند کے چند ذمہ داروں کی تحریریں دیکھئے کس انداز میں وہ شیخ نجدی کے بارے میں تبصرہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی عقیدت و محبت کا اظہار بھی۔

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔

"محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا۔ اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی، شافعی مالکی، حنبلی ہے" [۳]

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"اس وقت اور اس اطراف میں "وہابی" متبع سنت اور دیندار

---

[۱] مقالاتِ سرسید ۹/۱۷۸۔ [۲] ارواحِ ثلثہ ص۱۷۔ [۳] فتاویٰ رشیدیہ ج۱ کتاب التقلید ص۱۱۱

کو کہتے ہیں" [۱]

مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک مرتبہ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

"بھائی! یہاں "وہابی" رہتے ہیں، یہاں فاتحہ نیاز کیلئے کچھ مت لایا کرو" [۲]

دیوبندی جماعت کے مشہور عالم اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث جناب مولوی زکریا صاحب اور اسی جماعت کے ایک دوسرے عالم مولوی منظور نعمانی دونوں نے اپنی ایک آپسی گفتگو میں اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا۔

مولوی نعمانی۔

"ہم بڑے سخت وہابی ہیں"

مولوی زکریا۔

"میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں" [۳]

الغرض اوپر سے نیچے تک سب کے سب اس بات کے معترف ہیں کہ ہم وہابی ہیں اور اعتراف و اقرار ہی نہیں بلکہ اسے عملی جامہ بھی پہنایا ہے اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ جو عقائد و نظریات شیخ نجدی کے تھے۔ ٹھیک وہی عقائد و نظریات اسیرانِ دیوبند کے بھی ہیں۔ جو طریقِ کار اس کا وہی ان کا۔ جس طرح سے اس نے اپنی دعوت کی اساس خالص توحید پرستی اور تکفیر مسلمین پر رکھی بعینہٖ انکی دعوت کی بنیاد بھی انھیں چیزوں پر ہے۔

ان ناقابلِ تردید حقائق و شواہد کی روشنی میں اب دیوبندی مکتبۂ فکر کے کسی بھی فرد کو اس حقیقت کے اعتراف سے انکار کی گنجائش نہ ہوگی کہ وہ بھی "وہابی" ہے کیونکہ ائمہ نے جب تسلیم کرلیا ہے تو مقتدی بہرحال اسی صف میں کھڑے ہوں گے۔

اگر زحمت نہ ہو تو اب یہاں پلٹ کر ایک بار پھر مولوی حسین ٹانڈوی کا وہ اقتباس پڑھ لیجئے جو انھوں نے "وہابی ازم" کے سربراہ کا تعارف کراتے ہوئے تحریر کیا ہے

---

[۱] فتاویٰ رشیدیہ ج۲ ص۱۱۔ [۲] اشرف السوانح ۱/۴۵۔ [۳] سوانح مولانا یوسف ص۱۹۲

تاکہ اس متضاد تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائیں اور حقیقت کے پہچاننے میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

........الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار و فاسق تھا۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوسی سے نہ ہنود سے۔" [1]

وہابی دیوبندی دعوت میں مشابہت

دیوبندی اور وہابی فرقوں کے مابین اعتقادی وحدت کی بنیادوں کو سمجھنے کے لئے شیخ نجدی کی دعوت اور طریقۂ دعوت سے متعلق چند اقتباسات ملاحظہ کریں۔

" جزیرۂ عرب سے باہر مثلاً مصر، شام، عراق، ہندوستان اور یمن وغیرہ کے علماء کو بھی خط لکھے۔ زیادہ تر خطوط میں لوگوں پر دلائل و براہین قائم کرتے۔ شرک و بدعت میں ملوث لوگوں کو یاد دہانی کتاب و سنّت کی طرف رجوع، توحید خالص کی دعوت اور بدعات و خرافات کے خلاف جہاد کرنے پر زور دیتے۔" [2]

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے حوالے سے شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت کے مصنف لکھتے ہیں۔

" شیخ محمد بن عبدالوہاب جس دعوت کو لے کر اٹھے تھے وہ اللہ کے دین کے غلبہ توحید کی طرف لوگوں کی صحیح رہنمائی، نیز لوگوں نے عقیدۂ توحید کے ساتھ ساتھ جن خرافات و بدعات کو شامل کرلیا تھا ان کے انکار و مخالفت کی دعوت تھی، ساتھ ہی لوگوں کو حق اختیار کرنے اور باطل سے دور رہنے کی بھرپور کوشش کی۔ انھیں معروف

---

[1] الشہاب الثاقب ص۴۲۔ [2] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت ص۶۲-۶۱

کا حکم دینا اور منکرات سے روکنا ہی آپ کی دعوت کا خلاصہ ہے۔" [1]

مولانا مسعود ندوی لکھتے ہیں۔

"..... شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت میں توحید اور ترکِ بدعات کو زیادہ اہمیت حاصل تھی" [2]

حریملا کی واپسی کے بعد انھوں نے بدعات کے استیصال اور توحید و اخلاق کے عام کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا، دعوت کی بنیاد توحید پر رکھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا بول بالا ان کا شعار تھا" [3]

اب اخیر میں شیخ نجدی کی دعوت کی کہانی خود انھیں کی زبانی سنئے۔

اِن ھذا الذی قمتہ ودعوت الیہ کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ وارکان الاسلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر [4]

میں جس چیز کو لے کر اٹھا ہوں اور جس چیز کی طرف دعوت دے رہا ہوں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ارکان اسلام اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت ہے۔

اس دعوت کی فکری شدت کا یہ عالم تھا کہ اپنے سوا سب مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ حضرت قاضی شوکانی یمنی لکھتے ہیں۔

" وہابیوں کا خیال ہے کہ جو مسلمان فرمانروائے نجد کے زیر تصرف اور اس کے تابع نہ ہو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے" [5]

ابھی تک آپ نے نجدی تحریک کی اعتقادی اور دعوتی فکر کے بارے میں ان کے معتمد حضرات کے حوالے سے پڑھا۔ اب دیوبندی جماعت کے ذمہ داروں کی بھی نمائندہ تحریریں پڑھیے اور قدر مشترک کا اندازہ کیجیے۔ سید احمد رائے بریلوی جن کے متبع خاص مولوی اسمٰعیل دہلوی تھے اور جن کی جماعتی اہمیت کے لئے سید سلیمان ندوی کا یہ اقتباس کافی ہوگا۔ ندوی صاحب لکھتے ہیں۔

---

[1] محاضرۃ الشیخ بن باز ص۴۲-۴۳ بحوالہ کتاب مذکور ص۸۷۔ [2] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۱۶
[3] شیخ محمد بن عبدالوہاب اور انکی دعوت ص۲۳۔ [4] ایضاً ص۲۹۔ [5] حاشیہ صادی علی الجلالین ص۳۰۸

"سید (احمد رائے بریلوی) صاحب اور مولوی (اسماعیل) شہید دونوں بزرگ تجدید دین کی تحریک کے امام تھے"۔ ؎۱

ان کا تذکرہ کرتے ہوئے مولوی مسعود عالم ندوی عقیدت بھرے انداز میں لکھتے ہیں۔

"سید صاحب کی دعوت خالص کتاب و سنت کی دعوت تھی۔ بدعت و شرک کو مٹانا ان کا مشن تھا۔ وہ دین محمدی میں عہدِ فاروقی کی پاکیزگی اور شوکت پیدا کرنا چاہتے تھے۔

توحید خالص کی تبلیغ، قبر پرستی کا استیصال، مراسم تعزیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا اور نکاحِ بیوگاں کی ترویج ان کی دعوت کے اہم اجزا تھے"۔ ؎۲

مشہور مؤرخ حکیم نجم الغنی رامپوری لکھتے ہیں۔

"چنانچہ سید احمد صاحب ساکن رائے بریلی ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء میں بعد الفراغ حج ہندوستان کو آئے تو ارادہ کیا کہ شمالی ہندوستان کا اسلام درست کریں لوگوں نے سادات جان کر تعظیم کی اور اپنا مقتدا تسلیم کیا۔ یہ تمام شمالی ہند میں اپنے مقلدین بنانے کے لئے پھرتے تھے۔ پٹنہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور دہلی پہنچے۔ مولوی اسماعیل ان کے بہت بڑے مقلد ہوئے"۔ ؎۳

مزید آگے لکھتے ہیں۔

"سعود نجدی اور سید احمد نے جو کام تلوار سے نہیں کیا تھا وہ بوجہ ارزانی چھاپ کے لوگوں نے قلم سے کیا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو صراطِ مستقیم اور تقویۃ الایمان میں لکھا ہے اس کا اثر لوگوں پر پڑتا ہے مولوی صاحب ردِّ شرک و بدعت کے جوش میں بعض باتیں ایسے لہجے

؎۱ سیرت سید احمد شہید۔ بحوالہ ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک ص۳۲ ؎۲ ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک ص۲۹۔ ؎۳ مذاہب الاسلام ص۶۱۱۔

میں لکھ گئے ہیں جن کی وجہ سے وہ لوگ جو ان کے طریق پر نہیں ان کو مطعون کرتے ہیں"۔ ؎۱

مولوی فضل احمد مفتئ شہر لودھیانہ لکھتے ہیں کہ۔

"وہابیہ کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک تو وہ ہیں جنہوں نے علانیہ ہم سے جدائی اختیار کرلی اور اجماعِ امت سے علیحدہ ہو کر تقلید شخصی کا انکار کر دیا۔ ان سے ہم کو کچھ سروکار نہیں مگر دوسری قسم کے وہابیہ ان کا فتنہ نہایت عظیم اور ضرر رساں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مقلد اور پکے حنفی ہیں اور تقلید امام کو تمام اصول و فروع میں واجب سمجھتے ہیں مگر عقائد میں اکثر غیر مقلدوں سے بالکل متفق ہیں"۔ ؎۲

یہ اقتباسات نجدیت اور ہندوستانی وہابیت اور دیوبندیت کے گہرے رشتے کو خوب آشکارا کرتے ہیں۔ اب ان پر مہر تصدیق ثبت کرنے کیلئے ان کے عقائد کی مختصر فہرست ملاحظہ کیجئے۔

دیوبندی عقائد

سب سے پہلے ہندوستان میں وہابیت کی داغ بیل ڈالنے والے

"مولوی اسمٰعیل دہلوی"

کی کتابوں سے ان کے عقائد پیش ہیں

خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ ؎۳

اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے۔ ؎۴

ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار

؎۱ مذاہب الاسلام ص۶۱۳۔ ؎۲ ایضاً ص۶۲۲۔ ؎۳ رسالہ یک روزی ص۱۴۵۔ ؎۴ تقویۃ الایمان ص۲۶

سے بھی ذلیل ہے۔ [1]

رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر؟ [2]

رسولِ خدا مر کر مٹی میں مل گئے [3]

رسولِ خدا کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ [4]

جس کا نام محمد یا علی ہو وہ کسی چیز کا مختار نہیں [5]

(نماز کی حالت میں) زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔ [6]

اولیاء کرام و امام زادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ [7]

مذکورہ عبارات میں قلم کا تیور دیکھئے اور پھر ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ اس کی کاری ضرب کہاں کہاں پڑ رہی ہے؟

ہندوستان میں وہابیت کے بانی کی تحریریں تو آپ نے پڑھ لیں۔ اب دیوبندیت کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کی تحریریں بھی دیکھئے۔

مولوی نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔

" انبیاء اگر اپنی امتی سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔" [8]

تنقیص رسول کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ امتی کو اپنے رسول سے

---

[1] تقویۃ الایمان ص۱۹۔ [2] ایضاً [3] ایضاً ص۵۷۔ [4] ایضاً ص۵۷۔ [5] ایضاً ص۵۲
[6] ایضاً ص۹۷۔ [7] ایضاً ص۸۷ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔ [8] تحذیر الناس ص۵ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند

بڑھا دیا جائے! مگر اسی پر بس نہیں!!

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

② .... اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے [1]

دیوبندی جماعت کے دیگر سرکردہ علماء کی عبارتیں بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

" مولوی خلیل احمد انبیٹھوی" اپنی کتاب " براہین قاطعہ" میں لکھتے ہیں۔

③ " الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیاطین و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ [2]

" مولوی اشرف علی تھانوی" اپنی کتاب "حفظ الایمان" میں لکھتے ہیں۔

④ پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید، عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔" [3]

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے اپنے ایک قلمی فتویٰ میں اللہ تعالیٰ سبحانہ کیلئے امکان کذب پھر وقوع کذب (جھوٹ بولنا) کو صحیح مانا ہے۔ انکی عبارت ملاحظہ ہو۔

⑤ لہٰذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہو ..... البتہ قدرت علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے" [4]

---

[1] تحذیر الناس ص۲۵۔ [2] براہین قاطعہ ص۵۵۔ [3] حفظ الایمان ص۸۔
[4] سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ ص۱۳۳۔

پہلی عبارت میں عمل میں امتی کو رسول سے بڑھا دیا گیا ہے۔ دوسری عبارت میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے کا انکار ہے۔ تیسری عبارت میں شیطان لعین کے علم کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک سے زیادہ وسیع تسلیم کیا گیا ہے۔ چوتھی عبارت میں رسولِ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں پاگلوں اور چوپایوں سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ اور پانچویں عبارت میں سبوح وقدوس معبود حقیقی کے لئے جھوٹ بولنا ممکن پھر واقع مانا گیا ہے۔

یہ عبارتیں اسلام کے مسلمہ عقائد اور اصول کی نفی کرتی ہیں یا نہیں؟ اور ان میں شدید اور واضح توہین کا عنصر موجود ہے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ ہر سلیم الطبع مرد مومن کر سکتا ہے۔ سر دست مجدد الف ثانی کے خانوادے کے ایک بزرگ مولینا ابو الحسن زید فاروقی دہلوی کی رائے گرامی ملاحظہ کیجئے۔ فاروقی صاحب لکھتے ہیں۔

"حفظ الایمان کی عبارت، براہین قاطعہ کی (کنہیا والی) عبارت سے قباحت اور شناعت میں بڑھی ہوئی ہے۔۔۔ وہ لکھتے ہیں۔ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب الخ اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول وعرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے؟ کہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف چاہے وہ علم شریف ایک بدیہی امر کا کیوں نہ ہو اور کہاں زید و عمر اور صبی و مجنوں حیوانات و بہائم کا علم؟" [1]

اسی خاندان کی ایک تصنیف ہے "مقاماتِ خیر" اس کے ص۶۱۶ کے حاشیہ پر حضرت مولینا پیر سید محمد جیلانی حیدر آبادی ثم المدنی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین کہتے ہیں۔

"میرے دادا (پیر سید محمد جیلانی) کے پاس حیدر آباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ حفظ الایمان لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا

؎۱ بزم خیر ص۲۲ بحوالہ منصفانہ جائزہ ص۱۱۹

آپنے رسالہ پڑھکر فرمایا۔ علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے اسکے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرف علی بیٹھے تھے۔ میرے دادا نے کھڑے ہوکر مولوی اشرفعلی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔ پھر چند روز بعد مولینا حافظ احمد (فرزند مولانا قاسم) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا۔ چونکہ حافظ (احمد) صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لئے انھوں نے آپ کو بلایا آپ تشریف لے گئے۔ وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال کیا۔ آپنے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتوی دیا پھر تھوڑے دن بعد آپنے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو اقبح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپسے فرمایا۔ ہم تم سے خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو؟ آپنے عرض کیا میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ کی پاک مٹی میں مدفون ہوں۔ آپکی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے دس سال وہاں مقیم رہے ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے"۔ [1]

مولوی نانوتوی صاحب کی تصنیف تحذیر الناس کی عبارت اپنے مفہوم کے بیان کرنے میں اتنی واضح ہے کہ مرزا قادیانی جیسا بدترین مدعی نبوت اسے اپنی نبوت کے جواز میں بطور دلیل پیش کرتا ہے۔

قادیانی لکھتا ہے۔

"آٹھویں شہادت اس زمانے کے مولانا مولوی محمد قاسم نانوتوی محدث اعلیٰ دیوبند ضلع سہارنپور اپنی کتاب تحذیر الناس کے متعدد مقامات پر مثلاً ص۲۸ پر فرماتے ہیں" بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت

؎۱ منصفانہ جائزہ ص۱۲۲-۱۲۱۔ از مفتی شریف الحق صاحب امجدی مطبوعہ دائرۃ البرکات گھوسی مئو۔

محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا" ۔ ۱ے

مرزا قادیانی کا ایک مقتدی اسی عبارت کو بطور استدلال پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

" مولوی قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس ص۲۸ پر فرماتے ہیں " بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، پس آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا اور آپ کی شریعت کا کامل ہونا کسی طرح بھی ظلی نبوت کے دروازوں کو بند نہیں کرتا بلکہ اسکے برعکس پورے طور سے کھول دیتا ہے" ۔ ۲ے

اس مقام پر پہنچکر آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ جب ایک ہی انداز فکر سے قادیانی کافر ہے اور ایسا کافر جس کے کفر پر خود علماء دیوبند کے فتاویٰ اور کتابیں موجود ہیں تو پھر بھلا اسی انداز فکر کی بنیاد پر جناب نانوتوی صاحب کے اسلام پر حرف کیوں نہیں آتا؟ آپ ہی بتلائیں ہم بتلائیں کیا؟

۱ے خاتم النبیین ص۱۶ ۲ے ختم نبوت ص۵۱ بحوالہ منصفانہ جائزہ ص۷۵

تبلیغی جماعت ایک خودساختہ عمارت

بادۂ عصیاں سے دامن تربتر ہے شیخ کا
پھر بھی یہ دعویٰ کہ اصلاح دوعالم ہم سے ہے

مولوی محمد الیاس کاندھلوی اس تبلیغی جماعت کے بانی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس جماعت کے رگ و ریشہ میں علماء دیوبند کا خون پوری توانائی اور قوت کے ساتھ گردش کر رہا ہے اس لئے مزید تفصیلات کی طرف نہ جاتے ہوئے صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ یہ جماعت کب اور کیسے پیدا ہوئی؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کے کارکنان مسلمانوں کو کس ڈگر پر چلانا چاہتے ہیں؟ اور اسے کس کی پشت پناہی حاصل ہے؟

الہامی طریقہ

تبلیغی جماعت والے اپنے طریقہ کار کو الہامی کہتے ہیں جیسا کہ مولوی منظور نعمانی مرتب "ملفوظات مولانا الیاس" لکھتے ہیں۔

"..... پھر فرمایا خواب میں مجھ پر علوم صحیح کا القا ہوتا ہے اس لئے کوشش کرو کہ مجھے نیند زیادہ آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا" ۔ ۱ے

صبح اٹھ کر اسی خواب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تگ و دو کرنے لگے حسب منشا کامیابی بھی ملی یہاں تک کہ مثیل انبیاء ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے مگر برا ہو اندھی عقیدت کا کہ نیازمندوں نے اسے بھی قبول کر لیا۔ شاید یہ سمجھ کر کہ چلو ہم بھی تو صحابیت کی منزل پر فائز ہو جائیں گے۔

مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے۔ ۲ے

مقصد

تھانوی اور گنگوہی صاحبان کی تعلیمات کی اشاعت اس جماعت کا مقصد ہے جیسا کہ خود بانی جماعت فرماتے ہیں۔

۱ے ملفوظات مولانا الیاس ص۵۰ ۲ے تفصیل کے لئے ملفوظات مولانا الیاس از مولوی منظور نعمانی کا مطالعہ افادیت سے خالی نہ ہوگا۔

"حضرت تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقۂ تبلیغ میرا ہو اس طرح ان کی تبلیغ عام ہو جائے گی۔" [1]

نیز انھیں کا فرمان ہے

"حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے قطب ارشاد اور مجدّد تھے اور مجدّد کے لئے ضروری نہیں کہ سارا تجدیدی کارنامہ اسی کے ہاتھ پر ظاہر ہو بلکہ اس کے آدمیوں کے جو کام ہو وہ سب بھی بالواسطہ اسی کا ہے۔" [2]

یہ مولوی اشرفعلی تھانوی اور رشید احمد گنگوہی صاحبان وہی حضرات ہیں جنکی تعلیمات اور فرمودات کے چند نمونے گزشتہ اوراق میں آپ مشاہدہ کر چکے ہیں۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ یہ جماعت کس مقصد کے حصول کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھاتی پھر رہی ہے۔ ساتھ ہی یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ موجودہ تبلیغی جماعت کے بانی و موجد اور ماویٰ و ملجا مولوی کاندھلوی ہی ہیں۔ چلت پھرت کا یہ مروّجہ طریقہ نہ تو اسلاف کی مقدس یادگار ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کی زریں سنت بلکہ یہ ایک خود ساختہ عمارت ہے جس کی آرائش و زیبائش، چمک دمک اور رنگ و روغن کا سارا سہرا مولوی کاندھلوی ہی کے سر بندھتا ہے۔

شریعت کی کسوٹی

اس مختصر سی تعارفی گفتگو کے بعد ایک حتمی فیصلہ تک پہنچنے کے لئے اس جماعت کی شرعی حیثیت دریافت کر لی جائے تاکہ کوئی بھی رائے قائم کرنے میں آسانی ہو خود علماء دیوبند ہی کے اقوال و فتاویٰ کی روشنی میں اس کا مقام ملاحظہ کریں۔

مولوی عبد الرحیم شاہ دیوبندی جماعت کے ایک متدین اور معتبر عالم ہیں بلکہ مولوی ابو الحسن علی ندوی کی زبانی وہ سرخیل جماعت ہیں۔ تبلیغی جماعت میں ایک

---

[1] ملفوظات مولٰینا الیاس ص۵۷ [2] ایضاً ص۱۲۳

اہم رکن کی حیثیت سے عرصۂ دراز تک کام کرتے رہے۔ مگر جب جماعت کی بے راہ روی اور نازیبا حرکتیں حدِ اعتدال سے تجاوز کر گئیں تب انھوں نے جماعت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس کے بعد انھوں نے مدرسہ حنفیہ قصبہ تاؤلی ضلع مظفر نگر کے ایک جلسہ منعقدہ ۲۶ فروری ۱۹۶۸ء میں جس میں دیوبندی جماعت کے چوٹی کے علمائے مشاہیر شریک تھے۔ اس جلسہ میں انھوں نے تبلیغی جماعت کی جن بے اعتدالیوں خامیوں، کمزوریوں، بزعم خویش خوش فہمیوں پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے، دیوبندی حلقہ میں اس کی خوب خوب پذیرائی ہوئی یہاں تک کہ ایک دیوبندی عالم مولوی نور محمد چندینی نے "اصولِ دعوت و تبلیغ" کے نام سے اس تقریر کو کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ اس تقریر کے چند اقتباسات آپ بھی دیکھئے۔ اور پھر علماء دیوبند کی نظر میں اس جماعت کی شرعی حیثیت کا اندازہ لگائیے۔ وہ کہتے ہیں۔

"......اس سلسلہ میں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ بہت سے حضرات نے فضائلِ تبلیغ پر کتابیں لکھی ہیں اور تعلیم میں انھیں کو سنایا جاتا ہے اس سے بڑا مغالطہ ہو رہا ہے عام طور سے لوگ ان تمام فضائل کا مصداق اس تحریک کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سخت ضرورت ہے کہ مؤلفین اس میں امتیاز پیدا کریں یہ بہت بڑی تلبیس ہے اور اگر اس تحریک کو واقعی اس درجہ میں سمجھتے ہیں کہ یہ سب سے افضل ہے اور یہ سنت ہے تو اس پر قرآن و حدیث کی روشنی میں دلائل قائم کریں اور جب یہ سنت ثابت ہو جائے تو یہ بھی بتائیں کہ اوّل سے لیکر آج تک یہ سنّت متروک رہی ہے تو کیا سب علماء و صلحاء اور مجددین امت کو ہم تارکِ سنّت سمجھیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

"عجیب تضاد ہے کہیں تو اس کو سنّت نبوی قرار دیتے ہیں اور کہیں اس کا بانی و محرک حضرت مولانا الیاس نور اللہ مرقدہٗ کو قرار دیتے ہیں۔ [1]

---

[1] اصول دعوت و تبلیغ ص۵ از نور محمد چندینی مولوی

اس سے اور ذرا واضح انداز میں دیکھئے

"نظام دین کی موجودہ تبلیغ میرے علم وفن کے مطابق نہ قرآن وحدیث
کے مواقف ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی اور علماء حق کے مسلک کے مطابق ہے جو علماء کرام اس تبلیغ میں
شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کو پہلے قرآن وحدیث
ائمہ سلف اور علماء حق کے مسلک کے مطابق کریں۔

میری عقل وفہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاس کی حیات
میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف "بدعتِ حسنہ" کی حیثیت
رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دین کا اہم کام کس طرح
قرار دیا جا رہا ہے۔ اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعتِ
حسنہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے
سبکدوش ہونا ہے۔" ؎۱

دکھتی رگ

خیال رہے کہ یہ اس جماعت کے علماء کی باتیں ہیں جو ہر نئی بات
نئے عمل اور نئے کام کو بہت جلد بدعت کہہ دیا کرتے ہیں اور
یہ فتویٰ صادر کر دیا کرتے ہیں کل بدعة ضلالة ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی
کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لہٰذا ہر بدعتی جہنمی ہے۔ اس فتویٰ کی روشنی میں بانی جماعت اور
ان کے ہمنوا اپنا سراپا ملاحظہ کریں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں   خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

یہ طرز عمل جو بجائے خود غلط تھا اس کی تغلیط کی بازگشت ذمہ داروں کے کانوں
میں بھی گونج رہی تھی جیسا کہ مولوی زکریا صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور کہتے ہیں۔

"البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے بعض خلفاء

؎۱ اصول دعوت وتبلیغ کا آخری ٹائیٹل پیج بعنوان "انتظار کیجئے" تحریر احتشام الحسن مولوی برادر نسبتی
اور خلیفہ اول مولوی الیاس کاندھلوی۔

اور خواص اس (تبلیغی جماعت) کو پسند نہیں فرماتے"۔ ؎۱

نقاب کشائی

شاید یہ جان کر تعجب ہوگا کہ تبلیغی جماعت کے کارکنان کو
حکومتِ برطانیہ کی طرف سے مالی امداد دی جاتی تھی تاکہ
جماعت کا مشن زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔ جیسا کہ خود ایک دیوبندی عالم
نے اس حقیقت کے چہرے سے نقاب ہٹایا ہے۔ دیوبندی جماعت کے جمعیۃ العلماء
کے ناظم مولوی حفظ الرحمٰن کا قول نقل کرتے ہوئے "مکالمہ صدرالدین" کا مرتب لکھتا ہے

"اس ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ
کی تبلیغی تحریک کو ابتداً حکومت (برطانیہ) کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید
احمد کچھ روپیہ ملتا تھا۔" ؎۲

اسلام کی اشاعت کیلئے اسلام کا سب سے بڑا کٹر دشمن مالی تعاون کر رہا ہے۔ آخر
اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہر باشعور کو دعوتِ فکر ونظر دیتا ہے۔

ع   آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

؎۱ چشمۂ آفتاب ص۱۱ از محمود حسن گنگوہی مولوی۔ ؎۲ مکالمۃ الصدرین ص۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین

پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

یہ فرقہ بھی دراصل وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے جیسا کہ ابتداء میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اور اسی کو اہل حدیث بھی کہتے ہیں۔

مذاہب الاسلام میں ہے۔

" وہابیہ کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک تو وہ ہیں جنہوں نے اعلانیہ ہم سے جدائی اختیار کر لی اور اجماع امت سے علیحدہ ہو کر تقلید شخصی کا انکار کر دیا ہے ان سے ہم کو کچھ سروکار نہیں۔ مگر دوسری قسم کے وہابیہ ان کا فتنہ نہایت عظیم و ضرر رساں ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مقلد اور پکے حنفی ہیں اور تقلید امام کو تمام اصول و فروع میں واجب سمجھتے ہیں مگر عقائد میں اکثر غیر مقلدوں سے بالکل متفق ہیں" ۱؎

۱؎ مذاہب الاسلام ص ۶۲۲

وہ وقت آ گیا ہے کہ ساحل کو چھوڑ کر
گہرے سمندروں میں اتر جانا چاہئے

غیر مقلدین کی ابتداء

اس جماعت کا تاریخی پس منظر اسی کے ایک نیاز مند کی تحریر کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ اسے استنادی حیثیت حاصل رہے۔

ع مستند ہے میرا فرمایا ہوا

جناب مسعود عالم ندوی اپنی کتاب " ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک " میں لکھتے ہیں۔

ہندوستان میں حضرت سید (احمد رائے بریلوی) صاحب کی دعوت و جہاد کے ساتھ اتباع سنت اور عمل بالحدیث کا چرچا بھی شروع ہوا۔ خود سید صاحب اور ان کے ماننے والے اہل صادق پور (پٹنہ) تو اپنے کو حنفی مع القول بالترجیح کہتے تھے مگر خود سید صاحب کی جماعت میں مولانا اسمٰعیل شہید (۱۲۴۶ھ) کے اثر سے خالص عاملین بالحدیث کا بھی ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا۔ شروع شروع میں یہ دونوں طبقے یعنی حنفی اور اہل حدیث ساتھ مل کر کام کرتے تھے۔ دونوں کا زور جہاد پر تھا اور ان فروعی مسئلوں میں روادار تھے مگر آگے چل کر جب مجاہدین کی دار و گیر شروع ہوئی اور آمین بالجہر کہنے والے پر وہابی

کا شبہ کیا گیا اور وہابی کا معنی سرکاری زبان میں باغی کے ہوگئے تو ہندوستان کی جماعت اہل حدیث موجودہ شکل میں ظاہر ہوئی اور انکے سرکردہ مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۳۳۸ھ/۱۲۵۶ھ) نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا۔" ؎۱

مذکورہ بالا اقتباس سے سب سے پہلے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ غیر مقلدین یا جماعت اہلحدیث کے سربراہ مولوی اسماعیل دہلوی ہیں۔ ان سے پہلے اس قسم کی کوئی بات نہ تھی اور نہ ہی اس نام کی جماعت۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جماعت کی عمر ابھی پورے دو سو سال کی بھی نہیں ہے جبکہ اسلام کا نیر تاباں آج سے تقریباً سوا چودہ سو سال پہلے فاران کی چوٹی سے پوری دنیا کو بقعۂ نور بنا چکا ہے۔ ساتھ ہی اس اقتباس سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ اہلحدیث وہابی جماعت ہی کی ایک شاخ ہے یہ اور بات ہے کہ اس وقت اس نام سے کتراتے تھے کیونکہ "وہابی" کا معنی برٹش گورنمنٹ کی ڈکشنری میں "باغی" تھا۔ اور یہ لوگ اس بات کے لئے ہرگز تیار نہ تھے کہ ہم پر بغاوت کا ذرہ برابر شبہ ہو، مگر اب چونکہ یہ عارضی مانع ختم ہو چکا ہے اس لئے اب تو برملا اور فخریہ اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

دیوبندی جماعت کے مشہور عالم مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں۔

"فرقہ مسمیٰ اہلحدیث کی عمر تخمیناً چالیس پچاس ہوگی، ہندوستان ہی میں اس مٹھی بھر فرقہ کا تو ارد ہوا اور یہاں ہی نشو پایا۔" ؎۲

مولوی صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

قد نبتت فی هذا الزمان فرقة ذات سمعة و ریاء تدعی لانفسها علم الحدیث والقرآن والعمل بهما علی العلات فی کل شان

اس زمانے میں دکھاوے اور مکاری کا ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو اپنے علاتی بھائی (احناف و مقلدین) کے مقابلے میں ہر مقام پر قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا دعویدار ہے حالانکہ علم

؎۱ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۲۰-۲۱ - ؎۲ جلد التہدید علی ظہر عدم التقلید ص۳

مع انها لیست فی شیٔ من اهل العلم والعمل والعرفان ؎۱

عمل اور معرفت میں ان کا کچھ بھی دخل نہیں۔

مولوی محمد شاہ شاہجہانپوری رقم طراز ہیں۔

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر ہی اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے .... اپنے آپ کو تو وہ اہلحدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔" ؎۲

مولوی بشیر احمد دیوبندی لکھتے ہیں

"سارے عالم اسلام میں غیر مقلدین کا فرقہ باقاعدہ جماعتی رنگ میں کبھی پہلے تھا اور نہ اب موجود ہے، صرف ایک ہندوستان ایسا ملک ہے جس میں یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں انگریزی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام و نشان تک نہ تھا۔ ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور وجود انگریز کی نظر کرم اور چشم کرم کا رہین منت ہے۔" ؎۳

یہ تو دوسروں کی زبانی اس فرقہ کے نوپید ہونے کی شہادت ملی ساتھ ہی خود انھیں بھی اس کا اعتراف ہے۔ مشہور غیر مقلد پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں

"امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے اسّی سال قبل سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی کہا جاتا ہے۔" ؎۴

؎۱ الحطہ ص۱۵۲ مطبوعہ لاہور ؎۲ اہلحدیث اور انگریز ص۱۵-۱۶ ؎۳ ایضاً۔ ؎۴ شمع توحید ص۴۰

وہابی کے بجائے اہلحدیث کہلانا کیوں پسند کیا

غیر مقلدین حضرات نے جب یہ دیکھا کہ سرکاری زبان میں وہابی باغی کا مترادف ہوگیا ہے تو انھیں سخت جھٹکا لگا اور یہ سوچکر کہ کہیں گورنمنٹ کی نظر الطاف و عنایات جلال و عتاب میں نہ تبدیل ہوجائے اس لئے ایک منظم پلان کے تحت سرکار برطانیہ کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا جس میں یہ درخواست کی گئی کہ ہمیں "وہابی" کے بجائے "اہلحدیث" کے نام سے پکارا جائے۔ پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں۔

"انھوں نے (محمد حسین بٹالوی) اور ارکانِ اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لفٹنٹ گورنر پنجاب کے ذریعہ وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کردی۔ اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی وہاں سے حسب ضابطہ تائید آگئی کہ وہابی کے بجائے اہلحدیث کا لفظ استعمال کیا جائے"۔[1]

اس طرح سے یہ لوگ اپنے آپ کو وہابی چھوڑ کر اہلحدیث کہنے اور لکھنے لگے مگر بھلا اس شعر کی حقانیت کس طرح سے پامال کی جاسکتی ہے۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے ؛؛ خوشبو آنہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

مقصد جو پہلے تھا وہ اب بھی باقی ہے۔ صرف نام تبدیل ہوا اور بس!

غیر مقلدین اور برٹش گورنمنٹ

کیا ملا عظمتِ اسلام کو رسوا کر کے ؛؛ چند سکوں کے عوض دین کا سودا کر کے

برٹش گورنمنٹ کا بہت مشہور فارمولہ رہا ہے "لڑاؤ اور حکومت کرو" ہندوستان میں بھی وہ مذہبی اور سیاسی طور پر اسی نظریہ پر عمل پیرا رہی اور درحقیقت اسی میں اس کی

---

[1] جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

کامیابی کا راز بھی پوشیدہ رہا ہے۔ ان لوگوں نے سیاسی منافرت پھیلانے کے لئے جہاں بہت سے زرخرید غلام اور کارندے پال رکھے تھے وہیں مذہبی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے بھی ان کے پاس ایسے علماء سوء اور ایمان فروشوں کی کمی نہ تھی جو اخروی اور دائمی عیش و آرام قربان کر کے زخارف دنیا پر شیدا ہو گئے ہوں۔ اور دنیاوی کامیابی و شہرت و ناموری ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہوں۔ نتیجۃً واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا کا نعرہ لگانے والی قوم اس طرح سے ٹولی ٹولی اور ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی ہے کہ اب ان کے درمیان آپسی اتحاد و اتفاق کا تصور بھی محال نظر آرہا ہے۔

برٹش گورنمنٹ کی آلۂ کار کی حیثیت سے جن جماعتوں نے ہندوستانی مسلمانوں کا بیڑا غرق کیا ہے ان میں غیر مقلد جماعت کا نام سرفہرست ہے۔ اس مقام پر اگر کچھ خلجان پیدا ہو رہا ہے تو مستند تاریخی حوالہ جات کی روشنی میں علماء غیر مقلدین کی انگریز نوازی اور عقیدت کیشی ملاحظہ کیجئے۔ اور سر دھنئے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اور انگریز کی دریوزہ گری

مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۸۴۰/۱۹۲۰) جماعت اہلحدیث کے مستند عالم تھے ان کا شمار اہلحدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے انھوں نے اپنے مذہب کی نشر و اشاعت اور انگریزوں کا حق نمک ادا کرنے کیلئے ایک رسالہ "اشاعۃ السنۃ" جاری کیا اس رسالہ کی جلد ۹ شمارہ ۷ کے صفحہ ۱۹۴ پر انگریزوں سے اپنے تعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑے فخریہ انداز میں لکھتے ہیں۔

"کسی قوم کی ترقی دنیاوی اسباب سے قطع تعلق کرنے سے نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔ اور موجودۃ الوقت سلطنت سے ارتباط اور اس کی پالیسی سے مراعاۃ اور اس کے حضور عقیدت و انقیاد اور ارکانِ سلطنت

سے رابطہ و محبت و اتحاد اسباب دنیاوی سے ایک عمدہ اور قوی التاثر
سبب ہے"

آگے چل کر اس کی ضرورت پر زور ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس تمہید کو پڑھ کر امید ہے ہمارے اخوانِ اہلحدیث خصوصاً اکابر و
رہبر اس ضرورت کا بڑھ کر ہونا تسلیم کریں گے بلکہ خود بھی "اشاعۃ
السنہ" کی تقلید اختیار کر کے جا بجا اس قسم کی کاروائیاں شروع کریں
گے واعظین و مدرسین اپنی مجالس وعظ و درس میں اور مصنفین
اپنے کتب و رسائل میں اس قسم کے مضامین شائع کریں گے اور
قولاً و عملاً گورنمنٹ پر اپنے سچے وفادار خیالات ظاہر کرنے میں سرگرمی
سے کوشش کریں گے۔" [۱]

مذکورہ عبارتیں اس حقیقت کے اظہار کے لئے کافی ہیں کہ علماء اہلحدیث
اور انگریزوں کے درمیان کتنے قریبی اور گہرے تعلقات تھے۔ ساتھ ہی ان تفصیلات
پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علماء اہلحدیث کس کس انداز
سے ان کی حمایت و طرفداری کر کے انعام و اکرام سے نوازے گئے۔

دنیا کی کسی طاقت کا برٹش گورنمنٹ سے جہاد کرنا جائز نہیں

قرآن و حدیث کی من مانی تشریح کرنے والے سربراہ اہلحدیث ایڈیٹر "اشاعۃ السنہ"
مولوی محمد حسین بٹالوی نے انصاف و دیانت کا خون کرتے ہوئے بڑی بے باکی سے یہ
دعویٰ کر دیا کہ برٹش گورنمنٹ سے جہاد کرنا جائز نہیں۔ انھیں کے الفاظ میں یہ دعویٰ
ملاحظہ کیجئے۔

" ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضے میں ہے دارالاسلام

[۱] اشاعۃ السنہ جلد ۹ شمارہ ۷ ص ۱۹۶

ہے اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا، مہدی سوڈان ہو
یا خود حضرت سلطان (ترکی) شاہ ایران ہو یا خواہ امیر خراسان
مذہبی لڑائی چڑھائی کرنا جائز نہیں" [۱]

۱۸۵۷ء کے مجاہدین باغی اور بدکردار تھے

وہ نفوسِ قدسیہ جنہوں نے ہندوستانی باشندوں کی گردنوں سے غلامی
کا طوق نکال پھینکنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ سامراجی قوتوں کی کلائی مروڑنے
کے لئے میدانِ عمل میں کود پڑے اور حق تو یہ ہے کہ جنگ آزادی میں جن کے
کارنامے آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، انھیں بٹالوی صاحب نے جن مہذب
گالیوں سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ انھیں کا حصہ ہے۔ ذیل میں ان کی تحریر
پڑھئے اور فرض شناسی کی داد دیجئے۔

" مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے۔ اکثر ان میں
عوام کالانعام تھے۔ بعض خواص جو علماء کہلاتے تھے وہ اصل علم دین
سے بے بہرہ تھے یا نافہم ناسمجھ۔ باخبر سمجھدار علماء (جن میں خود بٹالوی
اور دیگر علماء اہلِ حدیث وغیرہ شامل ہیں) ہرگز شریک نہیں ہوئے
اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے
تھے انہوں نے خوشی سے دستخط کئے یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی
جو قرآن و حدیث سے باخبر اور اسکے پابند تھے۔ اپنے ملک ہندوستان
میں انگریزوں سے نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے
ہیں۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو انگریزوں کیلئے دردِ سر بنے ہوئے تھے)
لڑے ہیں" [۲]

باخبر علماء کے اس کردار کو انگریزوں سے عداوت و دشمنی کا نام دیا جائے یا

[۱] الاقتصاد ص ۲۵ ۔ [۲] ایضاً ص ۴۹-۵۰

یا دوستی کا؟ اس کا فیصلہ باریک بیں قارئین کے اوپر ہے۔

ع ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھاتے ہیں

لارڈ ڈفرن کی خدمت میں ہدیۂ تشکر

۱۸۸۸ء کے قریب ہندوستان کے گورنر جنرل اور وائسرائے لارڈ ڈفرن کی خدمت میں سربراہان اہلِ حدیث کی طرف سے اسکی وطن واپسی پر ایک الوداعیہ سپاسنامہ بطور خراجِ عقیدت پیش کیا گیا جسکے ایک ایک لفظ سے محبّت و مودت کے فوارے اور نیازمندی و عقیدت کیشی کے چشمے ابل رہے ہیں۔ سپاسنامہ کا ترجمہ مع تلخیص ملاحظہ کیجئے۔

"حضور والا! ہم فرقہ اہل حدیث کے چند ارکان اور پنجاب اور ہندوستان کے دیگر اسلامی فرقوں کے چند اشخاص اپنی طرف سے اصالتہً اور دیگر ہم مشربوں کی طرف سے وکالتہً اس والا درجات کے شکریہ ادا کرنے اور اس ذاتِ ستودہ صفات کی مفارقت پر اظہارِ غم کرنے کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔ خیر اندیشوں اور جانثاروں کے مذہب کے مطابق بکمال عجز و انکسار کے ساتھ عرض مدعا کی اجازت چاہتے ہیں۔ اس کرم گستر اور عدل پرور کے عہد سعادت کی برکتیں اور احسانات بارانِ رحمت عمیم البرکت کی طرح اطاعت شعار علاقہ کے تمام لوگوں اور تمام قوموں پر برسے ہیں (جیسے مملکت میں قیام امن، حدود سلطنت کا استحکام، سروس کمیشن کا تقرر وغیرہ) ہندوستان کے مسلمانوں نے دوسری قوموں کی طرح اور انکے برابر بلکہ ان سے کافی و وافر حصہ حاصل کیا ہے۔ حضور پُر نور کے بعض انعامات و احسانات ایسے ظاہر ہوئے ہیں جن سے استفادہ کرنے میں اہل اسلام عموماً اور اہلحدیث خصوصاً سبقت لے

گئے ہیں۔ اور ایک قسم کی خصوصیت پیدا کی ہے۔

خاص طور سے فرقۂ اہلحدیث کے لئے جو عظیم مہربانی اور گرانقدر احسان روا رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے حق میں لفظ "وہابی" کا استعمال سرکاری دفاتر میں ممنوع قرار دے دیا ہے جو انکی دل آزاری کرتا تھا۔ اور ان کی وفاداری اور جاں نثاری جو نازک وقتوں میں پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور سرکار والا کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ ناواقفوں کی نظر میں مشکوک بنا دیا تھا اس طرح سے بے خبروں کی بدگمانیوں کو ختم کر دیا۔

اہلِ اسلام عموماً اور اہلِ حدیث ان انعاماتِ عامہ و خاصہ پر نظر کرتے ہوئے اس والا دودمان کے احسان کا شکریہ تہِ دل سے بجالاتے ہیں اور اس مظہر جود و احسان کی قبل از وقت مفارقت پر اشکِ حسرت بہاتے ہیں۔ اور دلی رنج کو اس آرزو کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ کاش ہما کا ہم پلہ سایہ مقررہ میعاد تک ان کے سروں پر پھیلا رہتا اور حکومت کی مدت دوگنا ہو جاتی تاکہ فوائد و منافع مسلمانوں کا نصیب ہو کر بار احسان ان کے کندھوں پر رکھ دیتے۔

آخر میں حضور موفور السرور کی ناگزیر مفارقت پر فراق گزیدہ بے چارے صبر و سکون کا دامن پکڑ کر اس دعائے خیر کے ساتھ اپنے آپ کو تسلّی دیتے ہیں۔ خداوند عالم ذات مکرمت صفات کو امن و عافیت کے ساتھ وطن مالوف تک پہنچائے اور اس جگہ روزافزوں ترقی اقبال فرما کر اہلِ اسلام کے فائدے اور بہتری کے لئے سرچشم بنائے۔ اور تاج و تخت برطانیہ جس کی نیابت کا شرف جناب والا کو حاصل ہے کو تمام تر قیام و استحکام عطا فرما کر ملک کے لئے موجب امن و برکت اور مسلمانوں کی حفاظت و حمایت کا باعث بنائے ـــــــ

ہم ہیں حضور کی وفادار اور جاں نثار رعایا۔“ [1]

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں ارمغانِ خلوص

مذکورہ سپاسنامہ سے پہلے ۲۴ مارچ ۱۸۸۷ء کو گورنر پنجاب کی الوداعی تقریب کے موقع پر ایک عقیدت نامہ اور پیش کیا گیا تھا۔ اس کا ایک اقتباس پیش ہے۔ اسے دیکھئے اور فرنگی سفید پوشوں سے علماء اہلحدیث کی عشق و وارفتگی اور عقیدت و جانفشانی کا اندازہ لگائیے۔

”ہم ممبرانِ فرقۂ اہلحدیث و دیگر فرقہائے اسلام حضور والا کی عالی خدمت میں اس موقعہ پر (جبکہ حضور اس صوبہ سے مرخص ہوتے ہیں) کمال ادب و اخلاص کے ساتھ حضور والا کے خسروانہ احسانات و مربیانہ عنایات کا شکریہ ادا کرنے اور حضور کی مفارقت پر دلی افسوس ظاہر کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

حضور والا کی شاہانہ عنایات و مربیانہ توجہات ابتداء رونق افروزی ہندوستان سے اس عہد گورنری تک اس ملک ہندوستان پر اس کثرت و تواتر سے مبذول رہی ہے کہ ان کو متواتر بارانِ رحمت یا موجزن دریائے موہبت کہا جائے تو بیجا نہ ہے۔

انخیر میں جذبۂ خلوص و وارفتگی کا بہاؤ بھی دیکھئے۔

خاتمہ میں ان کلمات دعائیہ کی عرض پر اکتفا کرتے ہیں کہ خداوند عالم حضور فیض گنجور کو صحت و سلامتی کے ساتھ وطن مالوف میں پہنچائے اور پھر بہت جلد حضور کو عہدۂ گورنر جنرل پر مامور و معزز فرما کر ہندوستان میں لاوے اور ہماری آنکھوں کو دوبارہ حضور کے

---

[1] اشاعۃ السنہ ج ۱۱ ش ۲ ص ۴۲-۴۰

دیدار فیض آثار سے منور کرے۔ آمین ثم آمین۔

بوقت رفتنت مبارکباد   بسلامت روی و باز آئی“۔ [1]

بدل خدمت

تاریخ کے صفحات اس بات پر گواہ ہیں کہ انگریز اپنے وفاداروں اور عقیدتمندوں کو انعام واکرام سے نوازنے میں بڑی فراخدلی اور کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ فیض رسانی سے مولوی محمد حسین بٹالوی جیسے جاں نثار مجاہد بھلا کیسے محروم رہ سکتے تھے۔ انگریزوں نے انھیں بھی نوازا اور خوب خوب نوازا۔ جس کا انھوں نے اپنے وصیت نامہ میں اعتراف بھی کیا ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

” اراضی جو خدائے تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے چار مربع ہے۔“ [2]

علاوہ ازیں وقتاً فوقتاً انگریزوں کی حمایت میں کتابیں لکھا کرتے تھے اربابِ اقتدار اس پر خوش ہو کر نقد کی صورت میں خطیر رقم سے نوازتے تھے ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ نامی رسالہ کے ذریعہ انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ برٹش گورنمنٹ سے جہاد حرام ہے۔ اس کتاب کی خوب پذیرائی ہوئی۔ عربی، فارسی اور انگریزی میں ترجمے ہوے۔ گورنمنٹ کے مالی امداد سے بار بار شائع کی گئی اور خوب خوب اسکی تشہیر ہوئی۔ اس پر انھیں خاطر خواہ انعام بھی ملا۔ مولوی مسعود عالم ندوی کے ذریعے اسکی تصدیق ملاحظہ ہو۔

” اس رسالے (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) میں جہاد کو منسوخ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اردو، انگریزی، عربی میں اسکے ترجمے بھی شائع ہوئے۔ انگریزی اور اردو ترجمے سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل گورنران پنجاب کے نام معنون کئے گئے۔۔۔۔۔ اللہ مرحوم

---

[1] اشاعۃ السنہ ج ۹ ش ۸ ص ۵۴-۲۵۱۔ [2] اشاعۃ السنہ ج ۱۹ ش ۹ ص ۲۷۷

کی مغفرت کرے۔ اس کتاب پر انعام سے بھی سرفراز ہوئے تھے۔
جماعت اہلحدیث کو فرقہ کی شکل دینے میں ان کا حصہ ہے اور یہی
وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اس سادہ لوح فرقے میں وفاداری کی
خوبو پیدا کی۔" ۱ے

مہرِ تصدیق

اب اخیر میں ایک ایسا حوالہ پیش کیا جارہا ہے جس سے مولوی محمد حسین بٹالوی
کی انگریزی عقیدت کیشی اور بیش بہا خدمات پر مہر تصدیق لگ جاتی ہے یقیناً
اسکے بعد شکوک و شبہات کی تمام دیواریں منہدم ہو جائیں گی۔ یہ وہ تصدیق نامہ ہے
جو ۳۱ مارچ ۱۸۸۷ء کو سابق لیفٹینٹ گورنر پنجاب مسٹر سر چارلس ایچی سن کی طرف سے
جاری کیا گیا تھا۔ مسٹر سر چارلس بٹ" ذی صاحب کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے
لکھتے ہیں۔

"ابو سعید محمد حسین فرقۂ اہلحدیث کے ایک سرگرم رکن اور فرقۂ اسلام
کے وفادار اور ثابت قدم وکیل ہیں۔ انکی علمی کوششیں لیاقت سے
ممتاز ہیں و نیز ملکہ معظمہ کی وفادار رعایا میں سے ہیں۔" ۲ے

ان شواہد کے تناظر میں کیا حضرات اہلحدیث کا اب بھی یہ کہنا درست ہے کہ
ہمارے اسلاف انگریزوں کے مخالف تھے؟ یا یہ کہ انھوں نے مخالفت میں کوئی قدم
اٹھایا تھا؟ ___ یقیناً جواب نفی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا! اب ایسی صورت
میں ایسے لوگوں کے بارے میں اسلامی عدالت کا فیصلہ کیا ہو گا یہ ہمارے لئے قابلِ
غور بھی ہے اور لائقِ تفتیش بھی۔ مگر شرط یہ ہے کہ ذہن میں وسعت اور قلب و
نظر میں صفائی ہو۔ !

۱ے ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۲۷ - ۲ے اشاعۃ السنہ ج ۱۰ ش ۲ ص۱۴۱

مولوی نواب صدیق حسن خاں اور انگریزوں کی طرفداری

نواب صدیق حسن خاں (۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء - ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) کم از کم اہل حدیث کے
درمیان تو محتاج تعارف نہیں انکے درمیان علم و فن اور دولت و ثروت ہر دو اعتبار سے
ایک مسلم الثبوت شخصیت کے مالک تھے۔ احباب و متعلقین جب انگریزوں کی حمایت
میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگے تو ایسے عالم میں نواب صاحب بھلا کیوں
چوکتے؟ انھوں نے بھی عنان خیال کو مہمیز لگایا اور کود پڑے ریس کے اس میدان
میں اس ریس میں نواب صاحب نے کتنی کامیابی حاصل کی۔ مندرجہ ذیل
اقتباس کی روشنی میں آپ خود اس کا اندازہ لگائیں۔

جہاد کا ارادہ بھی گناہ کبیرہ ہے

انگریزوں سے جہاد کرنا تو دور کی بات
ہے اس کا ارادہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ نواب
صاحب کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

"علماء اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں
جب سے حکام والا مقام فرنگ فرماں رواں ہیں اس وقت سے یہ ملک
دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے انکے
عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دار الاسلام ہے اور جب
یہ ملک دار الاسلام ہے تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنیٰ؟ بلکہ عزم جہاد
ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں میں سے۔ اور جن لوگوں کے
نزدیک دار الحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک
بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں
داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں جب تک کہ یہاں سے ہجرت
کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں مقیم نہ ہو۔" ۱ے

۱ے ترجمان وہابیہ ص۱۵

اسے کہتے ہیں مادیت پہ قربان ہونا۔ بلاشبہ وفاداری ہو تو ایسی ہو کہ اپنے محسن کے خلاف اقدام کا ارادہ بھی گناہ ٹھہرے۔

ابھی چھیڑی کہاں ہے داستانِ دردِ دل ہم نے ابھی سے کیوں چھلکتے ہیں تمہاری آنکھوں میں آنسو

جہاد نہیں فساد

اس مہر و فا کے اور بھی نرالے طرز دیکھئے۔

"اسی طرح سے زمانۂ غدر میں جو لوگ سرکار انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی وہ جہاد نہ تھا فساد تھا" [1]

انگریزوں کی خیر خواہی میں سب سے آگے

"کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالبِ امن و امان و آسائش رعایا کا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ سے نہیں ہے جو اپنے آپ کو اہلسنت و حدیث کہتا ہے اور کسی مذہبِ خاص کا مقلد نہیں۔" [2]

اعترافِ حقیقت

جتنے لوگوں نے غدر (۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) میں شر و فساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدانِ مذہب حنفی تھے نہ شیعان حدیث نبوی۔" [3]

اس اشارہ کے زبان کی وضاحت یہ ہے کہ ہندوستان میں مذہب حنفی کے پیرکاروں کا دو طبقہ ہے ایک وہ جو عقائد و معمولات میں محمد بن عبدالوہاب کا متبع ہے جسے عرف عام میں وہابی، دیوبندی کہا جاتا ہے اور دوسرا وہ جو بالکل اسکے برعکس ہے یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب کو مذہب اسلام کا مبلغ نہیں بلکہ باغی خیال کرتے ہیں بلکہ علماء عرب و عجم کے فتاویٰ اور اسکے عقائد کفریہ و افعال خبیثہ کی بنیاد پر کافر و مرتد کہتے ہیں۔ موخر الذکر طبقہ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اہل سنّت و جماعت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس تفصیل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نواب صاحب

[1] ترجمانِ وہابیہ ص۳۰ ۔ [2] ایضاً ص۵۸ ۔ [3] ایضاً ص۲۵

کے اس جملہ کو دہرائیے کہ جو حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے۔ اور حنفیوں میں وہ گروہ جو علماء دیوبند کا ہے ان کے متعلق تو مستند حوالہ جات اور ناقابل تردید شواہد سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ لوگ انگریزوں کے حلیف، وفادار، بہی خواہ اور طرفدار تھے۔ اس لئے لازمی طور سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والے اور ان سے معرکہ آرائی کرنے والے وہی علماء اہلسنّت تھے جو آج عرف عام میں "بریلوی" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ نتیجہ اصل واقعہ میں نمک مرچ لگا کر اور توڑ مروڑ کر نہیں نکالا گیا ہے بلکہ چشم دید گواہ کی عبارت کی توضیح کی گئی ہے تاکہ آسانی کے ساتھ ذہن حقیقت تک پہنچ جائے۔

حق وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے

انوکھا انعام

تاریخ سے ذرہ برابر لگاؤ رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے کہ انگریز جہاں اپنے مخالفین کے سخت جانی دشمن ثابت ہوئے ہیں وہیں پر اپنے بہی خواہوں اور ہمنواؤں کے غایت درجہ قدر شناس بھی رہے ہیں۔ نواب صاحب اپنی بے پناہ خدمت گزاری کی بنیاد پر اس بات کے مکمل حقدار تھے کہ انھیں حسبِ منشاء انعام و اکرام سے نوازا جائے اور ان کی گرانقدر خدمات کا برملا اعتراف کیا جائے۔ چنانچہ انگریزوں نے ان کا خاطر خواہ خیال رکھا اور توقع سے کہیں زیادہ نوازا وہ اسطرح کہ ملکہ بھوپال نواب شاہجہاں بیگم جن کے شوہر نواب باقی محمد خاں کا چند سالوں پیشتر انتقال ہو چکا تھا ان کی شادی انگریزوں نے نواب صاحب سے کروادی جس کا اعتراف نواب صاحب نے اپنی کتاب "ابجد العلوم" میں کیا ہے۔

ثم تزوجت بی فی سنۃ ۱۲۸۸ھ بعد ما اجازتہ بذالک السلطنۃ البرطانیہ فی عہد حکومت لارد میو حاکم الہند نزیل دار الامارۃ کلکتہ۔ [1]

حاکم ہند نزیل دار الامارت کلکتہ مسٹر لارڈ میو کے عہد حکومت میں برٹش گورنمنٹ کی اجازت کے بعد ۱۲۸۸ھ میں ملکہ نے مجھ سے شادی کی۔

[1] ابجد العلوم ۳/۲۸۴ مطبوعہ لاہور۔

نواب صاحب کے لئے اس سے بڑھ کر انعام اور کیا ہو سکتا تھا کہ "ملکہ بھوپال اور تاجِ ہند" سے ان کی شادی کرادی گئی گویا نواب صاحب کو تو دنیا ہی میں جنت مل گئی۔

انعام پہ انعام

ملکہ بھوپال سے شادی ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اسکے علاوہ بھی الطاف و عنایات کی برسات ہوئی ہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں۔

"یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج وعزت روزافزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپئے سالانہ اور خطاب "معتمد المہامی" سے سرفرازی ہوئی اور خلعت گرامی دو ہزار روپئے مع اسپ و فیل و چنور و پالکی و شمشیر وغیرہ عنایت ہوا۔ بعد چند خطاب نوابی، والامیر الملکی و والاجاہی، ۱۷ فرسلنگ سے سربلندی عطا فرمائی اور اقطاع یک لک روپے سال اس پر مزید مرحمت ہوئے۔" [۱]

اس سے زیادہ انعام واکرام، الطاف وعنایات اور بخشش ونوازشات اور کیا چاہیئے؟ انگریزوں نے نواب صاحب کے لئے دنیاوی عیش و آرام، اطمینان وسکون اور فرحت وانبساط کی تمام چیزیں ان کے قدموں پہ ڈال دیں۔ بھلا ان نوازشات کو کس نام سے پکارا جائے؟ دوستی کا صلہ یا دشمنی کا انعام۔ فیصلہ آپ پر ہے۔

نہ سیاہی کے ہیں دشمن نہ سفیدی کے ہیں دوست
ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھا دیتے ہیں۔

مولوی محمد یونس رئیس دناؤلی

مولوی محمد یونس رئیس دناؤلی اہلحدیث کے پرجوش مبلغ اور سرگرم رکن تھے۔ انکی جدوجہد اور سعی مسلسل سے جماعت میں زندگی کی ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ انگریزوں کے متعلق رئیس صاحب کے کیا نظریات تھے مندرجہ ذیل اقتباس سے اندازہ لگائیے۔

۱ے ترجمان وہابیہ ص۲۸

انگریزی ملکہ مہربان ماں

"ہم اپنی ملکہ مادر مہربان کی خوشی کے کیوں کر ساتھ نہ ہوں کون ملکہ؟ جس نے ہماری شوخ چشمیوں اور خیرہ سریوں کو بالکل اپنے دل سے فراموش کر کے غدر ۵۷ء کے بعد پھر ہم کو خط آزادی دیا اور جس نے اپنی ایک نگاہِ عنایت اور ایک دستخطی فرمان سے ہمارے خونوں کو معاف کیا۔ ہماری جائدادیں واپس کیں۔" [۱]

انگریزی ملکہ جب شفیق ماں ہی ہے تو پھر بھلا الطاف وعنایات کی برسات کیوں نہ ہو؟

جنگِ آزادی کے مجاہدین کم عقل اور بیوقوف تھے

"وہ لوگ اگرچہ ہمارے بزرگ اور قرابتی ہوں بے وقوف اور نادان تھے جنہوں نے ۵۷ء کے غدر کو برپا کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ ہماری طرح اس سلطنت کے فوائد سے واقف نہ تھے۔" [۲]

رئیس صاحب! آپ ہی کی طرح سبھوں کے لئے انگریزی خزانوں کے دروازے نہیں کھلے تھے!!!

ذرا ایک نظر ان کم نصیب عورتوں کی طرف بھی دیکھ لئے ہوتے جن کا سہاگ انگریزی سفاکوں کے ہاتھوں مٹ چکا تھا۔ ذرا ان ضعیف و ناتواں ماں باپ کی سسکیاں بھی سن لیتے جن کے نوجوان جگر پاروں اور بڑھاپے کے سہاروں کو انگریزی ستمگروں نے گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ ذرا ان بچوں کی چیخ و پکار اور آہ وفغاں پر بھی کان دھر لئے ہوتے جن کے باپ کو انگریزی خونخواروں نے تختۂ دار پر چڑھا دیا تھا۔ مگر واحسرتا! اس مقام پر پہنچ کر اسکے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ درد و کرب، نالہ و شیون اور آہ وفغاں کی آواز تو اسے سنائی دیتی ہے جس کا

۱ے اشاعۃ السنہ ج۲ ش۱ ص۲۴ ـ ۲ے ایضاً ص۲۲-۲۳

ضمیر زندہ ہو اور غیرت وحمیت بیدار رہے جناب رئیس صاحب ۔ تو اپنی غیرت و حمیت برسوں پہلے گروی رکھ چکے تھے ۔ پھر بھلا ان کے کانوں تک یہ الناک اور ہوش ربا آوازیں کہاں پہنچ سکتی تھیں؟

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مولوی ثناء اللہ امرتسری

مولوی ثناء اللہ امرتسری (۱۲۸۷ھ/۱۸۶۷ء-۱۳۶۷ھ/۱۹۴۹ء) جماعت اہلحدیث کے بہترین عالم ہیں۔ انگریزوں کی وفاداری وطرفداری ان کا پسندیدہ شیوہ تھا۔ اسی جماعت کے ایک مورخ غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"۱۹۲۲ء میں ایک اجتماع کا انتظام ہوا۔ اور اس میں مولٰینا ثناء اللہ امرتسری مرحوم بھی شریک تھے ۔ وہ اہلحدیث کانفرنس کے سیکرٹری تھے انہوں نے ہمیں کانفرنس کے اغراض ومقاصد دیئے تو ان میں پہلی شق یہ تھی "حکومتِ برطانیہ سے وفاداری"۔ ہم نے عرض کیا کہ مولانا اسے تو نکال دیجئے ہم ترکِ موالات کئے بیٹھے ہیں۔ تو وہ سخت غصے میں آگئے۔ لیکن اکثریت نے یہ شق نکلوادی۔" لے

احباب اہلحدیث ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ بھلا دشمن کا یہ کون سا انداز ہے؟

قاضی محمد سلیمان منصور پوری

قاضی محمد سلیمان صاحب نے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس منعقدہ آگرہ میں ایک خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں کانفرنس کا مقصد بتاتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اس کانفرنس کا مقصد حکومت کی وفاداری کے ساتھ ساتھ دینی و دنیاوی ترقی کا انتظام کرنا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت

لے افاداتِ مہر ص۲۳۶ مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر پنی

یا مجرمانہ سازش یا معاندت سلطنت کا روادار نہیں ۔" لے

شعر
خود تو ڈوبے ہیں صنم
اوروں کو بھی لے ڈوبیں گے

مولوی نذیر احمد دہلوی

جماعتِ اہلحدیث کے فعال ومتحرک اور مشہور ومعروف انشاء پرداز جناب مولوی نذیر احمد صاحب نے بھی اپنے احباب کی طرح انگریزوں کی نصرت و حمایت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ فکر وقلم کی پوری توانائی برٹش گورنمنٹ کی تعریف وتوصیف اور مدح وستائش کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ انھوں نے اپنی ایک تقریر میں کہا۔

"انگریزوں کے مسلمانانِ ہند پر اتنے حقوق ہیں کہ وہ اہلِ کتاب ہیں اور ہم سے عہدِ امن رکھتے ہیں اور تیسری بات یہ کہ انکی حکومت صالحہ ہے ___ انگریزوں کی حکومت اگر حکومتِ صالحہ نہ ہوتی تاہم مستامن ہونے کی حیثیت سے انکی خیر خواہی اور اطاعت ہمارا فرضِ اسلامی ہوتا۔ نکیف جبکہ امن، آسائش اور آزادی کے اعتبار سے ہمارے حق میں خدا کی رحمت ہے ۔ اگر انگریز نہ آئے ہوتے تو ہم کبھی کے کٹ مرے ہوتے ۔" ۲ے

یہ اسی قصیدہ خوانی کا ثمرہ ہے کہ مولوی صاحب کی کتاب "مراۃ العروس" پر گورنمنٹ کی طرف سے ایک ہزار روپے کا انعام دیا گیا۔

مولوی نذیر حسین دہلوی

میاں نذیر حسین دہلوی (۱۸۰۵-۱۹۰۲) جماعتِ اہلحدیث کے عالم۔ معتمد

لے خطباتِ سلیمان ص۲۳۱ ۔ ۲ے مولوی نذیر احمد ص۱۶۰ از ڈاکٹر افتخار صدیقی

فاضل اور متفق علیہ شیخ الکل ہیں۔ جماعت پران کا فیضانِ کرم جھوم جھوم کر برسا ہے پوری جماعت کی گردن ان کے احسان سے جھکی ہوئی ہے۔ آنجناب بھی اپنے آقا یانِ نعمت کے فیوض و برکات سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آج غیر مقلدین اور اہلحدیث بھلا کس طرح سے انصاف و دیانت کا خون کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور تاریخ کو مسخ کرنے میں فکر و قلم کی ساری توانائی صرف کر رہے ہیں۔ کیا انھوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے حقائق کو دریا برد کر دیا ہے۔ اگر ان کے حاشیۂ خیال میں یہ بات کہیں گردش کر رہی ہے تو اسے ان کی خام خیالی کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟

مولوی نذیر حسین کی عقیدت کیشی

مولوی صاحب کے سوانح نگار فضل حسین بہاری لکھتے ہیں۔

"حج کو جاتے وقت بھی جو چھٹی کمشنر دہلی وغیرہ نے میاں صاحب کو دی تھی اس کی نقل سفرِ حج کے بیان میں ہدیۂ ناظرین کی جائے گی مگر اسی کے ساتھ یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء جبکہ دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا تو مولوی صاحب نے اس پر دستخط کیا نہ مہر۔ وہ خود فرماتے تھے کہ "میاں وہ ہلڑ تھا بہادر شاہی نہ تھا۔ وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا۔ حشرات الارض خانہ بر اندازوں نے تمام دہلی کو خراب کیا، ویران، تباہ اور برباد کیا۔ شرائطِ امارت و جہاد بالکل مفقود تھے۔ ہم نے تو اس فتویٰ پر دستخط نہیں کیا مہر کیا کرتے اور کیا لکھتے۔ مفتی صدرالدین خاں صاحب چکر میں آ گئے۔ بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں مگر وہ باغیوں کے ہاتھ کٹھ پتلی ہو رہے تھے کرتے تو کیا کرتے۔" [1]

[1] الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۲۴-۱۲۵ از فضل حسین بہاری

عملی دلیل

فضل حسین صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"عین حالت غدر میں جبکہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا۔ مسز لیسنس ایک زخمی میم کو میاں صاحب رات کے وقت اٹھوا کر اپنے گھر لے آئے پناہ دی، علاج کیا۔ کھانا دیتے رہے اس وقت اگر ظالم باغیوں کو خبر بھی ہو جاتی تو آپ کے قتل اور خانما بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ طرہ اس پر یہ تھا کہ پنجابی کٹرہ والی مسجد کو تغلباً باغی دخل کئے ہوئے تھے اسی میں اس میم کو چھپائے ہوئے تھے۔ مگر ساڑھے تین مہینے تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ حویلی کے مکان میں کئی آدمی ہیں؟ تین مہینوں کے بعد جب پوری طرح امن قائم ہو چکا تب ہی اس نیم جاں میم کو جواب بالکل تندرست و توانا تھی۔ انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کے صلے میں مبلغ ایک ہزار تین سو روپئے اور مندرجہ ذیل سارٹیفکٹیں ملیں۔" [1]

موصوف کے ساتھ انگریزوں کے الطاف خسروانہ کی ایک سند آپ بھی دیکھ لیں۔

دہلی تاریخ ۲۷ ستمبر ۱۸۷۶ء

منجانب۔ ڈبلیو جی واٹرفیلڈ رنی شیٹنگ کمشنر۔

"مولوی نذیر حسین اور ان کے بیٹے شریف حسن اور ان کے دوسرے گھر والے غدر کے زمانے میں مسز لیسنس کی جان بچانے میں ذریعہ ہوئے۔ حالت مجروحی میں انھوں نے ان کا علاج کیا۔ ساڑھے تین مہینے اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر دہلی کے برٹش کیمپ میں انکو پہنچا دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ انکی انگریزی سرٹیفکٹس ایک آتش زدگی میں جو ان کے مکان واقعہ دہلی میں ہوئی تھی، جل گئیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ان کا کہنا بہت قرین امکان ہے۔ غالباً ان کو جنرل نیوابل چیمبرلین جنرل برتارڈ

[1] الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۷۔

اور کرنل سائٹر وغیرہم سے سرٹیفکٹس ملی تھیں. مجھکو وہ واقعات اور مسٹر لیسنس کا کیمپ میں آنا اچھی طرح یاد ہے ان لوگوں کو اس خدمت کے صلے میں مبلغ دو سو روپئے اور چار سو روپئے مبلغ سات سو روپئے بابت تاوان منہدم کئے جانے مکانات کے ان لوگوں کو عطا کئے گئے تھے۔ یہ لوگ ہماری قوم سے حسنِ سلوک اور الطاف کے مستحق ہیں۔" [1]

انگریزوں کی کاسہ لیسی اور صیہونیت کی دریوزہ گری ہی کے جذباتِ نافع نے ان ابنائے وقت کو امتِ مرحومہ میں فکری اور اعتقادی انتشار پر ابھارا آج امتِ مسلمہ میں بے کسی کے جو افسوسناک اثرات پائے جا رہے ہیں ان پر ماتم کناں دل اِس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہے۔

کیا ملا عظمتِ اسلام کو رسوا کر کے
چند سکّوں کے عوض دین کا سودا کر کے

غیر مقلدین کے عقائد و نظریات

غیر مقلدین کا کہنا ہے اصل مآخذ قرآن و حدیث ہیں۔ صرف انھیں دونوں سے مسائل کا استخراج و استنباط ہو سکتا ہے ان کے علاوہ قیاس و اجماع تو یہ کوئی چیز نہیں ۔ یہ لوگ تقلید کو شخصیت پرستی اور فرقہ بندی گردانتے ہیں اور لوگوں میں بڑے زور و شور سے ڈھنڈھورا پیٹتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ یہ جو اختلافات اور لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں اسکی اصل وجہ یہی تقلید شخصی ہے لوگ الگ الگ مختلف اماموں کی پیروی کرنے لگتے ہیں اور جو جنکی تقلید کرتا ہے وہ انھیں کی مدح و ستائش میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگتا ہے۔ بقیہ دیگر ائمہ کرام کی شان میں اہانت آمیز کلمات استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا جسکی وجہ سے

[1] الحیاۃ بعد المماۃ صـ۱۳۳-۱۳۲

مد مقابل چراغ پا ہو جاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ نفرت کی چنگاری شعلہ جوالہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور نتیجہ قتل و خونریزی تک جا پہنچتا ہے۔

مگر یہ سراسر مغالطہ اور لوگوں کو دام تزویر میں پھنسانے کا حربہ ہے جس سے ہر ذی شعور اور بالغ نظر انسان باخبر ہے۔ کیونکہ کوئی بھی سمجھدار اور مسائل شرعیہ سے واقف انسان کسی امام کی شان میں گستاخی کے کلمات نکالنا تو دور کی بات ہے سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس کے برعکس خود علماء غیر مقلدین ائمہ کرام کی شان اقدس میں نازیبا اور گستاخی آمیز کلمات استعمال کرتے ہیں اس کی تفصیل بعد میں پیش کی جائے گی۔

مقلدین علماء کرام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تقلید شخصی واجب ہے اس کے بغیر صراط مستقیم پر گامزن رہنا نہ صرف دشوار ہے بلکہ باعث خطرۂ ایمان ہے خصوصًا اس دور میں جبکہ دینی علوم کا فقدان اور اس سے لوگوں کی بے رغبتی عیانًا مشہود ہے۔

تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے یہاں پر چند مختصر عقائد ملاحظہ کریں۔

تقلید شخصی غیر مقلدین کی نظر میں

تقلید کے خلاف اخبار اہلحدیث کے معاون مدیر حکیم عبدالشکور کا انداز تحریر دیکھئے

"دین و مذہب کی اصل کتاب و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اہلحدیث اسی کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، کتاب و سنت کے مقابلے میں سب سے بڑی اہم اور کھوکھلی دیوار تقلید اور شخصیت پرستی کی ہے اس لئے جب بھی ہم کتاب و سنت کی حمایت میں اپنا قلم اٹھائیں گے. تقلید اور شخصیت پرستی کی تردید اس ضمن میں ضرور آئے گی۔" [1]

تقلید کے متعلق ایک دوسرے اہلحدیث کا زاویۂ فکر اور قلم کا تیور ملاحظہ کیجئے۔

[1] پندرہ روزہ اخبار اہلحدیث ۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء ۳۰ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ صـ۱۳ دہلی

" اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کیا تو تقلید شخصی نے "۔ ۱ے

غیر مقلدوں کے نزدیک وہ تقلید جس کا حکم مطلق قرآن وحدیث سے مستفاد ہے جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں نہ صرف یہ کہ باعث تفریق ہے بلکہ باعث تکفیر بھی غیر مقلد عالم مولوی محی الدین لکھتے ہیں۔

" کسی مولوی، درویش، مجتہد کا حکم ماننا کفر ہے "۔ ۲ے

تقلید شخصی پر حملہ کرتے ہوئے صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں۔

" اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو تو سارے عالم کا فساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہتا ہے "۔ ۳ے

تبلیغی جماعت کے سرگرم مبلغ مولوی محمد مطیع الحق رقمطراز ہیں۔

" وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید شرک فی الرسالہ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ان مسائل میں اہل سنت وجماعت کے مخالف ہوگئے ہیں۔ چنانچہ " غیر مقلدین ہند " اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔

عرب کے وہابی اگرچہ حنبلی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن مسائل میں ان کا عمل حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہرگز نہیں بلکہ اپنی سمجھ کے مطابق جس مسئلہ کو حدیث کے خلاف پائیں گے، فوراً چھوڑ دیں گے اور ہندوستان کے غیر مقلدین کی طرح وہ بھی اکابر امت کی شان میں گستاخی وبے ادبی کے الفاظ استعمال کرنے کے عادی ہیں "۔ ۴ے

۱ے فرقہ بندی کا شرعی آپریشن ص۵ ۔ ۲ے النظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین ص۱۹ ۔ ۳ے ترجمان وہابیہ ص۲۴
۴ے عقائد وہابیہ نجدیہ اور علماء کرام دیوبند ص۸ ۔

۱ے ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۲۷ ۔ ۲ے اشاعۃ السنہ ج۱۰ ش۲ ص۴۱

تقلید شخصی کی شرعی حیثیت

علماء غیر مقلدین کے نظریات کے خلاف مایۂ ناز علماء اہلسنت کے نظریات و خیالات ملاحظہ کیجئے اور پھر دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ آخر ہمیں کونسا نظریہ اختیار کرنا ہے

حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف " فقہ الفقیہ " میں رقمطراز ہیں۔

" صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے جو اصحاب حضور علیہ السلام سے مشرف بملاقات ہو کر اپنے اپنے ملک میں جاتے تھے اس ملک کے لوگ انہی کی تقلید کرتے تھے "۔ ۱ے

حضرت علامہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ " عقد الجید " میں فرماتے ہیں۔

ان الناس لم یزالوا ارض الصحابۃ الیٰ ان ظہرت المذاہب الاربعہ یقلدون من اتفقو من العلماء من غیر نکیر من یعتبر انکارہ ولو کان ذالک باطلا لانکرہ۔	زمانہ صحابہ سے مذاہب اربعہ کے ظہور تک لوگ بلا انکار کسی نہ کسی عالم کی ہمیشہ تقلید کرتے رہے، اگر یہ باطل ہوتا تو علماء ضرور انکار کرتے۔

نیز حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ " حجۃ اللہ البالغہ " میں فرماتے ہیں۔

ث انہم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدیٰ ناحیۃ من النواحی وکثرت الوقائع ودارت المسائل فا ستفتوا فیہا فاجاب کل واحد حسب ماحفظہ او استنبط مایصلح للجواب	صحابہ کرام شہروں میں متفرق ہوگئے اور ان میں سے ہر ایک اس جانب کا مقتدیٰ بن گیا۔ بعدہٗ بہت سے معاملے اور مسائل پیش آئے لوگوں نے فتویٰ پوچھنا شروع کیا تو ہر ایک صحابی نے اپنی یادیا استنباط سے جواب دیا اگر یاد یا استنباط میں

۱ے فقہ الفقیہ ص۵۴ مطبوعہ لاہور۔

اجتهد برائه۔	جواب نہ ملا تو اپنی رائے سے اجتہاد کیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح سے چند امور مستفاد ہوئے۔

- زمانہ صحابہ میں تقلید جاری تھی اور تقلید بھی شخصی، چنانچہ عبارت "فصارت کل واحد مقتدیٰ ناحیة من النواحی اس بات پر دلیل ہے۔
- ہر شخص تقلید شخصی کا پابند نہ تھا بعض ایک ہی مجتہد سے مسئلے پوچھ کر عمل کرتے تھے اور بعض دوسروں سے بھی دریافت کر لیا کرتے تھے۔
- صحابۂ کرام بھی استنباط و اجتہاد کر کے مسائل غیر منصوصہ کا جواب دیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں بھی تقلید جاری تھی اور باوجود کثرت صحابہ کے اہلِ فتویٰ بہت کم تھے جن کی تعداد چھ سات بتائی جاتی ہے مگر چونکہ وہ زمانہ خیر القرون تھا۔ شر و فساد بہت کم تھے۔ عوام مذہبی آزادی اور خود رائی سے محفوظ تھے۔ اسی واسطے اس دور کے علماء نے تقلید شخصی کو واجب لغیرہٖ نہیں فرمایا تھا۔ آج کل کا دور شر القرون ہے۔ لوگوں کے خیالات بدل گئے۔ ذہن آزاد و آوارہ ہو گئے۔ ہر شخص کو مجتہد بننے کا حوصلہ ہو گیا۔ ائمہ سلف پر طعن کرنا فخر ہو گیا۔ ایسی حالت میں تقلید کو واجب قرار دینا از بس لازم ہے تاکہ عوام کو آزادی اور خود روی سے روکا جائے۔ [1]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

منها ان هٰذه المذاهب الاربعة	یہ مذاہب اربعہ جو مدونہ ہیں انکی تقلید کرنے پر
المدونة قد اجتمعت الامة او	امت یا امت میں سے ان لوگوں نے جن کا دین میں
من يعتد به منها على جواز تقليدها	اعتبار کیا جاتا ہے اجماع کیا ہے ہمارے زمانہ تک
الى يومنا هٰذا وفى ذالك من المصالح	اور اس تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو کسی پر
مالا يخفى لا سيما فى هٰذه الايام قصرت	پوشیدہ نہیں خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں
همتهم جدا	بہت کوتاہ ہو گئی ہیں [2]

---

[1] فقہ الفقیہ ص ۵۵-۵۶ مطبوعہ لاہور۔ [2] ایضاً ص ۶۹

اسی لئے اکابرین اسلام نے فرمایا ہے کہ ان قریب کی صدیوں میں جو مذاہب اربعہ سے خارج ہے وہ اسلام سے بہت دور ہے۔

خاتم المحققین علامہ سید احمد مصری طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے حاشیہ درمختار میں تحریر کرتے ہیں۔

من شذ عن جمهور اهل الفقه والعلم	جو شخص جمہور اہل علم و فقہ سواد اعظم سے جدا
والسواد الاعظم فقد شذ فيما يدخله	ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو
فى النار فعليكم يا معاشر المؤمنين	اسے دوزخ میں لے جائیگی تو اے گروہِ
باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل	مسلمین تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت
السنه والجماعة فان نصر الله تعالىٰ	کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا
وحفظه وتوفيقه فى موافقتهم	حافظ و کارساز رہنا موافقت اہل سنت میں
وخذلانه وسخطه فى مخالفتهم	ہے اور اس کا چھوڑ دینا غضب فرمانا اور دشمن
وهذه الطائفة الناجيه قد اجتمعت	بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات
اليوم فى مذاهب اربعة وهم الحنفيون	والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے حنفی،
والمالكيون والشافعيون والحنبليون	مالکی، شافعی، حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب
رحمهم الله تعالىٰ ومن كان خارجا	پر رحمت فرمائے اس زمانہ میں ان
عن هٰذه الاربعه فى هذا الزمان	چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی
فهو من اهل البدعة والنار۔	ہے۔ [1]

ع ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھاتے ہیں

ائمہ اربعہ راہِ حق سے برگشتہ ہیں

مقلدین تقلید کی وجہ سے کافر و مشرک ہوئے مگر ہوس اقتدار کی بیتابی اور جوش جنوں کی شرانگیزی نے ائمہ کرام کو بھی نہ چھوڑا بلکہ انھیں بھی راہِ حق سے دور اور پھرا ہوا قرار دے دیا جیسا کہ مندرجہ ذیل سوال و جواب سے ظاہر ہے۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ ۳/۳۷ مطبوعہ پاکستان

سوال:۔ چاروں امام برحق اور چاروں مصلے برحق کا کیا مطلب؟

جواب:۔ برحق وہ ہے جو خدا اور رسول سے ثابت ہو ان چاروں اماموں کے نام سے جو فرقے بنائے گئے ہیں اور بیت اللہ شریف میں جو چار مصلے بنائے گئے ہیں ان کا کوئی ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں اس لئے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو برحق نہیں کہا جاسکتا۔ [۱]

ان غیر مقلد علما کے فتاویٰ کی روشنی میں جتنے مقلدین علماء صلحاء اولیاء اور عوام ہیں وہ سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں صرف یہی مٹھی بھر جماعت جو بقولِ خود نمک میں آٹے کے برابر ہے اسلام کی نقیب شریعت کی محافظ اور دین کی ٹھیکیدار ہے۔

شعر:۔ جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھی دھڑکنیں
جب بولنے لگے تو ہمیں پر برس پڑے

عنوان سے ذرا ہٹ کر یہ بھی دیکھ لیں کہ غیر مقلدین کی تعداد کتنی ہے؟ خود غیر مقلدین اور علماء دیوبند کے اقوال کی روشنی میں یہ تعداد پیش کی جاتی ہے۔

مولوی محمد حسین مبلغ اہلحدیث اپنی جماعت کے علماء کو سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پھر خاص اپنے گروہ جو عام مسلمانوں کی نسبت ایسے ہیں جیسے آٹے میں نمک کی قلت اور عام مسلمانوں کی نظروں میں انکی حقارت اور ذلت پر ترس کھائیں اس قلت اور ذلت کو اور نہ بڑھائیں"۔ [۲]

مولوی بشیر احمد دیوبندی لکھتے ہیں۔

"سارے عالم اسلام میں غیر مقلدین کا فرقہ باقاعدہ جماعتی رنگ میں کبھی پہلے تھا اور نہ ہی اب موجود ہے۔ صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں

---

[۱] پندرہ روزہ اخبار اہلحدیث یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء ص۶ ۔ [۲] اشاعۃ السنہ ج۷ ش۱۲ ص۳۷

انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور و وجود انگریز کی نظر کرم اور چشم التفات کا رہین منت ہے"۔ [۱]

مشہور غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کا بیان ہے۔

"امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی کے مساوی ہے۔ اسی (۸۰) سال قبل پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جنہیں آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے"۔ [۲]

غیر مقلد مورخ مولوی جعفر تھانیسری کا قول ہے۔

"میری موجودگی ہند (۸ دسمبر ۱۸۶۵ء سے پہلے) کے وقت شاید پنجاب بھر میں دس وہابی (غیر مقلد) عقیدے کے مسلمان نہ تھے"۔ [۳]

اوپر ذکر کئے گئے حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ ایک نوزائیدہ فرقہ ہے اور وہ بھی سواد اعظم کے مقابلے میں بہت قلیل سا۔ حدیث شریف میں ہے اتبعوا السواد الاعظم کثیر جماعت کی پیروی کرو۔ یہ سواد اعظم وہی ہے جو ہر دور میں اہلسنت وجماعت کے نام سے مشہور رہا ہے۔

اس جماعت کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ جسکی قلت کا احساس اس کے ذمہ داروں کو بھی ہے اور ایسی صورت میں غیر مقلدوں کا خود کو سلفی کہنا اور اس سے یہ تاثر دینا کہ ہم اسلاف کے قدم بہ قدم ہیں سراسر فریب نہیں تو اور کیا ہے؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ائمہ مجتہدین ہی کے زمانے سے کیا کوئی مصلح اور اسلامی مفکر تقلید سے کنارہ کش رہا ہے؟ ہرگز نہیں! اس موقعہ پر ایک مفکر کا قول بہت برجستہ معلوم ہو رہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو بخاری شریف لکھ کر بھی مقلد ہی رہے اور یہ بخاری شریف الماریوں میں رکھ کر مجتہد بنے پھرتے ہیں۔

---

[۱] اہلحدیث اور انگریز ص۶ ۔ [۲] شمع توحید ص۴۰ از ثناء اللہ امرتسری مطبوعہ سرگودھا پاک۔ [۳] کالا پانی ص۸۰

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں۔

"بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے لہذا ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے اس کے لئے بہت طویل گفتگو کی ضرورت نہیں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کے لئے کس قدر علم کی ضرورت ہے اور ان حضرات کو وہ قوت علمی حاصل ہے یا نہیں؟

حضرت امام رازی امام غزالی وغیرہ امام ترمذی وابوداؤد وغیرہ حضور غوث پاک۔ حضرت بایزید بسطامی، شاہ بہاء الحق نقشبندی اسلام میں ایسے پایۂ کے علماء اور صلحا گزرے ہیں کہ ان پر اہل اسلام جس قدر بھی فخر کریں کم ہے۔ مگر ان حضرات میں سے کوئی بھی مجتہد نہ ہوئے بلکہ سب مقلد ہی ہوئے خواہ امام شافعی کے مقلد ہوں یا امام ابوحنیفہ کے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ زمانہ موجودہ میں کون ان کی قابلیت کا ہے۔ جب ان کا علم مجتہد بننے کے لئے کافی نہ ہوا تو جن بیچاروں کو ابھی حدیث کی کتابوں کے نام لینا بھی نہ آتے ہوں وہ کس شمار میں ہیں۔

ایک صاحب نے دعوائے اجتہاد کیا تھا میں نے صرف ان سے اتنا پوچھا کہ سورۂ تکاثر سے کس قدر مسائل آپ نکال سکتے ہیں اور اس میں حقیقت مجاز صریح وکنایہ ظاہر ونص کتنے ہیں۔ ان بے چارے نے ان چیزوں کے نام بھی نہ سنے تھے۔ [1]

مگر اسکے باوجود بھی دعوائے اجتہاد! فیا للعجب!!

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے؟

غیر مقلدیت کا فائدہ

مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی اپنے تجربہ کی روشنی میں جو کچھ فرماتے ہیں اسے ملاحظہ کیجئے اور اس بھیانک فتنہ کی ہولناکی کا رخ متعین کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں

۱؎ جاء الحق ۱/۱۹

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہوجانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے مگر اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے حامی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔" [1]

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

غیر مقلدیت مولانا اشرف علی تھانوی کی نظر میں

دیوبندی جماعت کے مشہور مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ

"مولانا اشرف علی تھانوی محمد حسین بٹالوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ مولانا موصوف غیر مقلد تھے مگر منصف مزاج تھے حضرت (تھانوی صاحب) نے فرمایا کہ میں نے خود ان کے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں ان کا یہ مضمون دیکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچیس سال کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ہے۔" [2]

اور لکھتے ہیں کہ حضرت تھانوی نے ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدی بے عقلی کی دلیل ہے۔ بے دینی کی نہیں۔ ہاں جو ائمہ مجتہدین پر تبرا کرے تو بے دینی ہے۔" [3]

اور مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا کہ ایسے اکثر غیر مقلدین ہیں.....

۱؎ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء ۲؎ مجالس حکیم الامت ص ۲۴۲ - ۳؎ ایضاً ص ۲۴۴

حدیث کا تو نام ہی نام ہے محض قیاسیات ہی قیاسیات ہیں اپنے ہی مقلد ہیں حدیث کی تو ہوا بھی نہیں لگی اور ایک چیز کا تو ان میں نام و نشان نہیں وہ ادب ہے نہایت ہی بے ادب اور گستاخ ہوتے ہیں جو جس کو چاہتے ہیں کہہ ڈالتے ہیں بڑے جری ہیں اس باب میں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے والا بڑے ہی خطرے میں ہوتا ہے سوء خاتمہ کا۔" [۱]

تھانوی صاحب نے اور کیا کہا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل مجموعہ رخص (رخصتوں پر عمل کرنا) ہے جس کا نتیجہ اکثر بد دینی ہے۔" [۲]

تھانوی صاحب نے اور کہا کہ غیر مقلد ہونا آسان ہے البتہ مقلد ہونا مشکل ہے. کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا جسے چاہا بدعت کہہ دیا جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں مگر مقلد ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ بعضے آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا اس کھیت میں منہ مارا نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان ہے۔ [۳]

تھانوی صاحب اور کہتے ہیں کہ اکثر محب دنیا ہیں. بزرگوں سے بدگمانی اس قدر بڑھی ہوتی ہے جس کا کوئی حد و حساب نہیں اور اس سے آگے یہ ہے کہ بدزبانی تک پہنچے ہوئے ہیں ادب اور تہذیب ان کو چھو بھی نہیں گئے ہاں بعضے محتاط بھی ہیں وقلیل ماھم (اور وہ بہت تھوڑے ہیں)۔" [۴]

تھانوی صاحب اور کہتے ہیں کہ بعضے غیر مقلدوں میں تشدّد

---

[۱] افاضاتِ یومیہ ۴/۲۴۔ [۲] ایضاً ۴/۲۶۹۔ [۳] ایضاً ۴/۲۹۴۔ [۴] ایضاً ۱/۲۲۲

بہت ہوتا ہے اور طبیعت میں شر ہوتا ہے اور مجھے تو الا ماشاء اللہ ان کی نیت پر بھی شبہ ہے۔ سنت سمجھ کر شاید ہی کوئی عمل کرتے ہوں مشکل ہی سا معلوم ہوتا ہے۔ [۱]

پھر تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوءِ ظن (بدگمانی) کا خاص مرض ہے. کسی کے ساتھ حسنِ ظن نہیں رکھتے۔ بڑے ہی جری ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں۔ ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرنے لگتے ہیں۔ [۲]

غیر مقلدیت مفتی دیوبند کی نظر میں

دار العلوم دیوبند کے مفتی جناب مہدی حسن شاہجہاں پوری لکھتے ہیں۔

"کچھ تجربہ اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ انسان غیر مقلد ہو کر بدتہذیب بدزبان بے باک بہت ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات واخلاق سے کوسوں دور ہو جاتا ہے اِلّا ماشاءَ اللہ نہ مسلمانوں کو گالیاں دینے سے باک ہوتا ہے نہ صحابی کو فاسق کہنے سے ننگ معلوم ہوتا ہے نہ حدیث کے خلاف سے شرم معلوم ہوتی ہے نہ قرآن کی مخالفت کرنے سے۔" [۳]

غیر مقلدیت امام احمد رضا کی نظر میں

مصلح امّت مجدد ملّت اعلیٰحضرت مفتی الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

[۱] افاضات یومیہ ۱/۳۰۹۔ [۲] ایضاً ۲/۳۲۲۔ [۳] قطع الوتین ۱/۲۱

فرماتے ہیں۔

یامعشر المسلمین ! یہ فرقۂ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہلِ اسلام کے رہزن ہیں۔ مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں، ائمہ ہدیٰ کو احبار ورہبان ٹھہرائیں، سچے مسلمانوں کو کافر و مشرک بتائیں۔ قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں۔ بے راہ چل کر بے گناہ مچل کر حرام خدا کو حلال کر دیں۔ حلال خدا کو حرام کہیں۔ [1]

مزید آگے لکھتے ہیں

"جس نے تجربہ کیا ہے اس سے پوچھئے کہ دنیا درکنار خاص امورِ دین میں اصاغر بالائے طاق انکے اکابر و معتمدین میں جو شنیع بے باکیاں عظیم سفاکیاں پھیل رہی ہیں خدا نہ کرے کہ کسی فاسق کو بھی اس کی ہوا لگے۔ کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے مہری فتوے میں دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی۔ کیا نہ جانا کہ ان کے رشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی۔ کیا نہ سنا کہ دوسرے شاگرد نے سوتیلی خالہ کو بھانجے کے حق میں مباح کیا اور اس آفت کے فتوے سے استاذ صاحب نے اپنی مہر کا نکاح کر دیا پھر امام العصر کا اجرت لے کر مسائل لکھنا، ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعا علیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتویٰ ہونا کیسی اعلیٰ درجہ کی دیانت ہے؟ [2]

کچھ اور آگے چل کر مزید تحریر فرماتے ہیں۔

سبحان اللہ ! جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری تو تمہارے نزدیک ہر عصر کے علماء اور گیارہ سو برس کے عامۂ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوئے۔ نہ سہی آخر اتنا تو اجلیٰ بدیہیات سے

[1] النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید مشمولہ فتاویٰ رضویہ ۳/۳۰۔ [2] ایضاً ص ۳۱۵

ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار ہے۔ صدہا برس سے لاکھوں اولیاء، علماء، محدثین فقہا عامۂ اہل سنت واصحاب حق و ہدیٰ۔ تقلید ائمہ اربعہ اپنے دوشِ ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ جسے دیکھو کوئی حنفی کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقۂ ناجیہ اہلسنت وجماعت ان چار مذاہب میں منحصر ہو گیا جیسا کہ اسکی نقل سید احمد مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اوّل میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین و مستندین طائفہ سے ہیں تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔

اھل السنۃ قد افترقت بعد القرون الثلٰثۃ اوالاربعۃ علی اربعۃ مذاھب ولم یبق فی الفروع سوی ھٰذہ المذاھب الاربعہ

اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

طبقات حنفیہ و طبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علماء دیکھو گے تو معلوم ہو گا کہ ان چاروں مذاہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمہ ہدیٰ و اکابرین محبوبانِ خدا گزرے جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کئے گئے اور ہمیشہ اپنے ہی مذہب پر فتوے دیئے اور ہمیشہ اسی کی ترویج میں دفتر لکھے۔ یہ سب معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنیں چناں ہوئے۔ [1]

علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں فرقۂ غیر مقلدین یا جماعتِ اہلحدیث کی اصلیت و حقیقت کا جائزہ لیجئے اور پھر اپنے لئے راہِ نجات تلاش کیجئے اور دیکھئے کہ آیا اس کے دامن میں ہمیں ابدی راحت و آرام اور دائمی اطمینان و سکون نصیب ہو سکتا ہے یا نہیں؟

مزید تسکین قلب و نظر کیلئے غیر مقلدین کے چند مخصوص عقائد بھی ملاحظہ کر لیں۔

[1] النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید مشمولہ فتاویٰ رضویہ ۳/۳۲۲

غیر مقلدین کے مخصوص عقائد

غیر مقلدین کے مخصوص عقائد ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

① خدائے پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ [۱]

② انبیاء کرام سے بھول چوک دینی احکام میں مقرر (ثابت) ہے۔ [۲]

③ غیر مقلدین مسئلہ رجعت کے قائل ہیں یعنی حضرت امام مہدی علیہ الرحمہ کے زمانے میں سب مردے جو انکی محبت میں مرے قبور سے قبل قیامت زندہ ہو کر ان سے مستفید ہوں گے۔ [۳]

④ حضرت ابو بکر صدیق حضرت فاطمہ کے ساتھ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی کے ساتھ کینہ رکھتے تھے۔ [۴]

⑤ سوائے حدیث متواتر کے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ثابت نہیں ہے۔ [۵]

کیا یہ کھلے بندوں کثیر در کثیر معجزات نبوی کا انکار نہیں؟

اس جماعت کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ اسلام کا تصور کچھ اس انداز سے پیش کرتی ہے جس کا مغربی تعلیم یافتہ ذہن متمنی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے۔ ہر دور اور ہر زمانے کی ضرورت کی تکمیل کا سامان اس میں موجود ہے۔ ہر زمانہ اور ہر حالت میں اس کے زریں اصول پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اسلام ہمیشہ ترقی یافتہ رہا ہے اور اپنے ماننے والوں کو ترقی ہی کی دعوت دیتا رہا ہے۔ مگر اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس جذبۂ ترقی اور ذوقِ آرائش جمال میں اسلام کے مستحکم لائحہ عمل اور متبینہ دستور کو زیر قدم روند ڈالا جائے۔ اسلام کی قانون شکنی کر کے خود کو ترقی یافتہ اور روشن خیال ظاہر کرنا خام خیالی اور فریب نظر کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ جبکہ غیر مقلدین حضرات اسی کو اسلام کی خدمت سمجھ رہے ہیں اس قسم کے

---

[۱] صیانۃ الایمان ص۵ از مشہود الحق مطبوعہ مراد آباد۔ [۲] رد تقلید بکتاب المجید ص۱۲۔
[۳] دراسات اللبیب ص۲۱۹۔ [۴] اعتصام السنہ ص۶۹۔ [۵] دلیل محکم مطبوعہ دہلی از نذیر حسین

چند مسائل حاضر ہیں آپ بھی ملاحظہ کیجئے اور علماء غیر مقلدین کی تن آسانی اور نفس پرستی پر ماتم کیجئے۔

۱ ایک بارگی تین طلاق دینے سے صرف ایک ہی واقع ہوگی دوبارہ رجوع ہو سکتا ہے۔
۲ وتر صرف ایک رکعت ہے۔
۳ سفر میں چند نمازیں ایک ساتھ جائز ہیں۔
۴ تراویح صرف آٹھ رکعت ہے
۵ دو مشکے پانی کبھی گندا نہیں ہوتا چاہے اس میں کتنی ہی نجاست پڑ جائے۔
۶ عورتوں کے زیور پر زکوٰۃ نہیں۔ [۱]
۷ منی پاک ہے۔ شراب پاک ہے۔ مردہ جانور پاک ہے۔
۸ دودھ کی کڑاہی میں اگر بچے کے پیشاب کے قطرے گر جائیں تو دودھ پاک ہے۔
۹ خنزیر کے پیشاب کے سوا باقی سب حیوانوں کا پیشاب پاک ہے۔
۱۰ کافر کا ذبیحہ حلال ہے۔
۱۱ ناٹک کا بطور عبرت دیکھنا جائز ہے۔
۱۲ حائضہ عورت کو قرآن پڑھنے کی اجازت ہے۔
۱۳ وطی فی الدبر کی حرمت ظنی ہے۔
۱۴ کچھوا، کیکڑا، گھونگا حلال ہیں۔

یہ اور اس طرح کے بہت سے مسائل "فقہ القیہ" میں غیر مقلدوں کی مستند کتابوں کے حوالے سے منقول ہیں۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ان حقائق کی موجودگی میں یہ جماعت کہاں تک اسلامی روح سے قریب ہے اس کا فیصلہ آپ پر ہے۔

ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھا دیتے ہیں

---

[۱] جاء الحق ص۴۳

احمدی جماعت

احمدی جماعت یا قادیانی جماعت مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب ہے۔ یہ جماعت کب معرض وجود میں آئی؟ اس کا اصل محرک کون تھا؟ اسکے فروغ وارتقاء میں کس کا ہاتھ تھا اور اس کے بنیادی عقائد کیا ہیں؟ ان سب موضوعات پر روشنی ڈالنے سے پہلے اس نوپید جماعت کا تاریخی پس منظر پیش کیا جاتا ہے تاکہ حقائق تک پہنچنے میں آسانی ہو۔

قادیانی جماعت کا پسِ منظر

یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ ہندوستان پر سات سمندر پار کی ایک زیرک قوم اپنی سیاست اور قیادت کا سکّہ جما چکی تھی۔ ہندوستان پر قبضہ ہونے کے بعد اس نے اپنا دائرہ کار صرف سیاست ہی تک محدود نہ رکھا بلکہ ہندوستانی عوام کے مذہب و ملّت اور تہذیب و تمدن پر بھی شبخوں مارنے لگی۔ یہ اور بات ہے کہ دیگر قوموں سے زیادہ ان کی "نگاہِ عنایت" مسلمانوں پر ہی رہی، مسلمانوں نے ابتدًا بڑی پامردی اور ثبات قدمی سے اس کی مدافعت کی۔ مجاہدینِ اسلام دین و مذہب کی حفاظت اور پرچمِ اسلام کی سربلندی کی خاطر سربکف میدان کارزار میں اتر آئے۔ اور انگریزی استعمار کے خلاف علم جہاد بلند کر کے دینِ متین کی حفاظت و صیانت کے امین ہونے کا فخر حاصل کیا۔ حرمت اسلام کی پامالی کو برداشت نہ کر کے سراج الدولہ نے ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی لڑی اور ۱۷۹۹ء میں سلطان ٹیپو شہید نے عظمتِ اسلام کی بحالی کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

ان شہیدانِ وطن نے انگریزی شوکت و جلال اور رعب و دبدبہ کو خاک میں ملانے اور دینِ اسلام کو فتحمندی و ظفریابی سے ہمکنار کرنے کے لئے مسلمانوں کی

چودہ سو سالہ پُرانی تاریخ دہرا کر رکھدی۔ ساکنانِ ہند کے دلوں میں مسلمانوں کی شجاعت و بہادری اور جرأت و جوانمردی کا سکہ بٹھا دیا۔ اور یہ ثابت کر کے رکھدیا کہ مسلمان اپنی جان قربان کر سکتا ہے، تختۂ دار کو چوم سکتا ہے۔ پھانسی کے پھندوں کو اپنی گردن کی زینت بنا سکتا ہے مگر اپنے دین کی عظمت و وقار کی پامالی ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

تاریخ کے زرّیں صفحات جہاں ان جانبازانِ وطن کے گرانمایہ خدمات سے لبریز ہیں۔ وہیں پر میر صادق، میر جعفر اور معین جیسے بدباطن کے سیاہ کرتوت سے بھی اس کے سینے خالی نہیں، جنکی غداری سے پوری قوم کو ذلّت ملی اور غلامی کا پٹہ گردن میں ڈالنا پڑا۔

صادق از بنگال جعفر از دکن ؞ ننگ ملّت ننگ دیں ننگ وطن

اس کے بعد مسلمانوں کے پاس جو کچھ رہی سہی قوت تھی ۱۸۵۷ء کی جنگ میں وہ بھی ختم ہوگئی۔ مسلمانوں کا جذبۂ جہاد ماند پڑ گیا اور حیات فانی کے بقیہ ایام گھٹ گھٹ کر جینے پر مجبور ہو گئے۔ مگر ان کرب انگیز لمحات میں بھی اسلاف کا خون ان کے رگ و پے میں گردش کرتا رہا۔ وہ اپنے دینی اور مذہبی تشخص سے دست بردار ہونے کو اب بھی تیار نہ تھے۔ جبکہ انگریزوں کے لئے سب سے کٹھن مسئلہ یہی تھا۔ اس پر قابو پانے کے لئے انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مال و دولت اور جاہ و حشمت کا لالچ دے کر اپنا ہم نوا بنایا۔ مرزا کے انتخاب کی خاص وجہ یہ تھی کہ مرزا کی جنم بھوم پنجاب ہے جہاں کے مسلمانوں کی مذہبی و معاشی حالت دوسرے ہندوستانی مسلمانوں کی نسبت زیادہ خستہ تھی۔ پنجاب ایک عرصۂ دراز سے سکھ مت کا مرکز رہ چکا ہے جسکی وجہ سے وہاں کے مسلمان دینی احکام و مسائل سے بے تعلق تھے ایسے لوگوں کو دین کے نام پر مرعوب کر کے دامِ تزویر میں پھانسنا زیادہ آسان ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب مرزا نے اپنی تحریک شروع کی تو لوگ جلدی ہی اسکے لاف و گزاف سے متاثر ہو گئے اور رفتہ رفتہ اس کے حواری ادھر ادھر پھیلنے لگے۔

مرزا نے اسلام کے لہلہاتے سبزہ زار پر جو بجلی گرائی اس کی مختصر داستان یہاں پیش کی جائے گی مگر اس طلسمی داستان سے پہلے اس کے ابتدائی حالات ملاحظہ کیجئے۔

مرزا قادیانی کے خاندانی حالات

حکیم نجم الغنی صاحب لکھتے ہیں۔

...... یہ فرقہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف منسوب ہے جنکے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا ان کی قوم مغل برلاس ہے قادیان ملک پنجاب کے نامی رئیس ہیں۔ انکے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے تھے اور بادشاہ وقت کی طرف سے بہت دیہات بطور جاگیر ان کو ملے۔ سکھوں کے ابتدائی زمانے میں مرزا گل محمد کے پاس اٹھاون گاؤں اس نواح کے تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضے سے نکل گئے جب وہ فوت ہوئے تو بجائے ان کے مرزا عطا محمد جانشین ہوئے ان کے وقت میں روز بروز سکھ لوگ ان کی جاگیر دیہات پر قبضہ کرتے گئے اور آخر کار ان کو قادیان سے نکال دیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد ان کو زہر دیا گیا۔ پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانے میں غلام مرتضیٰ صاحب قادیان واپس آئے اور پانچ گاؤں دیہات جاگیر میں سے واپس ملے۔

مرزا صاحب کی پیدائش

مرزا غلام احمد صاحب کی پیدائش سنہ ۱۸۳۹ء یا سنہ ۱۸۴۰ء میں (پنجاب کے ضلع گورداس پور کے قصبہ قادیان میں) ہوئی۔ مولوی گل علی شاہ سے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا اور اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے مقدمات میں مشغول رہے

اور زمینداری امور کی نگرانی میں لگے۔ اور چند سال ان کے انگریزی ملازمت میں بھی بسر ہوئے [1]

تعلیم

مرزا کو کسی درسگاہ میں باقاعدہ علم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ متوسطات تک کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اس کے بعد عربی کی چند کتابیں ایک شیعی عالم گل علی شاہ سے پڑھیں ہاں مطالعہ کا شوق کچھ زیادہ ہی تھا۔ خود لکھتے ہیں۔

ان دنوں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے۔ [2]

مگر یہ شغلہ زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکا۔ مرزا کو اپنے والد کے حکم سے آبائی زمینداری کی بازیابی اور اسکی نگرانی میں مشغول ہو جانا پڑا

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں آنجہانی ہوئے

قادیانیت کی ابتدا اور مقاصد

الموسوعۃ المیسرہ کے مرتب لکھتے ہیں۔

القادنية حركة لنشأت سنة ۱۹۰۰ه بتخطيط من الاستعمار الانجليزى فى القارة الهنديه بهدف العباد المسلمين عن دينهم وعن فريضة الجهاد بشكل خاص حتى لايواجهو المستعمر باسم الاسلام وكان لسان هٰذه الحركة و هو مجلة الاديان" التى تصدر باللغة الانجليزيه كان مرزا غلام احمد القاديانى (۱۸۳۹ء - ۱۹۰۸ء) اداة التنفيذ الاساسية لايجاد القاديانيه وكان ينتهى

---

[1] مذاہب الاسلام ص ۶۵۸ ۔ [2] کتاب البریہ ص ۱۳۵ از مرزا قادیانی

الیٰ اسرۃ اشتھرت بخیانۃ الدین والوطن وھو معروف
عند اتباعہ باختلال مزاج وکثرت الامراض وادمان
المخدرات ولہ اکثر من خمسین کتابا ونشرۃ ومقالا ومن
اھم کتبہ "ازالۃ الاوھام" "اعجاز احمدی" "براھین
احمدیہ" "انوار الاسلام" "اعجاز المسیح" "التبلیغ"
"تجلیات الٰھیہ"۔ [1]

قادیانی ایک ایسی تحریک ہے جو ۱۹۰۰ء میں انگریزی قوت کے بل بوتے
ایک مخصوص طریقے سے ہندوستان میں مسلمانوں کو جہاد کی فرضیت
اور دینی امور سے دور کرنے کے لئے قائم کی گئی۔ یہاں تک کہ یہ نئی پود
اسلام کے نام پر کان بھی نہیں دھرا کرتی ہے۔ اس تحریک کا ترجمان
مجلّہ "ادیان" تھا جو انگریزی زبان میں شائع ہوتا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹/۱۹۰۸ باقاعدہ ایک مستحکم ادارہ
کے قیام کے درپے تھا مگر انجام کار دین و وطن کا خائن مشہور ہوا مرزا
اپنے پیروکاروں کے نزدیک مختل الدماغ، کثیر الامراض اور منکرات کے
پابند کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ اس کی پچاس سے کچھ زائد کتاب کتابچے
اور مقالات ہیں۔ اسکی اہم کتابوں میں "ازالہ اوھام" "اعجاز احمدی"
"براہین احمدیہ" "انوار الاسلام" "اعجاز المسیح" "التبلیغ" تجلیات
الٰہیہ ہیں۔

مرزا صاحب کے اجمالی نظریات صدر الشریعہ علامہ امجد علی صاحب قادری
علیہ الرحمہ والرضوان کے قلم سے ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں۔

"قادیانی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہیں۔ اس شخص نے اپنی نبوت
کا دعویٰ کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بے باکی

[1] الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب المعاصرہ ص۳۸۹ مطبوعہ ریاض۔

کے ساتھ گستاخیاں کیں خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ علیہ
الصلوٰۃ والسلام اور انکی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ مریم کی شان
جلیل میں تو وہ بیہودہ کلمات استعمال کئے جن کے ذکر سے مسلمانوں
کے دل دہل جاتے ہیں مگر ضرورت زمانہ مجبور کر رہی ہے کہ لوگوں
کے سامنے ان میں کے چند بطور نمونہ ذکر کئے جائیں خود مدعی نبوت
بننا کافر ہونے اور ابدالآباد جہنم میں رہنے کے لئے کافی تھا کہ قرآن مجید
کا انکار اور حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین نہ ماننا
ہے مگر اس نے اتنی ہی بات پر اکتفا نہ کیا بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی تکذیب و توہین کا وبال بھی اپنے سر لیا اور یہ صدہا کفر کا مجموعہ ہے
کہ ہر نبی کی تکذیب مستقلاً کفر ہے اگرچہ باقی انبیا و دیگر ضروریات کا
قائل ہو بلکہ کسی ایک نبی کی تکذیب سب کی تکذیب ہے۔ چنانچہ
آیت کذبت قوم نوح المرسلین وغیرہ اسکی شاہد ہیں
اور اس نے تو صدہا کی تکذیب کی اور اپنے کو نبی سے بہتر بتایا [1]

دعاوی مرزا

لوگوں کو کس طرح اپنا گرویدہ بنایا جائے۔ مرزا اس فن سے اچھی
طرح واقف تھے۔ اس وجہ سے انھوں نے ایسا طریقہ اپنایا کہ
آہستہ آہستہ لوگ اس کی عقیدت کے جال میں پھنستے چلے گئے۔ اور پھر اس کی
عقیدت و محبت میں اس طرح گم ہو گئے گویا حق بات قبول کرنے کی صلاحیت ہی
مفقود ہو گئی۔

جب سادہ لوحوں کا ایک گروہ اس کا ہمنوا اور پشت پناہ بن گیا تب اس نے
ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اپنے کام کا آغاز کیا۔ اور ایک کتاب "براہین احمدیہ"
کے نام سے لکھی جسمیں اس نے "مامور من اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے لکھا۔
"یہ عاجز (مؤلف براہین احمدیہ) حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے

[1] بہار شریعت ۱/۵۷-۵۶۔

مامور ہوا کہ بنی ناصری اسرائیلی (مسیح) کے طرز پر کمال مسکینی و فروتنی و غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے۔ ۱؎"

مامور من اللہ ہو گئے معتقدین نے خیر مقدم کیا مگر جذبۂ حرص و ہوس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ایک قدم اور بڑھایا اور خود کو مجدد ثابت کر دیا اور صرف مجددی ہی نہیں بلکہ اور بہت سے " دعاوی " کئے ایک محتاط اندازہ کے مطابق مرزا کے " دعاوی " کی تعداد چھیاسی تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے چند ایک آپ بھی سن لیجئے۔

مناصب کثیرہ

" محدث ہوں، امام الزماں ہوں، مجدد ہوں، مثل مسیح ہوں، مہدی ہوں، سلیماں ہوں، کلیم ہوں، مریم ہوں، مسیح ہوں، خاتم الانبیاء ہوں، نطفۂ خدا ہوں، خدا کا بیٹا ہوں، خدا کا باپ ہوں ...... میں وہ ہوں جس سے خدا نے بیعت کی۔

غرض کہ دنیا جہان میں جو کچھ تھا مرزا ہی تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یوں تو مہدی بھی ہو عیسیٰ بھی ہو مسلماں بھی ہو ؛ تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو" ۲؎

مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ

قادیانی لکھتا ہے

" مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور وہ پھر کسی زمانہ میں اتریں گے۔ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح ابن مریم کا نزول مراد نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الٰہی یہی عاجز ہے۔ " ۳؎

نیز دوسری جگہ لکھتا ہے

۱؎ مرزا غلام احمد قادیانی کے مختصر حالات۔ از معراج الدین عمر قادیانی مشمولہ براہین احمدیہ ۸۲/۱
۲؎ ائمہ تلبیس ۲/۵۵-۲۵۴ از رفیق دلاوری۔ ۳؎ توضیح مرام ص۲ از مرزا غلام احمد قادیانی۔

" مجھے مسیح بن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں۔ اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے جس طرح محدثیت نبوت کے مشابہ ہے ایسی میری روحانی حالت مسیح بن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے "۔ ۱؎

مسیح موعود

اوپر کی عبارتیں واضح طور پر ثابت کر رہی ہیں کہ مرزا نے مثل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا مگر حیرت و استعجاب سے سر دھنیئے اور تضاد بیانی کی مثال دیکھئے۔ ابھی زیادہ عرصہ گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ مرزا نقل سے اصل کی صورت اختیار کر گیا اور بر سر عام یہ دعویٰ کر بیٹھا کہ میں ہی مسیح موعود ہوں اور جو اسکی مسیحیت کا منکر ہو وہ مستحق لعنت و ملامت ہے۔

" .... سو اس عاجز کو اور بزرگوں کی فطری مشابہت سے علاوہ جس کی تفصیل " براہین احمدیہ " میں بسط تمام مندرج ہیں۔ حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطری مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا کہ صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کو توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے "۔ ۲؎

" میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا "۔ ۳؎

نبوت کا دعویٰ

نصف صدی سے مرزا جس منزل پر پہنچنے کے لئے پر تول رہا تھا آخر کار وہ منزل بھی قریب آگئی یعنی ایک دن مرزا نے

۱؎ اشتہار مرزا غلام احمد مندرجہ تبلیغ رسالت ۲/۲۱ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی۔ ۲؎ فتح اسلام حاشیہ ص۹ از مرزا قادیانی۔ ۳؎ تحفہ گولڑویہ ص۱۹۵ از مرزا قادیانی۔

نبوت کا بھی دعویٰ کر دیا۔

؏ خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

مرزا نے اگر ایسا کیا ہے تو کوئی حیرت کی بات نہیں کہ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے۔ صدیوں پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جھوٹے مدعیانِ نبوت کے بارے میں فرمایا تھا۔

لاتقوم الساعة حتی ینبعث کذابون دجالون قریب من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله۔ [۱]	قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ تقریباً تیس جھوٹے دجّال پیدا نہ ہو جائیں ان میں سے ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔
سیکون فی امّتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبین لانبی بعدی۔ [۲]	عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے ہونگے ان میں سے ہر ایک یہ خیال کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں [۳]

[۱] و [۲] ترمذی شریف ۲/۴۵

[۳] مرزا سے پہلے نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کی قدرے تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

" انھیں میں سے اسوَد عنسی صاحب صنعا اور مسیلمہ کذاب صاحب یمامہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپکے ہاتھ میں دو کنگن ہیں سونے کے پھر برے لگے وہ آپ کو تو حکم ہوا کہ پھونک دو اس کو پھر پھونک دیا آپنے اور وہ اُڑ گئے سو تاویل کی آپنے کہ یہ دونوں کنگن سے مراد کاذبان مذکور ہیں پس اسود عنسی ایک مرد شعبدہ باز تھا اور شیطان اس کے مسخر تھے کہ احوال مردم سے خبر دیتے تھے۔ ایک شقیق اور دوسرا سحیق خرِ مُعَلَّم (سکھایا ہوا گدھا) اس کے ساتھ تھا کہ جب اسے کہتے کہ اپنے رب کو سجدہ کر اسے سجدہ کرتا تھا اس لئے اسے ذوالحمار (گدھا والا) کہتے تھے۔ اہلِ نجران مرتد ہو کر اس کے مطیع ہوئے اور ان میں سے چھ سو آدمی لے کر صنعا میں اترے اور فیروز کے ہاتھ سے مارا گیا۔ نام اس کا عیبلہ بن کعب تھا۔

دوسرا مسیلمہ کذاب کہ وحشی قاتل حمزہ کے ہاتھ سے مقتول ہوا اور جہنم میں پہونچا

بیان کردہ احادیث مبارکہ کو پیش نظر رکھیں اور پھر قادیانی کا دعویٰ ملاحظہ کریں۔ ۱۹۰۲ء میں ایک رسالہ " تحفۃ الندوہ" کے نام سے لکھا اس میں صراحت کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ لکھتا ہے۔

" پس جیسا کہ میں نے بار بار یہاں بیان کر دیا ہے کہ یہ کلام جو میں سناتا ہوں یہ قطعی اور یقینی طور پر خدا کا کلام ہے اور میں خدا کا ظلی

اور وہ ملعون سجع ہائے ناموزوں گڑھتا تھا اور مقابلہ قرآن کا قصد کرتا تھا۔ چنانچہ یہ عبارت کفر اشارت اسی کی ہے۔ اَلْفِیلُ مَاالْفِیلُ وَمَا اَدْرَاکَ مَاالْفِیلُ لَهٗ خُرْطُوْمٌ طَوِیْلٌ اِنَّ ذَالِكَ مِنْ خَلْقِ رَبِّنَا الْجَلِیْلُ۔ تیسرا ان میں صیاد ہے مگر اسے دجّال کبیر نہیں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ترجیح اسی کو دی ہے کہ وہ دجّال کبیر نہیں ہے۔ چنانچہ روایت تمیم دارمی کی بھی اسی پر دال ہے۔ چوتھا طلیحہ بن خویلد اسدی کہ بنی اسد میں ظاہر ہوا کہ نواحی خیبر میں ہے اور غطفان نے اس کی مدد کی اور بعد دعویٰ نبوت کے تائب ہوا اور رجوع کیا اسلام کی طرف زمانہ ابوبکر میں۔ پانچویں سجاح بنت سوید عورت نے دعویٰ نبوت کیا، تمام قبیلہ تمیم اس کی نصرت پر ہو گئے وہ مسلیمہ کذاب کے نکاح میں آئی اور اپنی نبوت باطلہ اپنے خصم کو بخش دی اور اپنے مہر میں نماز عصر اپنی امت ملعونہ پر معاف کر دی۔ رشاعی نے کہا بنو تمیم اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں یہ مہر ہے ہماری کریمہ کا اس کو ہم ہاتھ سے نہ دیں گے۔ پھر سجاح زمانہ معاویہ میں مشرف بہ اسلام ہوئی۔ چھٹا مختار ثقفی کہ ابن زبیر کے زمانہ میں ظاہر ہوا اس کا دعویٰ تھا کہ اس پر وحی آتی ہے اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مختار ہوں۔ چنانچہ اسمائے سے مروی ہے کہ آنحضرت نے کہا کہ نکلیں گے ثقیف سے تین شخص کذاب و زیال و بیر روایت کی اس کو ابو نعیم بن حماد نے اور ایک روایت میں ہے کہ نکلے گا ثقیف سے کذاب و زیال و بیر کہا ہے مراد کذاب سے مختار بن عبید ثقفی ہے اور مراد بیر سے حجاج بن یوسف۔ ساتواں متنبی شاعر مشہور کہ بعد نبوت تائب ہوا۔ آٹھواں بہبود کہ معتمد باللہ کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ نواں یحییٰ زکرویہ قرمطی کہ مکتفی باللہ کے زمانے میں ظاہر ہوا۔ دسواں بعد اس کے اس کا بھائی ظاہر ہوا حسین۔ اس کے بعد ابن عم اس کا

طور پر نبی ہوں" اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت
واجب ہے اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو وہ مسلمان
ہے مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے
اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے وہ آسمان پر قابل مواخذہ
ہے کیونکہ جس امر کو اس کے اپنے امر پر قبول کرنا تھا رد کر دیا میں صرف

عیسیٰ بن مہرویہ اس نے گمان کیا کہ آیہ یَا اَیُّھَا المدثر میں لفظ "مدثر" خطاب اسی کو ہے
اور غلام مطوق اپنے نور کے ساتھ مسمیٰ کر کے ملک شام پر غالب ہوا۔ اور بہت تباہی و خرابی کی
اور لوگوں نے اس کے لئے منابر پر بد عا کی وہ مارا گیا لَعْنَۃُ اللّٰہ۔ اور زمانہ مقتدر میں
ابوطاہر قرمطی ظاہر ہوا کہ حجر اسود کو کعبہ سے کھود کر لے گیا اور زمانہ راضی باللہ میں محمد بن علی
سلمعانی ظاہر ہوا کہ اسے ابن ابی العراق کہتے تھے اور اس نے مشہور کیا کہ مدعی الوہیت
ہے اور زندہ کرتا ہے مردہ کو پس ایک جماعت کے ساتھ مقتول و مصلوب ہوا۔ اور خلافت
مطیع باللہ میں ایک قوم ظاہر ہوئی تامل تناسخ اور اس میں ایک جوان تھا کہ گمان کرتا تھا
کہ روح حضرت علی کی اس میں انتقال کی ہے اور اسکی بیوی حضرت فاطمہ کے انتقال روح
کی مدعی تھی اپنے میں اور اس نے یہ بھی گمان کیا تھا کہ میں جبرئیل ہوں اور پھر بعد زدو
کوب کے اپنے کو سیّدوں میں منسوب کیا اور بحکم معزالدولہ رہا ہوا۔ اور خلافت مستظہر
میں ایک شخص ظاہر ہوا۔ نواحی نہاوند میں اور دعویٰ نبوت کیا اور ایک جماعت اسکے ساتھ
ہوگئی پھر وہ بعدِ گرفتاری مقتول ہوا۔ اور ایک جماعت مردوں عورتوں کی نے مغرب میں
ظہور کیا ان میں ایک مرد تھا موسوم بہ لا اور مدعی تھا کہ حدیث میں جو وارد ہوا ہے لَا نبی
بعدی اس لَا سے مراد میں ہی ہوں مسمیٰ باسم لانبی ہے اور انہی میں ہے غازاری
ساحر کہ ابوجعفر کے ہاتھ سے مقتول ہوا اور انھیں میں ایک عورت ہے کہ مدعیہ نبوت تھی
جب اس سے کہتے کہ حضرت نے فرمایا ہے لَا نبی بعدی وہ کہتی کہ حضرت نے نفی کی ہے
نبی کی نہ نبیہ کی اور میں تو نبیہ ہوں۔
بیت المقدس میں ایک یہودی نے دعویٰ کیا کہ وہ مسیح بن مریم علیہما السّلام ہے

یہ نہیں کہتا کہ میں اگر جھوٹا ہوتا تو ہلاک کیا جاتا بلکہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ
موسیٰ اور عیسیٰ اور داؤد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح میں
سچّا ہوں اور میری تصدیق کے لئے خدا نے دس ہزار سے بھی زیادہ
نشانی دکھلائے ہیں، قرآن نے میری گواہی بھی دی ہے زمین نے بھی
اور کوئی نبی نہیں جو میرے لئے گواہی نہ دے چکا۔" [۱]

مردِ خوش بیان شیریں زبان تھا۔ جب اسے گرفتار کرنا چاہا بھاگ گیا۔ بعد گرفتاری مسلمان ہوا۔
ایک اور مرد نے دعویٰ مہدی ہونے کا کیا اور وہ مقتول ہوا۔ اور ہندوستان میں ۱۰۰۰ھ ایک
ہزار ہجری میں اکبر بادشاہ ظاہر ہوا۔ دعویٰ نبوت بلکہ خدائی کا کیا اور علماء و مشائخ دیندار پر ظلم و
جفا کیا اور ایک نیا دین نکال کر "دینِ الٰہی" کے ساتھ موسوم کیا اور فتنۂ عظیم اور غوغائے
ضخیم اس سے ظاہر ہوا۔ ابوالفضل اور فیضی دونوں اس کے خوشامد خوروں میں سے تھے
اور لوگوں کو اس کے باطل مذہب کی دعوت کرتے تھے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

خدا پناہ دہد از جلیس بد مذہب   خراب کرد ابوالفضل شاہ اکبر را

اور از آنجملہ رتن ہندی ہے کہ اس نے دعوی صحابیت کیا حالانکہ ظہور اس کا قرن
سادس میں ہوا اور بہت سی خرافات لوگوں نے اس کے باب میں کہی ہے اور وہ ایک
جھوٹا خبیث تھا اور منجملہ مدعیانِ نبوت اسحاق اخرس کہ آخر میں خلافت سفاح کے ظاہر ہوا
اور دعوی نبوت کیا اور خلقِ کثیر اس کے تابع ہوئی اور بصرہ اور عمان وغیرہ میں غالب ہوا
اور مقتول ہوا۔ اور فارس میں ابن یحییٰ ساباطی خلافت معز میں بلدہ تنس میں مدعی نبوّت
ہوا۔ اور بذریعہ شعبدہ احیاء اموات و ابراء ابرص کو اپنا معجزہ قرار دیا۔ اور ایک مرد
راعی نے ایک عصا بنایا اور مسلک موسوی اختیار کیا اور عصا نظر خلائق میں اژدہا ہو جاتا
تھا اور نظارگی مسحور ہو جاتی تھی۔ اور مامون کے زمانہ میں عبداللہ بن میمون نے دعوی نبوت
کیا۔ مامون نے اس کو قید کیا یہاں تک کہ قید ہی میں دارالبوار کو واصل ہوا۔
(جائزۃ الشعوذی ترجمہ جامع الترمذی ص ۸۳۹-۴۱ از مولوی بدیع الزماں مطبوعہ دہلی)

---

[۱] تحفۃ الندوہ ص ۴ از مرزا قادیانی۔

"میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گزرے ہیں جنہیں تم سچا مانتے ہو" ۱ے

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں" ۲ے

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اسی نے میری تصدیق کے لئے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ پہنچے ہیں" ۳ے

اپنی نبوت کے ثبوت میں مرزا قرآن کریم کی آیتیں بھی پیش کرتا تھا۔ آیاتِ قرآنیہ کی غلط تاویلات کرکے اپنے اوپر منطبق کیا کرتا تھا چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَۃً لِّلعٰلَمِینَ — تجھکو تمام جہاں کی رحمت بنا کر بھیجا۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ یَّاتِی مِن بَعدِی اِسمُہٗ اَحمَدُ — میں ایسے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آنے والا ہے اس کا نام احمد ہے۔ ۴ے

آیت کریمہ سُبحَانَ الَّذِی اَسرٰی جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ معراج کا ذکر ہے ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنٰی جس میں حضور کے قرب خداوندی کا تذکرہ ہے اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُّبِینًا۔ قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی۔ اِنَّا اَعطَینٰکَ الکَوثَرَ وغیرہ وغیرہ آیات مبارکہ کے بارے میں مرزا کا کہنا ہے کہ یہ سب آیتیں میرے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ ۵

اب مرزا کی خود ساختہ آیات بھی دیکھئے ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے چند یہ ہیں۔

وما ارسلناک من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنیٰ القی الشیطان فیہ آیۃ فینسخ اللہ — ہم نے تم سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا نہ نبی نہ محدث مگر یہ کہ جب اس نے تمنا کی تو شیطان نے اس کے دل میں کوئی آیت ڈال دی پھر اللہ نے

۱ے ارشاد مرزا غلام احمد مندرجہ اخبار "بدر" مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء ۲ے اخبار "بدر" ۵ مارچ ۱۹۰۸ء
۳ے تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸ از مرزا قادیانی۔ ۴ے انجام آتھم ص۷۸۔ ۵ے اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف ص المتنبی القادیانی ص۱۶۔

ما یلقی الشیطان ثم یحکم آیاتہ ۱ے — اس کو مٹا دیا جسے شیطان نے ڈالا پھر اللہ نے اپنی آیت ثابت کر دی۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

انا انزلناہ قریبا من القادیان — ہم نے اسے قادیان کے قریب اتارا ہم نے

وبالحق انزلناہ وبالحق نزل ۲ے — اسے حق کے ساتھ اتارا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا۔

ایک مسلمان کے لئے جس طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ایمان لانا واجب و ضروری ہے اسی طرح سے تمام انبیاء سابقین کی ذواتِ مقدسہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص کسی نبی کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس قاعدہ کی روشنی میں بلا شبہ مرزا کی شخصیت انبیاء کرام کی بارگاہِ عالی کی مجرم و گستاخ ہے۔ ملاحظہ ہو اسکی دلخراش عبارت۔

"اس جگہ اکثر گزشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیش گوئیاں موجود ہیں بلکہ بعض انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیش گوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیش گوئیوں اور معجزات اس وقت محض بطور قصوں اور کہانیوں کے ہیں، مگر یہ معجزات ہزار ہا لوگوں کے لئے واقعات چشم دید ہیں۔ قصے تو ہندوؤں کے پاس کچھ کم نہیں۔ قصوں کو پیش کرنا ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر" ۳ے

ع ہوش کھوتا جائے ہے پردہ سا اٹھتا جائے ہے

مرزا کی اس اجمالی گفتگو کے ساتھ ہی قدرے تفصیل سے بھی اس کی دلگداز عبارتیں دیکھئے تاکہ ذہن و فکر کے کسی گوشہ میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی

دل پر جبر کرکے پڑھئے حقیقت کی تہہ تک پہنچئے اور سر دھنئے۔

"مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو شرابی نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا

۱ے براہین احمدیہ ص۶۳۳ از مرزا قادیانی ۲ے ایضاً ص۵۵۶ - ۳ے نزول مسیح ص۸۴-۸۲ از مرزا قادیانی۔

پرستار، متکبر خود بیں، خدائی کا دعویٰ کرنے والا"۔ [1] نعوذ باللہ

"عیسائیوں نے بہت سے معجزات آپ کے لکھے ہیں مگر حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا"۔ [2]

"تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں (رنڈیوں طوائفوں) سے میلان اور محبت بھی شاید اسی وجہ سے ہے کہ جدی مناسبت درمیانی ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان جوان کنجریوں کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنا ناپاک ہاتھ لگائے اور زناکاری کی کمائی کا ناپاک عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے"۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　اس سے بہتر غلام احمد ہے [3]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جناب میں گستاخی

"حضرت موسیٰ کی توریت میں پیش گوئی کی گئی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک شام میں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں پہنچائیں گے مگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی"۔ [4]

حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں شوخی

"خدائے تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو غرق نہ ہوتے"۔ [5]

---

[1] مکتوبات احمد ص ۳۔ [2] ضمیمہ ص ۲۹۰۔ [3] محاسبہ قادیان ص ۱۱۱۔ [4] حاشیہ حقیقت الوحی۔ [5] حقیقت الوحی ص ۱۳۷۔

حضرت آدم علیہ السلام کے حضور میں شدید بدتمیزی

"آدم اس لئے آیا کہ نفوس کو اس دنیا کی زندگی کی طرف بھیجے اور ان میں اختلاف اور عداوت کی آگ بھڑکائے۔ مسیح امم (خود مرزا) اس لئے آیا کہ انھیں دار فنا کی طرف لوٹائے اور ان میں سے اختلاف و مخاصمت، تفرقہ و پراگندگی دور کرے"۔ [1]

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں اہانت

رسول گرامی منزلت وقار صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں مرزا کی دریدہ دہنی اور بدزبانی ملاحظہ کیجئے۔

"حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں"۔ [2]

مرزا اور تنقیص خدا

مرزا مدعی نبوت تھا مگر اس نے خداوند قدوس کی شان میں بھی جس بدکلامی، گستاخی، بیباکی اور زبان درازی کا اظہار کیا ہے اس کا ایک ایک لفظ جگر مسلم کو چھلنی کرنے کے لئے تیر و نشتر سے کم نہیں۔ چند عبارتیں پیش ہیں اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں۔

"میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں۔ اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی ہے"۔ [3]

"خدا نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے، وہ جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی ہے"۔ [4]

ع　　ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھاتے ہیں۔

---

[1] ضمیمہ خطبہ الہامیہ۔ [2] ازالہ اوہام ص ۶۸۸۔ [3] کتاب البریہ ص ۱۰۳-۱۰۴۔ [4] البشریٰ ۲/۷۹

غلام احمد قادیانی اور انگریزی حکومت

مرزا کے قلم سے انگریزوں کی قصیدہ خوانی اور مسلمانوں پر غیظ و غضب کا انداز دیکھئے۔

" ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں جس طرح ہمارے بزرگ (اس سے پہلے مرزا نے اپنے والد غلام مرتضیٰ اور بڑے بھائی غلام قادر کی خوب مدح و ستائش کی ہے اور ان کی شان میں خوب تعلیاں کی ہیں اور نہایت فخریہ انداز میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی معرکہ آرائی میں گورنمنٹ کو جو ظفریابی نصیب ہوئی ہے اس میں ہمارے آباؤ اجداد کی عقیدت مندی اور خلوص کیشی کی بھی کرشمہ سازی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی جانی و مالی امداد گورنمنٹ پر نثار تھی) ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن (جو مسلمان تھے) کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے، خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا سو اگر ہم اس محسن گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہ کیا کیونکہ خدا تعالیٰ کا شکر اور محسن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کو بطور نعمت کے عطا کر دے درحقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور ایک کے چھوڑنے سے دوسرے کا چھوڑنا لازم آجاتا ہے۔ بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر عین فرض اور واجب ہے اس سے

جہاد کیسا؟ میں سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے سو میرا مذہب جس کو بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک خدا کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔[1]

ذیل میں اس درخواست کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو بھیجی گئی تھی۔

" دوسرا قابل گزارش یہ ہے کہ میں ابتدائے عمر سے اس وقت تک جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر کو پہنچ چکا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں جو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں..... میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت اثر ہوا اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔[2]

" مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلام میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعاگو رہے۔ اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں۔

---

[1] شہادۃ القرآن ص ۳ ۔ [2] تبلیغ رسالت ۷/۱۰

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کیلیے وہ غیظ چھوڑ دیئے۔
جو نافہم ملّاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔" ۱؎

منقولہ بالا عبارت کے مدِ نظر انگریزوں سے جو عقیدت، محبت، ہمدردی، غمگساری اور غمخواری ظاہر ہے اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیا ایسا شخص قوم و ملّت اور اسلام کا خیر خواہ ہو سکتا ہے؟ فیصلہ تو قارئین کے ہاتھوں ہے۔ مجھے تو صرف اتنا کہنا ہے کہ فیصلہ آپ چاہے جو بھی کریں.......مگر

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر　　بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مرزا قادیانی مولوی رشید احمد گنگوہی کے نزدیک مردِ صالح تھا

مرزا نے یکے بعد دیگرے ملہم، مامور من اللہ، مثل مسیح۔ مسیح موعود وغیرہ وغیرہ کے علاوہ نبوت تک کا دعویٰ کیا مگر اس کے باوجود بھی دیوبندی جماعت کے سربراہ اعلیٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کے نزدیک مرزا صالح اور نیک ہے۔ یہاں پر یہ بات خاص طور سے قابلِ لحاظ ہے کہ قادیانی نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور جناب گنگوہی کی موت ۱۹۰۵ء میں ہوئی اس طرح سے اس مردِ صالح کا زمانۂ نبوت کے پانچ سال ہاتھ آئے جسے ان کی خوش بختی کہیئے۔ اس کی تفصیل دیوبندیت ہی کے نامور فرد کی زبانی ملاحظہ کیجیے۔

"جس روز قادیانی شہر لودھیانہ میں وارد ہوا تھا، راقم الحروف اعنی محمد، مولوی عبداللہ و مولوی اسمٰعیل صاحب نے "براہین احمدیہ" کو دیکھا تو اس میں کلماتِ کفریہ انبار در انبار پائے اور ان لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی کہ یہ شخص مجدّد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔

ع　بر عکس نہند نام زنگی کافور۔

اور گرد و نواح کے شہروں میں فتویٰ لکھ کر روانہ کر دیئے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اس کی کتاب کوئی خرید نہ کرے اس موقعہ پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم

۱؎ ستارۂ قیصر ص۳۔ قادیانیت، ص۳۳-۱۳۲۔

نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھکر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو مردِ صالح قرار دیا اور ایک نقل اسکی مولوی شاہِ دین و مولوی عبدالقادر اور اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی، چنانچہ مولوی شاہ دین بر سرِ بازار اور روبرو مریداں منشی احمد جان و شعبان قادیانی یہ کہکر کہ مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے پھر اس کے اٹکل پچو معنی کر کے زور شور کے ساتھ سنایا۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائی ایسے مرتد کو مردِ صالح کیسے لکھ دیا۔ جناب باری میں دعا کر کے سو گئے۔ خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا ہے۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے اسی روز سے اکثر فتویٰ ان کے غلط مناقص ہے یا دیگرے چیز وجود میں آنے لگے۔" ۲؎

کتنا چھپایا رازِ محبت نہ چھپ سکا
افسانہ ان کے عشق کا مشہور ہو گیا

"**احمدی جماعت**" کا ایک سرسری جائزہ مستند حوالہ جات کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا، بلاشبہ یہ جماعت اپنے بنیادی اور اصلی عقائد کی بنیاد پر قطعًا اس بات کی اہلیت نہیں رکھتی کہ اسے دینی یا اسلامی جماعت کا نام دیا جا سکے۔

اسی لئے غالبًا ۱۹۷۷ء میں پاکستان میں اسے غیر مسلم آقلیت قرار دیا گیا۔ یہ دفع عاشقانِ رسول ہی کی سرفروشانہ کوششوں کا ثمرہ ہے ورنہ تو بہت سارے کلمہ گو اسکے لئے سدِ راہ بنے ہوئے تھے اور آج بھی مغربی استعمار پاکستان کے قانونی دفعات سے اس دفعہ کو نکالنے کے لئے کوشاں ہے اس سے بھی قادیانیت کا رشتہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ اس کا سرا کہاں جا کے ملتا ہے۔

الموسوعہ کا مرتب رقم طراز ہے۔

۲؎ فتاویٰ قادریہ ص۳-۴ بحوالہ نجد سے قادیان براستہ دیوبند ص۱۳۸

للقادينة علاقة وطيدة مع اسرائيل وقد فتحت لهم اسرائيل المراكز والمدارس ومكنهم من اصدار مجلة تنطق باسمهم وطبع الكتب والنشرات لتوزيعها فی العالم تأثرهم بالمسيحة واليهودية والحركات الباطنية واضح فی عقائدهم وسلوكهم رغم ادعائهم الاسلام ظاهريا۔ [1]

اسرائیل کے ساتھ قادیانیت کا گہرا رشتہ ہے (یہی وجہ ہے کہ) اسرائیل نے قادیانیوں کے اشاعتی مراکز اور مدارس قائم کئے۔ کتب و رسائل اور نشریات کی اشاعت میں بھرپور مدد کی تاکہ وہ اسے پوری دنیا میں مفت تقسیم کرسکیں۔ قادیانی اپنے معتقدات اور مراسم میں یہودیت اور باطنی تحریکوں کا واضح اثر رکھتے ہیں باوجودیکہ وہ ظاہری طور پر اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔

وہ اسرائیل جسکی بنیاد ہی اسلام دشمنی پر رکھی گئی ہے اگر وہاں کی حکومت کے تعاون سے قادیانیوں کے مراکز قائم کئے جارہے ہیں تو اس کا کیا مقصد ہوسکتا ہے وہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ ان حقائق کے سامنے آنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان نہیں۔ بلکہ

ع لباس خضر میں یاں سینکڑوں رہزن بھی رہتے ہیں

اسلامی لیبل لگاکر اسلام کی خدمت کا ڈھنڈورہ پیٹنا الگ چیز ہے اور خود کو اسلامی فکروشعور کا پیکر بنانا، اسلامی اقدار ونظریات کو قلب وجگر میں اتارنا اور صحیح معنوں میں اسلام کی خدمت کرکے آخرت میں فائز المرام ہونا شئی دیگر ہے۔ ظاہری چمک دمک اور خواہ مخواہ کی پبلسٹی کے اس دور میں کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے بہت توجہ اور دھیان کی ضرورت ہے اور معاملہ جب حیات ابدی ونجاتِ اخروی کا ہو تو پھر بھلا اس کی اہمیت کتنی بڑھ جاتی ہے اسے بتانے کی چنداں ضرورت نہیں!!

ایمانی حرارت کے ساتھ "احمدی جماعت" کے بانی کی تحریر کردہ ایک ایک سطر پڑھئے آپ کا ضمیر خود پکار اٹھے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔

---

[1] المسوعة المیسرة فی الادیان والمذاهب المعاصرة ص۳۹۱ مطبوعہ ریاض

جماعتِ اسلامی

جو شوقِ دیدہ وری ہو تو دیکھنے والو نقاب سے جو چھن جائے وہ نظر لاؤ

ابتدا اور بانی

۲۶ر اگست سنہ۱۹۴۱ء کو لاہور کی دھرتی پر یہ جماعت معرض وجود میں آئی اس کے سربراہ اور بانی جناب ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔

"ملک کی تقسیم کے وقت تک مولانا سید ابوالاعلیٰ جماعت کی قیادت فرماتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی پاکستان کے امیر رہے اور جماعت اسلامی ہند نے سنہ۱۹۴۸ء میں مولانا ابوالليث اصلاحی ندوی کو امیر جماعت منتخب کیا۔" [1]

اس وقت جماعت اسلامی ہند چالیس افراد پر مشتمل تھی جماعت کا مرکز ملیح آباد لکھنؤ یوپی میں قائم ہوا سنہ۱۹۴۹ء کے اواخر میں رام پور منتقل ہوا اور اب سنہ۱۹۶۰ سے دہلی میں ہے۔

مودودی صاحب کے عقائد ونظریات پیش کرنے سے پہلے وہابی ازم اور جماعت اسلامی کے باہمی تعلقات پر ایک طائرانہ نظر ڈال لیں تاکہ بآسانی کسی نتیجے پر پہنچا جاسکے۔

مولوی ابوالليث ندوی جو تقسیم پاکستان کے بعد انڈین سرکل کے امیر قرار پائے اور اخیر دم تک انھیں خطوط پر چلتے رہے جنہیں مودودی صاحب نے کھینچا تھا۔ انکی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مضمون نگار کا خیال ہے۔

"یوں مولانا ابوالليث نے اپنی خداداد ہمت تدبر اور سلیقہ مندی سے ازسرِ نو جماعت کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو دوبارہ مجتمع کیا اور مرکز سے لیکر دور دراز مقامات تک اسکی شاخوں کو ابوالاعلیٰ مودودی کے دیئے ہوئے خطوط پر منظم و مستحکم کیا،" [2]

مولوی ابوالحسن ندوی اور مولوی ابوالليث میں بڑا گہرا تعلق تھا۔ ندوہ میں دونوں ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرچکے ہیں۔ دونوں صاحبان کے درمیان اخیر دم تک بڑے خوشگوار

---

[1] جماعتِ اسلامی ہند ایک تعارف ص۵۔ [2] ماہنامہ حیاتِ نو خصوصی شمارہ قائد تحریک اسلامی ہند ص۲۷۔

تعلقات رہے ہیں۔ ایک فاضل مضمون نگار کا کہنا ہے۔

" مولوی ابوالحسن علی ندوی سے تو آخر وقت تک نہایت مخلصانہ تعلقات رہے۔" ۱؎

مولوی ابواللیث کی موت پر مولوی مجیب اللہ صاحب ندوی جو تبلیغی جماعت کے سرگرم حامی ہیں کا یہ بیان بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

" مولانا کا انتقال محض ایک عالم اور ایک جماعت کے امیر کا انتقال نہیں بلکہ ان کے انتقال سے ملت اسلامیہ ہند ایثار و قربانی نیک نفسی اور نیک دلی صبر و استقامت اور اعتدال پسندی اور سادگی و بے نفسی کے ایک نمونہ سے محروم ہوگئی۔" ۲؎

یہ تو چند سر بر آوردہ افراد کے باہمی روابط تھے ذیل میں دونوں جماعتوں کے آپسی تعلقات بھی ملاحظہ کیجئے۔ جماعتِ اسلامی کے ایک سرگرم رکن اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" قرآن کی بنیادی اصطلاحیں" مولانا (مودودی) کا ایک بڑا کارنامہ ہے شرک کے استیصال اور توحید کی تائید میں حضرت مولٰینا اسمٰعیل شہید کی کتاب "تقویۃ الایمان" سے زیادہ سائنٹفک اور بہتر میرے دیکھنے میں نہیں تھی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے شرک کے استیصال اور توحید کی حمایت و توضیح میں یہ کتاب لکھ کر اسلامی دنیا پر ایک عظیم الشان احسان کیا ہے۔ جس چیز کو مولانا شاہ اسمٰعیل شہید نے ایک طرح بیان کیا تھا اسی کو مولانا مودودی نے اپنے مخصوص اور بالکل انوکھے انداز سے بیان کر کے مبلغین اسلام کی صف میں ایک ممتاز مقام بنا لیا ہے۔" ۳؎

فکری ہم آہنگی اور مسلکی اتحاد کے تعلق سے اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ فکری یکسانیت کی اس بازیافت کے بعد دینی تعبیروں کی یہ جدید روش جسکی باضابطہ اشاعتی

۱؎ جماعت اسلامی ہند ایک تعارف ص۳۴ ۔ ۲؎ ایضاً ص۱۳۴ ۔ ۳؎ دیباچہ پیغام حق ص۵

ابتداء ۱۹۴۱ء میں ہوئی ہے اسلامی مزاج سے کس قدر منحرف اور ماضی کی ضلالتوں کے کاروانِ خیال سے کس حد تک قریب ہے اسے جاننے کیلئے مندرجہ ذیل اقتباس دیکھئے۔ ڈاکٹر سید حسن مثنیٰ الور لکھتے ہیں۔

" مودودی صاحب کے تحریکی لٹریچر کا نقطۂ آغاز ۱۹۳۲ء ہے اس لحاظ سے ان کی تمام ذہنی کوششوں اور کاوشوں کی موجودہ عمر ۳۵ سال کی ہوئی ان ۳۵ سالوں میں اپنی تحریک کو متعارف کرانے نیز اسے قوی سے قوی تر بنانے کے لئے پروپیگنڈہ مشینری کے زیر سایہ رہ کر انھوں نے فکر و عمل کی جو رنگارنگی اختیار کی اسے بنظر غائر دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ مودودی صاحب کی تحریک دراصل مختلف تحریکی عناصر سے مرکب ہے جس میں خارجیوں کی آزاد روی، سبائیوں کی موقعہ آرائی، معتزلہ کی عقلیت پرستی اخوان الصفا کا تفلسف، باطنیوں کا ذوق اسرار بینی، قرامطہ کی جدت طرازی، ظاہریہ یا مجسمہ کا جوش افکار و زور خطابت اور وہابیت کا نشۂ اقتدار اور انیسویں صدی عیسوی کی نیچریت سازی حجاب اندر حجاب ہوتے ہوئے بھی ظاہر و آشکار ہے ـــــ رسالہ ترجمان القرآن کے مختصر مضامین کے مجموعے (یعنی تنقیحات، تفہیمات اور رسائل و مسائل، تجدید و احیاء دین اسلام کا نظریۂ سیاسی، سیاسی کشمکش، خلافت و ملوکیت، تفہیم القرآن اور قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، ایک دفعہ صبر و تحمل کے ساتھ پڑھ لی جائیں تو مذکورہ بالا حقائق کی نقاب کشائی دشوار نہ رہے گی۔ مودودی صاحب اپنے مخصوص طرز فکر و عمل کو خود ہی ایک جگہ بیان کرتے ہیں۔

میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگانِ سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالتا ہوں جو کچھ ان میں حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب و سنت کے لحاظ سے یا حکمت عمل کے اعتبار سے

درست نہیں پاتا اس کو صاف صاف نادرست کہہ دیتا ہوں"۔ [1]

اب آیئے اس نوپید جماعت کے فکری سلسلوں اور معتقداتی کڑیوں پر سرسری نگاہ ڈالتے چلیں۔ یہ جماعت اسلامی کا ایک دستور ہے جسے جماعت میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی معیار حق نہیں (نہ تو اس سے حق کی معرفت ہو سکتی ہے اور نہ ہی اسے قابل حجت بنایا جا سکتا ہے) اور نہ ہی کوئی شخص تنقید سے بالاتر ہے کسی شخص کے لئے درست نہیں کہ وہ کسی کی ذہنی و فکری اتباع کرے اس حیثیت سے کہ ہر انسان مرتبۂ واحد میں برابر ہے۔ ہر ایک خدا ہی کے پیدا کردہ ہیں تو ہر ایک پر تنقید کی جائے گی۔ اور اس معیار پر جانچا جائے گا جو جس معیار کا ہو اس کو اسی پر رکھا جائے۔ [2]

اس دستور سے یہ ذہن دینا چاہتے ہیں کہ تنقید کے جو اصول مودودی صاحب نے وضع کئے ہیں ان پر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک کو جانچا ناپا اور پرکھا جائے گا جو ان پر بالکل کھرا اور پورا اترے اس کی بات مانی جائے ورنہ نہیں چاہے وہ اہلِ بیت ہوں یا اصحابِ رسول، خلفائے راشدین ہوں یا تابعین الاحسان جرح و نقد سے کوئی بھی ماورا نہیں۔

مودودی صاحب اور منصب رسالت کی طرف خاموش پیش قدمی

مودودی صاحب رسول اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو تنقید سے بالا نہیں سمجھتے مگر اپنی ذات کو تنقید سے بالاتر تصوّر کرتے ہیں ایسی صورت میں اگر یہ کہا جائے کہ مودودی صاحب منصب رسالت کی طرف خاموش پیش قدمی کر رہے ہیں۔ تو شاید غلط نہ ہوگا۔

ذیل میں وہ اقتباسات نقل کئے جا رہے ہیں جو مودودی صاحب کے تقریری لہجہ میں تشدد کے شکوہ کے جواب میں لکھے گئے ہیں یہاں اتنا خیال رہے کہ یہ صرف شکوہ ہی تھا۔ کھرے اور کھوٹے کی تفصیل نہیں۔ اگر یہ بات بھی درج کر دی جاتی تو مودودی صاحب کا پارہ کس آسمان

---

[1] رسائل و مسائل ۱/۲۹۹ بحوالہ اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب ص۱۰۔ [2] الاستاذ المودودی ص ۴۲-۴۳

پر ہوتا اس کا اندازہ نہایت مشکل ہے

"جنہیں میری اس تقریر پر اعتراض کرنے اور بددلی اور رنجش کا اظہار کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا وہ آخر کس قدر و منزلت کے مستحق ہیں کہ ان کے جذبات و خیالات کا لحاظ کیا جائے ایسے لوگ دراصل بندۂ حق نہیں بلکہ بندۂ نفس ہیں"۔ [1]

"دراصل جو باتیں میری اس تقریر کو سننے کے بعد اس گروہ کے لوگوں نے کی ہے ان سے تو مجھے یہ یقین حاصل ہو گیا ہے کہ یہ لوگ فی الواقع دین کے کسی کام کے نہیں۔ ان کا ہمارے قریب آنا ان کے دور بلکہ مخالفت کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے"۔ [2]

اپنے متعلق ان کا انداز بیان دیکھئے اور صحابۂ کرام اور جلیل القدر شخصیتوں کے متعلق ان کا طرز تحریر دیکھئے دونوں کے موازنہ کے درمیان جو کسک محسوس ہوتی ہے اس سے آپ کا دل بھی محفوظ نہیں ہوگا۔

محدثین کرام مودودی صاحب کی نظر میں

تنقید کے جذبۂ جنون نے انھیں اس مقام تک پہنچا دیا جہاں سے مودودی صاحب کے نزدیک نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی لائق استناد اور قابل حجت نہیں بلکہ اسے بھی شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"محدثین رحمہم اللہ کی خدمات مسلم یہ بھی مسلم ہے کہ نقد حدیث کے لئے جو مواد انھوں نے فراہم کیا ہے وہ صدر اول کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کارآمد ہے کلام اس میں نہیں بلکہ کلام اس میں ہے کہ کلّیۃً ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے وہ بہرحال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کے لئے فطرت نے جو حدیں مقرر کر رکھی ہیں ان سے آگے تو وہ جا نہیں سکتے۔ انسانی کاموں میں

---

[1] [2] رسائل و مسائل ۱/۲۳۴ از مودودی صاحب

جو نقص نظری طور پر رہ جاتا ہے اس سے تو ان کے کلام محفوظ نہ تھے پھر آپ
کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جس کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے؟ ؎١
مودودی صاحب کے پیش کردہ نظریہ کی روشنی میں لازم آئے گا کہ قرآن کی صحت بھی
مجروح ہو جائے کیونکہ قرآن بھی انھیں برگزیدہ ہستیوں سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔
اگر بات یہی ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے یہاں فرائض و واجبات کے اثبات
کا ذریعہ کیا ہے؟ قرآن سے تو ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ
اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا تمہارے پاس اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لو۔
اگر صحیح ہو تو مانو ورنہ ترک کر دو۔ یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اِنْ جَاءَكُمْ اَحَدٌ کہ تمہارے
پاس کوئی بھی خبر لائے تو اس کی تحقیق و تفتیش کرو، میزان عقل پر تولو، اپنے وضع کردہ معیار پر
پرکھو اس کے بعد تسلیم کرو۔ اگر معاملہ ایسا نہیں تو پھر آخر کونسی ایسی ضرورت پیش آئی کہ محدثین
کرام کی شبانہ روز جد وجہد اور جانفشانیوں کو زیر قدم روند ڈالا جائے۔
بات اگر یہیں تک رہتی تو مودودی صاحب کی ایک غلطی سمجھ کر شاید درگزر کر دیا جاتا
مگر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ ان کی ذہنی اوپچ اور قلم کی تلوار سے تو کوئی بھی معزز شخصیت
بچ ہی نہیں سکی، خواہ وہ اولیاء کرام کا مقدس طبقہ ہو یا محدثین کی پاک طینت جماعت صحابہ کرام
کا عقیدت مندانہ گروہ ہو یا انبیاء کرام کی ذوات مقدسہ۔ حد تو یہ کہ قرآن کریم اور ذات خدا
بھی ان کے قلم کی زد سے محفوظ نہ رہ سکی۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو سر دست ایک ایک مثال دیکھتے
چلئے تاکہ مودودی صاحب اور انکی جماعت کے متعلق کوئی حتمی رائے قائم کرنے میں سہولت ہو۔

مودودی صاحب اور اللہ عزوجل

حدود شرعیہ مثلاً سنگسار کرنا، کوڑے لگانا، ہاتھ کاٹنا وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے مودودی
صاحب اپنے مخصوص انداز میں لکھتے ہیں۔
"جہاں معیار اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو

؎١ تفہیمات حصہ اول ص ٣٥٦

ایسی جگہ زنا اور قذف کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہے"۔ ؎١
بلفظ دیگر قرآن کے اندر ظلم و زیادتی کی بھی تعلیم ہے ورنہ حدود شرعیہ کے اجرا کو
ظلم و زیادتی سے تعبیر کرنا کہاں کا انصاف ہے اور اسلام کی کونسی خدمت؟ یہ قرآن حکیم
کی اچھائیوں کی تشہیر ہے یا اس میں اپنی طرف سے خامی نکالنا؟ مودودی صاحب
کی ایسی ہی تحریریں ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ آیا یہ کسی اسلام کے نام لیوا کی تحریر ہے
یا کسی متعصب مستشرق کی؟ بھلا سوچئے تو صحیح حدود شرعیہ کا اجرا ایسی سوسائٹی اور ایسے
افراد پر نہ ہوگا تو کیا کسی عابد شب زندہ دار اور مجاہد جانباز پر اس کا اجراء کیا جائے گا؟
آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے

مودودی صاحب اور قرآن کریم

مودودی صاحب قرآن کی عظمت پر انگشت نمائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
"قرآن کریم نجات کے لئے نہیں بلکہ ہدایت کے لئے کافی ہے"۔ ؎٢
غالباً مودودی صاحب کے یہاں صرف میدان جہاد ہی ذریعہ نجات ہے اور
بس!

مودودی صاحب اور انبیاء کرام

مودودی صاحب کی جدت طرازی، جولانیت فکر اور ایک نئے مذہب کے
داغ بیل کی کوشش انھیں کہاں سے کہاں تک لے گئی "مودودی مذہب" مؤلفہ قاضی
مظہر حسین کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ انبیاء کرام کی شخصیات پر تبصرہ
کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
(١) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا
استحکام کئے بغیر مارچ کرتا چلا جائے اور پیچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوح علاقہ

؎١ تفہیمات ٢/٢٨١ — ؎٢ تفہیمات ١/٣١٢

میں بغاوت پھیل جائے۔ ص۲۳

(۲) پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے ہیں چنانچہ داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقعہ پر تنبیہ کی گئی لا تتبع الھویٰ فیضلك عن سبیل اللہ (سورہ ص رکوع ۲) ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بھٹکا دے گی۔ ص۲۱

(۳) حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہوکر "اوریا" سے طلاق کی درخواست کی تھی۔ ص۲۴

(۴) حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کا حاکمانہ اقتدار کے "نامناسب استعمال" سے بھی کوئی تعلق تھا۔ اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔ ص۲۵

(۵) حضرت نوح علیہ السلام اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے جذبہ کا شکار ہو گئے تھے۔ ص۲۶

(۶) عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں...... اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں۔ ص۳۰

(۷) انبیاء کرام سے قصور بھی ہو جاتے تھے اور انھیں سزا تک دی جاتی تھی۔ ص۳۲

(۸) حضرت یونس علیہ السلام کی فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انھوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔ ص۳۵

(۹) رسول ہونے کی حیثیت سے جو فرائض حضور پر عائد کئے گئے تھے جو خدمات آپ کے سپرد کی گئی تھیں ان کے انجام دہی میں آپ اپنے ذاتی خیالات و خواہشات کے مطابق کام کرنے کیلئے آزاد نہیں چھوڑ دیئے گئے تھے [1]

حوالہ ترجمان القرآن منصب رسالت نمبر ص۳۱۰

(۱۰) رہی عقل تو وہ کسی طرح نہیں مان سکتی کہ ایک شخص کو خدا کی طرف سے رسول بھی مقرر کیا جائے اور اسے رسالت کا کام اپنی خواہشات و رجحانات اور ذاتی آراء کے مطابق انجام دینے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے..... اب کیا خدا ہی سے اس بے احتیاطی کی امید رکھی جائے کہ وہ ایک شخص کو اپنا رسول مقرر کرتا ہے دنیا بھر کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اسے اپنی طرف سے نمونے کا آدمی ٹھہراتا ہے (وغیرہ وغیرہ) اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی ذاتی خیالات کے مطابق جس طرح چاہے رسالت کی خدمات انجام دے۔ [1]

اہل نظر غور کریں کہ کیا مودودی صاحب کے ریمارکس ذات باری تعالیٰ کو مجروح کرتے ہیں یا نہیں؟ جب انبیاء کی ذات میں ارتکاب ناحق، پیروی ہوائے نفس، فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی، عاقبت نااندیشی، فکر و نظر کی کمی، غلط رسم و رواج سے متاثر ہونے کی صفت موجود ہے تو پھر بھلا وہ قوم کو کیونکر ہدایت و رہنمائی کی طرف راغب اور مکارمِ اخلاق کی تعلیم دے سکتے ہیں؟ سمجھ میں نہیں آتا پھر آخر بعثتِ انبیاء کا مقصد کیا ہے؟

مودودی صاحب اور صحابۂ کرام

وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی شرافت و کرامت کا اعلان کرتے ہوئے رسولِ گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم [2] — میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم جن کی پیروی کروگے ہدایت پالوگے۔

ان کی عزت و عظمت پر مختلف انداز سے نکتہ چینی کرتے ہوئے مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

(۱) صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا، اور ایک دوسرے پر چوٹیں کرتے تھے۔ مودودی مذہب ص۵۶

۱ ترجمان القرآن منصب رسالت نمبر ص۳۱۱۰ ۔ ۲ مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ ص۵۵۴

(۲) صحابہ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی اسپرٹ سمجھنے میں بار بار غلطیاں کرجایا کرتے تھے۔ ص۵۹

(۳) ایک مرتبہ صدیق اکبر جیسا بے نفس متورع اور سراپا للہیت بھی اسلام کے نازک ترین مطالبہ کو پورا کرنے سے چوک گیا۔ ص۶۰

(۴) (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصی عظمت نے رحلتِ مصطفوی کے وقت اضطراری طور پر حضرت عمر کو تھوڑی دیر کے لئے مغلوب کرلیا تھا۔ ص۶۰

(۵) حضرت عثمان جن پر اس کارِ عظیم (خلافت) کا بار رکھا گیا تھا۔ ان خصوصیات کے حامل نہ تھے۔ جو ان کے جلیل القدر پیشروں کو عطا ہوئی تھیں۔ اسلئے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا راستہ مل گیا۔ ص۶۵

(۶) خلفائے راشدین کے فیصلے بھی اسلام میں قانون نہیں قرار پائے جو انھوں نے قاضی کی حیثیت سے کئے تھے۔ ص۶۶

(۷) حضرت عثمان نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ ایسی دوسری رعایات کیں جو عام طور سے لوگوں میں ہدف بن کر رہیں۔ مثال کے طور پر انھوں نے افریقہ کے مالِ غنیمت کا پورا خمس (۵ لاکھ دینار) مروان کو بخش دیا۔ ص۷۱

(۸) اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑے دور رس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں۔ ص۷۲

(۹) دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ (حضرت عثمان غنی) کے سکریٹری کی اہم پوزیشن پر مروان ابن الحکم کی ماموریت۔ ص۷۲

(۱۰) تاریخ بتاتی ہے اور صحیح بتاتی ہے کہ مروان اور یزید امت مسلمہ کے نزدیک ناپسندیدہ شخصیتیں سمجھی جاتی ہیں، یہ نرم سے نرم الفاظ ہیں جو مروان اور یزید کے بارے میں کہے جاسکتے ہیں۔ [۱]

---

[۱] ماہنامہ فاران ص۴۲ ستمبر ۱۹۷۶ء

(۱۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو (جو اوپر مذکور ہوا) بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہرحال غلط ہے خواہ کسی نے کیا ہو اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضہ ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے۔ ص۷۳۔

(۱۲) ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی پر سب وستم کی بوچھار کرتے تھے...... کسی کو مرنے کے بعد گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور سے جمعہ کے خطبوں کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ ص۷۵

(۱۳) زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انھوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ ص۷۶

(۱۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنا حامی اور مددگار بنانے کے لئے اپنے والد ماجد کی زناکاری پر شہادتیں لیں۔ اور اس کا ثبوت بہم پہنچاکر کہ زیاد انہی (ابو سفیان) کا ولدالحرام ہے پھر اسے اسی بنیاد پر اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔ کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ ص۷۷

(۱۵) حضرت علی نے ...... مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری تک کے عہدے دے دیئے۔ درآنحالیکہ قتل عثمان میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علی کے پورے زمانۂ خلافت میں

ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ص۸۵

(۱۶) حضرت عمرو بن العاص سے دو کام ایسے سرزد ہوگئے ہیں جنہیں غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ص۸۶

(۱۷) اسلام کی عاقلانہ ذہنیت کسی خفیف سے خفیف غیر اسلامی جذبہ کی شرکت بھی گوارا نہیں کرسکتی اور اس معاملہ میں اس قدر نفس کے میلانات سے متنفر ہے کہ حضرت خالد (بن ولید جنہیں بارگاہِ رسول سے سیف اللہ کا لقب ملا ہے) جیسے صاحب فہم النسان کو اس کی تمیز مشکل ہوگئی۔ ۱ے

مودودی صاحب اور اُمہات المومنین

مومنین کی ماؤں پر چھینٹا کشی کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ وحفصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کچھ زیادہ جری ہوگئی تھیں اور حضور سے زبان درازی کرنے لگی تھیں۔

کیا حضرت عائشہ کو معلوم نہیں تھا کہ ان کا رب فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (حجرات ۲) اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے۔

یقیناً انہیں معلوم تھا اور خوب اچھی طرح معلوم ساتھ ہی اس پر عمل پیرا بھی تھیں پھر ان کے حق میں مودودی صاحب کے اس انداز بیان کو ہم کیا کہیں گے؟

مودودی صاحب اور تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین وعلماء دین

ان پاسبانِ دین وملت پر مودودی صاحب کا اشہب قلم کس انداز سے چلتا ہے ملاحظہ کیجئے۔

۱ے ترجمان القرآن ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

(۱) تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہوجاتے مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ ص۹۱

(۲) امام غزالی کے تنقیدی کام میں علمی وفکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے۔ اور وہ تین عنوانات پر تقسیم کئے جاسکتے ہیں ایک قسم ان نقائص کی ہے جو حدیث کے علم میں کمزور ہونے کی وجہ سے ان کے کلام میں پیدا ہوئے۔ دوسری قسم ان نقائص کی ہے جو ان کے ذہن پر عقلیات کے غلبہ کی وجہ سے تھے۔ اور تیسری قسم ان نقائص کی جو تصوف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہونے کی وجہ سے تھے۔ ص۹۲

(۳) امام غزالی کے نام ہی سے لوگ مرعوب ہیں وہ جو چاہیں انھیں بنا کر رکھ دیں۔ وہ فلسفہ یونان کے چکر سے اخیر تک نہ نکل سکے۔ انھوں نے حقیقتِ نبوت سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ امام غزالی کی شہادت ہم کو کیا مطمئن کرسکتی ہے۔ ۱ے

(۴) پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ (ولی اللہ) صاحب اور ان کے خلفاء کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے وہ یہ کہ انھوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور ان کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی......
اسی طرح یہ قالب (تصوف) بھی مباح ہونے کے باوجود اس بنا پر قطعی چھوڑ دینے کے قابل ہوگیا ہے کہ اس کے لباس میں مسلمانوں کو "افیون کا چسکہ" لگایا ہے اور اس کے قریب جاتے ہی ان مزمن مریضوں کو پھر وہی "چینیا بیگم" یاد آجاتی ہے جو صدیوں سے ان کو تھپک تھپک کر سلاتی رہی ہے۔ ص۹۲

۱ے ترجمان القرآن ۳۳۶/۸

(۵) مسلمانوں کے اس مرض سے نہ حضرت مجدّد صاحب ناواقف تھے نہ شاہ صاحب، دونوں کے کلام میں اس پر تنقید بھی موجود ہے مگر غالباً اس مرض کی شدّت کا انھیں پورا اندازہ نہ تھا یہی وجہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے ان بیماروں کو پھر وہی غذا دی جو اس مرض میں مہلک ثابت ہو چکی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ دونوں کا حلقہ پھر اسی پرانے "مرض" سے متاثر ہوتا ہوا چلا گیا۔ ص۹۴

(۶) اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔ دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے۔

تنقیحات ص۱۵

(۷) اس وقت کے حالات میں شاہراہ عمل تیار کرنے کے لئے ایسی مستقل قوتِ اجتہادیہ درکار ہے جو مجتہدین سلف میں سے کسی کے علوم اور منہاج کی پابند نہ ہو۔ تجدید احیائے دین ص۸۰

ان عبارات کو پڑھنے کے بعد سب سے پہلا تاثر جو ایک عام قاری پر مرتب ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کا لکھنے والا درحقیقت روحِ ایمان سے یکسر خالی اور خود پسندی کے جذبۂ بے پناہ سے سرشار ہے۔ اس موقعہ پر ایک اسلامی مفکر کا مندرجہ ذیل اقتباس بڑا برمحل معلوم ہو رہا ہے آپ بھی ملاحظہ کریں۔ علامہ سعید احمد کاظمی لکھتے ہیں۔

"مودودی صاحب کی نگاہِ بصیرت کا کمال یہ ہے کہ جدھر اٹھتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اسے کمزوریاں ہی کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ انھوں نے اسلام پر غور کیا تو جاہلیت ہی جاہلیت نظر آئی۔ مسلمانوں کو دیکھا تو سب نسلی ہی دکھائی دیئے اصلی ایک بھی نظر نہ آیا۔ صوفیاء و مشائخ کو ملاحظہ فرمایا تو سب جاہلیت کے مصلے پر سربسجود ملے۔ مجتہدین کو پرکھا تو ایک بھی اس قابل نہ نکلا کہ اس کے علوم و منہاج کی پابندی اختیار کی جائے مجددین کو ٹٹولا تو ان میں بھی کوئی کامل نظر نہ آیا۔ سب ناقص و نامکمل ہی ثابت ہوئے۔

صحابۂ کرام پر نظر ڈالی تو ان میں بھی لغزشیں اور غلطیاں موجود پائیں۔ بعض خلفاء راشدین پر نظر پڑی تو وہ بھی نااہل اور فرمانِ خدا و رسول کے مخالف نظر آئے۔ کچھ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا تو انھیں بھی بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب پایا...... مختصر یہ کہ جس آئینہ پر ان کی نظر جمی ہوئی ہے اس میں انھیں کوئی بے داغ و بے عیب نظر نہیں آیا۔" [۱]

ساتھ ہی ایک فاضل دیوبند مولوی محمد یوسف کاندھلوی مدیر "بیّنات" کا تبصرہ بھی ملاحظہ کرتے چلئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مودودی صاحب یہ کہتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضۂ رسالت میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں۔ اس وقت ان کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ وہ فریضۂ رسالت کی ذمہ داریوں کو حضرت یونس علیہ السلام سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ شاید خدا سے بھی زیادہ کیونکہ کم از کم مودودی صاحب سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ اپنی جماعت کی کوئی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے سپرد کردیں جسکے بارے میں انھیں علم ہے کہ وہ اسے پوری طرح ادا نہیں کر سکے گا۔ مگر بقول انکے خدا نے فریضۂ رسالت کی ذمہ داری حضرت یونس کے سپرد کرکے یہ احتیاط ملحوظ نہیں رکھی۔

اسی طرح جب وہ کہتے ہیں کہ نوح علیہ السّلام جاہلیت کے جذبہ سے مغلوب ہوگئے تھے تو گویا وہ دعوی کرتے ہیں کہ جذبات جاہلیت پر ان کی نظر حضرت نوح علیہ السّلام سے زیادہ ہے اور یہ کہ جاہلی جذبات پر غالب آنے کی وہ حضرت نوح علیہ السّلام سے زیادہ ہمت رکھتے ہیں کیونکہ اپنے بارے میں ان کا ارشاد یہ ہے...... خدا کے فضل سے میں کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہوکر نہیں کیا اور کہا کرتا۔ ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریریں کہا ہے تول تول کر کہا ہے اور یہ کہتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا حساب

۱ے آئینۂ مودودیت، ص۲

مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو۔ چنانچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ
میں نے کوئی لفظ خلافِ حق نہیں کہا۔ ۱؎ .....

..... اگر صحابہ کرام بھی نعوذ باللہ ایسے ہی تھے جس کی تصویر مودودی صاحب
کی تنقیدات نے پیش کی ہے تو بعد کی امت تو ظاہر ہے ان سے بدتر
ہی ہوگی۔ نتیجہ یہ کہ قرآن وحدیث سے لیکر اجماع وقیاس تک
ہر چیز مشکوک اور ناقابلِ اعتماد ٹھہری۔ جب تک خدا کے بتائے
ہوئے معیار پر پرکھ کر مودودی صاحب ہمیں نہ بتائیں کہ فلاں چیز کس
حد تک قابلِ اعتماد ہے اور کس حد تک نہیں۔

ذرا انصاف سے کہئے مرزا غلام احمد قادیانی اور مسٹر غلام احمد
پرویز اس کے سوا اور کیا کہتے ہیں اور پھر یہ خدائی معیار مودودی صاحب
کو کہاں سے حاصل ہوگا جس پر جانچ جانچ کر وہ سلف صالحین میں
سے ایک ایک فرد کی درجہ بندی کریں گے (اور جیسی درجہ بندی انھوں
نے کردی ہے اس کا کچھ نمونہ تم دیکھ ہی چکے ہو) یا ان پر نئے سرے
سے وحی نازل ہوگی یا چودہ سو سال پیچھے کی طرف زقند لگا کر وہ براہِ
راست رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن وسنت
سن لیں گے؟

جب وہ ماضی یا حال کے کسی بزرگ کے واسطے کے قائل نہیں
نہ کسی کی "ذہنی غلامی کی ذلت اٹھانے کے لئے وہ تیار ہیں تو آخر
خدائی معیار انھیں کسی غار سے دستیاب ہوگا" ۲؎

پتہ چلا کہ مودودی صاحب کے خیالات کی بنیاد متضاد نظریات
پر مبنی ہیں یہی وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں خود اسی
سے اس کا بطلان ثابت ہوتا ہے ایسی صورت میں ان کے اقوال

۱؎ مودودی مذہب صہ ۲۹ ۔ ۲؎ تنقید اور حق تنقید صہ ۲۰-۱۹

کا ساقط الاعتبار ہونا اظہر من الشمس ہے۔ الفاظ کے گورکھ دھندوں
میں پھنسا کر حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا عامیانہ نگاہوں
کو تو متاثر کرسکتا ہے مگر باریک بیں نگاہوں کے نزدیک تو اس
کی اہمیت تارِ عنکبوت سے قطعاً زیادہ نہیں۔
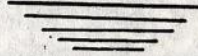
جماعتِ اسلامی اور علماءِ دیوبند

علماء دیوبند اور جماعت اسلامی بنیادی اور اصولی نکروں میں بالکل متحد ہیں. مگر اس کے باوجود بھی اس جماعت کا حقائق سے گریز اور جادۂ مستقیم سے انحراف اس قدر خطرناک شکل اختیار کرتا چلا گیا کہ بالآخر انھیں بھی جماعت کی فکری کج روی دور کرنے کے لئے زبان وقلم سنبھال کر میدانِ عمل میں اترنا پڑا۔ ذیل میں مختلف ذمہ داروں کے نظریات ملاحظہ کیجئے اور جماعت کی شرعی حیثیت کا اندازہ لگائیے۔

مولانا حسین احمد ٹانڈوی سابق صدر دار العلوم دیوبند

مودودی جماعت کی مخالفت میں دار العلوم دیوبند سے ایک فتویٰ شائع ہوا تھا. جس کی مندرجہ ذیل سرخیاں خاص طور سے قابلِ دید ہیں۔

الف ــــ سہارنپور سے مودودی فتنہ کو مٹادو۔

ب ــــ مودودی تحریک مہلک اور زہر قاتل ہے۔

ج ــــ مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں۔

د ــــ مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ جماعتِ اسلامی کے قصرِ عالیشان میں زلزلہ آگیا اور ان کے نشیمن میں آگ سی لگ گئی۔ جسے بجھانے کے لئے جماعتِ اسلامی کے صدر مولوی ابواللیث ندوی نے مولوی محمد حسین ٹانڈوی سے رابطہ قائم کیا اور ایک طویل خط کے ذریعے اپنی رودادِ الم سنا ڈالی۔ اسکے ایک اقتباس میں لکھتے ہیں۔

" اس وقت فوری مسئلہ جس پر میں گفتگو کی سخت ضرورت محسوس کر رہا ہوں وہ دار العلوم دیوبند کا وہ فتویٰ ہے جو" سہارنپور سے مودودی فتنہ کو مٹادو" " مودودی تحریک مہلک اور زہر قاتل ہے" "مودودی کے

ہم خیال گمراہ ہیں" " مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو" کی موٹی موٹی سرخیوں سے شائع ہوا ہے. معلوم نہیں یہ فتویٰ آنجناب کی نظروں سے گزرا ہے یا نہیں؟

یہ فتویٰ قدرتی طور پر ان تمام لوگوں کے لئے انتہائی حد تک تکلیف دہ اور دل آزار ہے جو تحریکِ اسلامی کو حق سمجھ کر اس میں شریک ہوئے ہیں یا اس کو حق سمجھتے ہیں" [1]

اب جناب ٹانڈوی صاحب کے جوابات کے چند منتخب اقتباس بھی ملاحظہ کریں۔

محترم! میرا پہلے یہ خیال تھا کہ آپ کی تحریکِ اسلامی مسلمانوں کی علمی وعملی، دنیاوی اور دینی کمزوریوں اور ان کے انتشارات دور کرنے اور مسلمانوں کو منظم کرنے تک ہی محدود ہے اگرچہ طریق تنظیم میں اختلاف رائے ہو۔

اس لئے میں نے اس کے خلاف آواز اٹھانا یا تحریر کرنا مناسب نہ سمجھا تھا اگرچہ افراد جماعت یا قائدِ جماعت کی طرف سے لبسا اوقات ناشائستہ کلمات تقریر اور تحریر میں معلوم ہوئے مگر ان سے چشم پوشی کرنا ہی انسب معلوم ہوا۔

مگر آج جب کہ میرے سامنے اطراف وجوانب ہند وپاکستان سے آنے والے مودودی صاحب کی تصانیف کے اقتباسات کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور پانی سر سے گزر گیا ہے تو ان کے دیکھنے اور سمجھنے میں مندرجہ ذیل نتیجے پر پہنچنے میں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

آپ کی تحریکِ اسلامی خلافِ سلفِ صالحین مثل معتزلہ، خوارج، روافض وغیرہ فرقِ قدیمہ اور مثل قادیانی چکڑالوی، مشرقی نیچری، مہدوی، بہائی

---

[1] حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام ۳۵۶/۱

وغیرہ فرق جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے اور اسی کی طرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے ـــ اس لئے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچروں کے نہ دیکھنے کا مشورہ دوں۔

آپ حضرات کا یہ ارشاد کہ ہم کو مودودی صاحب کے اعتقادات اور شخصی خیالات سے سروکار نہیں ہے ہم اس کا بار بار اعلان کر چکے ہیں ایسا ہی ہے جیسے مشرقی صاحب نے لوگوں کے اعتراضات تحریک خاکساران میں رکاوٹ دیکھکر اعلان کیا کہ ہم تو مسلمان ہیں جنگی اور حربی تعلیم اور اسپرٹ پیدا کرنا اور اس کو پھیلانا چاہتے ہیں۔ ہمارے عقائد اور ہماری تصانیف سے مسلمانوں کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

پھر کیا ایسا ہوا اور جماعتِ خاکساران کیا اپنے لیڈر کے عقائد و اخلاق اور اس کی تصانیف کی گندگیوں سے محفوظ رہی؟

خود مودودی صاحب کی زبان سے سن لیجئے (دیکھئے ترجمان القرآن ۲ صـ۱۰۹ بابت صفر و ربیع الاول بہ عنوان۔ خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی)

محترما! جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہو گی تو وہ قبلۂ توجہ ہو گا اور اس شخص کے عقائد و اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر ضرور پڑے گا خصوصًا جبکہ مودودی صاحب کے لٹریچر برابر زور دار طریقے پر شائع کئے جا رہے ہیں۔ اور ممبروں اور غیروں کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دی جا رہی ہے ایسے وقت میں وہ زہریلے مواد جو نہایت چالاکی سے زور دار تحریروں میں رکھے گئے ہیں اپنے اثر سے خالی نہیں رہ سکتے۔

میرے محترم! امور مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے میں نہیں سمجھتا کہ جناب سے شرف ملاقات سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے؟

صدر دیوبند کا ایک اور بیان "تنقید اور حق تنقید" کے مرتب کی زبانی سنئے۔

تقسیم ملک کے بعد ایک مرتبہ حضرت مدنی قدس سرہٗ (مولوی حسین احمد ٹانڈوی) کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ حضرت نے استفسار فرمایا پاکستان کا کیا حال ہے؟ عرض کیا آج کل پرویزی فتنہ کا وہاں بہت زور ہے۔ سرکاری دفاتر، کالجوں وغیرہ میں طلوع اسلام کی بہت اشاعت ہے۔ دینی رجحان رکھنے والے جدید تعلیم یافتہ بااثر لوگ دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے متاثر ہو رہے ہیں۔ حضرت (ٹانڈوی) نے فرمایا "یہ تو ختم ہو جائے گا زیادہ خطرناک مودودی جماعت کا فتنہ ہے۔[۱]

"شیخ الاسلام نمبر" کے حوالے سے مولینا ٹانڈوی کے مزید نظریات ملاحظہ کریں

" فرمایا (مولینا ٹانڈوی صاحب) اسلام کے نام پر بہت سی جماعتیں وجود میں آئی لیکن یہ جماعت جو جماعت اسلامی کے نام سے ہے ان تمام جماعتوں سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔ آج مولینا صبغۃ اللہ مولینا امین احسن صاحب اصلاحی جو اس جماعت کے سرگرم رکن تھے۔ اس جماعت سے الگ ہو کر حضرت کے اس ارشاد کی عملاً تصدیق کر رہے ہیں۔[۲]

روافض نے تو صرف چند صحابیوں کی توہین کی اور اس جماعتِ اسلامی نے تو تمام اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنقیص و توہین کر دی یہ کہتے ہیں صحابہ معیارِ حق نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔ حدیث میں جو بہتر فرقوں کی خبر آئی ہے اور صرف ایک فرقہ کو ناجی اور دوسرے تمام فرقوں کو غیر ناجی فرمایا گیا ہے میں دلائل و براہین کی روشنی میں پورے شرح صدر سے کہتا ہوں کہ یہ جماعت اسلامی بھی انھیں غیر ناجی فرقوں میں سے ہے۔[۳]

قاری طیب صاحب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں

"جماعتِ اسلامی کے جدید فقہیات اور تفقہ کی فرعیات جو جناب نے

---

[۱] تنقید اور حق تنقید صـ۲۶۔ [۲] شیخ الاسلام نمبر صـ۱۵۹۔ [۳] ایضاً صـ۱۵۹

قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں انھیں پڑھ کر افسوس ہوا معلوم ہوتا ہے کہ
کوئی نیا فقہ تیار ہو رہا ہے اور پرانے فقہ کا لباس اتار کر پھینکا جا رہا
ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی مہدی حسن صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند ان لفظوں میں ہدایت جاری کرتے ہیں

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ لوگ جماعتِ اسلامی (مودودی جماعت)
سے اجتناب اور دوری اختیار کریں۔ اس میں شرکت زہر قاتل ہے اور
مسلمانوں پر واجب ہے کہ لوگوں کو اس جماعت میں شرکت سے روکیں
تاکہ گمراہ نہ ہوں اور اس جماعت کا ضرر اسکے نفع سے کہیں زیادہ ہے پس
تسامح اور سستی اور غفلت جائز نہیں اور ہر وہ شخص جو اس جماعت
کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا یا اس کی تائید کرے گا یا کسی قسم کی
اعانت کرے گا گنہگار اور عاصی ہوگا۔ اور معصیت کی طرف دعوت
دینے والا شمار ہوگا۔ بجائے اس کے کہ وہ ثواب کا متوقع رہے اور اس
جماعت کا کوئی آدمی اگر امامت کرے، تو اسکے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

سید مہدی حسن (رئیس دارالافتاء دیوبند ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۷۰ھ) [1]

مولوی منظور نعمانی اپنی واردات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

میرے (مودودی صاحب کی خدمت میں)، ایک ہی ہفتہ گزرا ہوگا کہ میرے
سامنے بعض چیزیں ایسی آئیں جن سے معلوم ہوا کہ احکام شریعت کی جس
درجہ پابندی یا یہ کہنا چاہئے کہ جس درجہ کا عملی تقویٰ جماعت کے ہر رکن کے
لئے شرط و لازم قرار دیا گیا ہے خود مولانا مودودی نے اپنے کو ابھی تک
اس کا پابند نہیں بنایا ہے بلکہ اس بارے میں ان میں اس قدر تہاون اور

[1] تنقید اور حق تنقید صـ ۳۰

اتنی سہل انگاری ہے جو مقام تقویٰ کے بالکل منافی ہے۔

(۲) اب دارالاسلام میں مولانا کے ساتھ ہفتہ عشرہ قیام کرنے کے بعد
مجھے معلوم ہوا کہ ان کا حال وہ نہیں ہے جو ان کے بتلانے سے میں نے
سمجھا تھا اور جس کا میں نے بار بار اپنے زبان و قلم سے اظہار کیا ہے۔
اب میں محسوس کرتا ہوں کہ اس نئے علم و انکشاف کے بعد بھی اسی طرح
میرا رکن جماعت بنا رہنا ایک ایسی عملی شہادت ہے جس کا غلط اور خلافِ
واقع ہونا مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ ایک طرح کا نفاق ہے۔

(۳) اس کے بعد میں نے جماعت سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا اور دلی رنج
و قلق کے ساتھ اپنے اس فیصلہ کی اطلاع میں نے مولانا مودودی صاحب
کو دیدی۔ اس اطلاع کے بعد مولانا کا جو خط آیا اس کا رنگ بالکل
دوسرا تھا۔ انھوں نے وہ خط مجھے اس انداز میں لکھا اور اس کے ذریعے گویا
مجھے خبردار کیا کہ اگر ضرورت اور مصلحت داعی ہو تو میں کن حدود تک
جا سکتا ہوں۔ اس خط سے مجھ پر یہ چیز اور بھی واضح ہوگئی کہ مولانا
میں "خدا ترسی" کی کتنی کمی ہے اور تقویٰ اور فکر آخرت کی نہایت
موثر دعوت دینے کے باوجود خود ان کا باطن ان لفظوں کی حقیقتوں سے
کس درجہ خالی ہے اور اگر ضرورت پڑے تو وہ عالم دنیادار اور ناخدا
ترس لیڈروں اور صحافیوں کی سطح پر بھی آسکتے ہیں [1]

علمائے دیوبند کا متفقہ بیان

مودودی صاحب کی جماعت اور جماعت کے لٹریچر سے عام لوگوں پر
یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ائمہ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بے تعلقی
پیدا ہو جاتی ہے۔ جو عوام کے لئے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے۔ اور دین

[1] جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک صـ ۵۰-۳۵-۳۴

سے صحیح وابستگی قائم رکھنے کے لئے صحابۂ کرام اور اسلاف عظام سے
جو تعلق رہنا چاہئے اس میں کمی آجاتی ہے جو یقیناً مسلمانوں کے
دین کیلئے مضر ہے۔

اس لئے ہم ان امور کو اور ان پر مشتمل تحریک کو غلط اور مسلمانوں
کے لئے مضر سمجھتے ہیں اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔ ۱؎

مذکورہ بالا کسی بھی عبارت پر تبصرہ کرنے کی قطعی کوئی ضرورت
نہیں صرف ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے آخر جماعتِ
اسلامی کی کونسی بنیادی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے خود ان کے ہی
بہی خواہ وہم نوا ان سے برہم نظر آتے ہیں۔

نظر آتے ہیں پیراہن پہ دھبے خون بلبل کے
گلوں سے پھر بھی بوئے پاکدامنی نہیں جاتی

۱؎ دو مسئلے صـ۱۶ شائع کردہ دارالعلوم دیوبند۔

مودودیت اور رافضیت، باہمی اتحاد

ایرانی شیعی انقلاب جسے اسلامی انقلاب کا نام دیا گیا اور جس کے بارے
میں مودودی نمائندے بڑے شدومد کے ساتھ اسلامی انقلاب ہونے کا پروپیگنڈہ
کرتے رہے۔ اس تعلق سے امیر جماعت اسلامی لاہور جناب اسعد گیلانی صاحب کا
یہ بیان نگاہ عبرت سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔

"ایران کا اسلامی انقلاب اسلام کی عظمتوں کا امین ہے۔ یہ بلاشبہ
ایک اسلامی انقلاب ہے اسے کسی خاص فرقے تک محدود کرنا کم علمی
ہے اگر اسے کسی خاص فرقے کا انقلاب گردانا گیا تو پھر شاید قیامت تک
اسلامی انقلاب نہ آسکے ...... ہمیں فرقہ بندی کو بھول کر ہر کلمہ گو کو مسلمان
کہلانے کا حق دینا ہوگا۔ اگر شافعی مالکی حنبلی اور حنفی وغیرہ مسلمان ہیں تو
شیعہ ان سے بڑھ کر مسلمان ہیں۔ کیونکہ اہل تشیع امام جعفر صادق کی
تعلیمات کے پیرو ہیں جو امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں۔ امام خمینی اس دور
کے سب سے بڑے لیڈر ہیں جنھوں نے مشرق و مغرب کی تمام ظالم
طاقتوں کے مقابل ایک خدا کی قدرت پر انحصار کرنے کا عملی
درس دیا۔ ۱؎

دوسری جگہ لکھتے ہیں

"ایرانی انقلاب کوئی شیعی انقلاب نہیں یہ اسلامی انقلاب ہے"۔ ۲؎

شیعہ فرقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کا فیصلہ رافضی فرقہ کی تفصیلات کے
مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ اور خمینی انقلاب اسلامی انقلاب تھا یا ہوس اقتدار کی تسکین
کی کامیاب کوشش؟ اس کی تفصیل کے لئے اسلام اور خمینی مذہب اور ایرانی انقلاب

۱؎ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲ فروری ۱۹۸۶ء ۲؎ روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ فروری ۱۹۸۴ء

امام خمینی اور شیعت کا مطالعہ مفید رہے گا۔ سر دست ہمیں تو یہ بتانا ہے کہ جماعتِ اسلامی اور ایرانی انقلاب کے ذمہ داروں کے درمیان کیسے روابط ہیں اور ایک دوسرے کے متعلق دونوں کے خیالات کس قسم کے ہیں؟

جناب اسعد گیلانی کا مذکورہ بیان صرف ان کا ترجمان نہیں بلکہ پوری جماعت کے موقف کا ترجمان ہے جس کا سلسلہ بانی جماعت جناب مودودی صاحب سے جا ملتا ہے۔

جماعتِ اسلامی کے بانی اور ذمہ دار ابوالاعلیٰ مودودی اور ایرانی انقلاب اور ایران کی شیعیت کے ذمہ دار مسٹر خمینی کے فکری رشتے کتنے گہرے تھے اس کی تفصیل تو یہاں پیش نہیں کی جا سکتی ہاں ان مشترکہ قدروں کی ایک ہلکی سی جھلک دکھائی جاتی ہے جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ جس طرح ایرانی انقلاب ہوس ملک گیری کا ثمرہ تھا یونہی مودودیت پوری اسلامی دنیا کا سیاسی اقتدار اعلیٰ اپنے ہاتھوں میں لینے کی خواہش مند ہے۔

توہینِ رسالت اور خمینی مودودی مشترکہ قدریں

مسٹر خمینی نے اپنے ایک خطاب میں کہا تھا جس کا ترجمہ ہے۔

"تمام انبیاء کرام دنیا میں عدالت کے اصول کو ثابت و قائم کرنے کے لئے بھیجے گئے لیکن اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، یہاں تک کہ خاتم الانبیاء بھی اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے جو انسانیت کی اعلیٰ اصلاح، عدالت کے نفاذ اور انسانوں کی تربیت کی غرض سے دنیا میں آئے۔"

دوسری جگہ امام الرضا رضی اللہ عنہ کے جشن میلاد کی تقریر میں انہوں نے کہا۔

"مجھے دو بات کا افسوس ہے ایک یہ کہ اسلامی نظامِ حکومت اسلام کے ابتدائی دور سے اب تک مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو سکا حتیٰ کہ رسول اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی حکومتِ اسلامی کا نظام پورے

طور پر برپا نہ ہو سکا"

اب یہی خمینی انداز مودودی صاحب کی تحریر میں ملاحظہ کیجئے۔

سورۂ نصر کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"یعنی اپنے رب سے دعا مانگو کہ جو خدمت اس نے تمہارے سپرد کی تھی اس کو انجام دینے میں تم سے جو بھول چوک یا کوتاہی ہوئی ہو۔ اس سے چشم پوشی اور درگزر فرمائے۔ [۱]

حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں انھوں نے لکھا۔

"حضرت یونس (علیہ السلام) سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں۔ [۲]

اس سے اور ذرا واضح انداز میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کردار کشی کا روح فرسا منظر ملاحظہ کیجئے۔

"لیکن وعظ و تلقین میں ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لے لی۔" [۳]

اس جملہ کے لب و لہجہ کی بے باکی اور اسلامی عقیدہ کے انحراف سے ذرا ہٹ کر اس کی داخلی اسپرٹ پر اگر غور کیا جائے تو کیا یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ یہ جملہ دشمنانِ اسلام کے الزام کی کتنی خوبصورت تائید و تصدیق کر رہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔

بادۂ عصیاں سے دامن تر بہ تر ہے شیخ کا
پھر بھی یہ دعویٰ کہ اصلاحِ دو عالم ہم سے ہے

اہانتِ صحابہ خمینی مودودی قدر مشترک

رافضیوں کا صحابہ کرام بالخصوص شیخین کریمین پر تبرا مشہور عالم ہے۔ مودودی صاحب کا قلم بھی صحابہ کرام کی توہین سے خون آلود ہے۔ طرفہ یہ کہ اس میدان میں وہ اتنا آگے بڑھ گئے کہ خود شیعہ حضرات اہانتِ صحابہ کے جواز میں ان کی تحریر بطور دلیل پیش کرنے لگے۔

---

[۱] تفہیم القرآن ۶/۵۱۷۔ [۲] حاشیہ تفہیم القرآن ۲/۳۱۲۔ [۳] الجہاد فی الاسلام ص۱۷۴

ایک شیعی اخبار لکھتا ہے۔

" ہاں شیعہ، صحابہ کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھتے اور بوقت ضرورت ان پر بحوالہ قرآن و حدیث و تاریخ تنقید کرتے ہیں..... ملحوظ رہے کہ برادرانِ اہل سنت کے نزدیک صحابہ کرام تنقید سے بالاتر نہیں ہیں۔ چنانچہ موجودہ دور کے جید سنی عالم مولانا مودودی مرحوم نے اپنی کتاب " خلافت و ملوکیت " میں جابجا صحابہ پر تنقید فرمائی ہے اور یہ کتاب آج بھی کھلے بندوں بازار میں فروخت ہو رہی ہے۔"

خلافت و ملوکیت کی شیعہ نوازی کا اعتراف اس فرقہ کے ایک لیڈر کرنل غفار مہدی نے بڑی والہیت سے کیا ہے۔

" یہ چند سطریں مولانا سے اپنی عقیدت کے اظہار میں لکھ رہا ہوں مولانا سے پہلی بار ان کی مشہور تصنیف " خلافت و ملوکیت " پڑھ کر متعارف ہوا۔ اس کتاب کے مطالعہ نے میرے ذہن پر مولانا کی شخصیت کو ایک غیر متعصب عالم اور ایک عظیم تاریخ داں کی حیثیت سے مسلط کر دیا..... میں مولانا کو شیعہ سنی اتحاد کا علم بردار تصور کرتا ہوں " ۱؎

مودودی صاحب شیعوں کی نظر میں

مودودی صاحب اور شیعوں کے درمیان کتنے گہرے تعلقات تھے مندرجہ ذیل اقتباسات سے اندازہ لگائیے۔ ایرانی شیعی حکومت کے ناظم الامور محمد گنجی دوست لکھتے ہیں۔

" سولہ سال قبل علامہ آیت اللہ خمینی نے شاہ کے خلاف آواز بلند کی تو مولانا مودودی واحد شخصیت تھے جو خمینی کے پیغام کو سمجھے "۔ ۲؎

پاکستانی شیعہ لیڈر ریٹائرڈ کرنل غفار مہدی لکھتے ہیں۔

۱؎ ہفت روزہ رضاکار لاہور بحوالہ اسلام اور خمینی مذہب ص ۸۹-۲۸۸ ۔ ۲؎ نوائے وقت راولپنڈی ۲۰ / نومبر ۱۹۷۹ء

" نشاۃ ثانیہ کے عظیم مجاہد آیت اللہ خمینی مولانا مودودی کو بہت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بحیثیت اسلامی مفکر کے سید مودودی ایران میں پاکستان کی نسبت زیادہ بلند مقام رکھتے ہیں۔ ۱؎

اور شیعہ مجتہد نقی النقوی نے تو مودودی صاحب کی شیعت نوازی کی سند ہی دے دی۔ وہ متشکرانہ لکھتے ہیں۔

.... رجعت صحابہ، موقف اہل بیت اور جوازِ متعہ ایسے موضوعات پر انہوں نے (مودودی صاحب نے) بڑی فراخدلی سے شیعہ نظریات کی صداقت تسلیم کی ہے۔ ۲؎

کیا ان حقائق کے بعد بھی اس امر میں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ مودودی صاحب ایران دوست اور شیعہ نواز نہیں تھے۔

مودودی صاحب سے بالمشافہ گفتگو کے بعد ایک اسلامی مزاج مفکر علامہ سید سعید احمد کاظمی علیہ الرحمہ کے دل و دماغ پر جو اثرات مرتب ہوئے اس کا بیان انھیں کے قلم سے ملاحظہ ہو۔ واضح رہے کہ یہ پوری مجلسی گفتگو " مکالمہ کاظمی اور مودودی " کے نام سے پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ علامہ کاظمی لکھتے ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعتِ اسلامی سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں۔

۱ مودودی صاحب جمہوری مسلمانوں سے مذہباً مختلف ہیں۔

۲ مودودی صاحب نے جمہور مفسرین و محدثین کے خلاف کتاب و سنت کے غلط معنی کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد قائم کی ہے جس کے پیرو جماعتِ اسلامی کے پردہ میں چھپے ہوئے ہیں۔

۳ مودودی صاحب اپنے آپ کو ایک مجدد کامل اور مہدی تصور کرتے

۱؎ جسارت کراچی مودودی نمبر ص ۱۱۵ ۔ ۲؎ متعہ اور اسلام ص ۳۶۵ ۔

ہیں مگر کسی مصلحت کے ماتحت وہ ابھی اس کا اعلان نہیں کرتے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی خاص وقت میں وہ اس کا اعلان کر کے امت مسلمہ کے لئے ایک نئے عظیم الشان فتنے کا دروازہ کھول دیں۔

اس لئے ان کی تحریک میں شامل ہونا۔ ان سے تعاون کرنا اپنے دین و مذہب کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ ۱ے

ان تاثرات میں کہاں تک صداقت ہے انھیں کے ایک قریبی فرد جناب مولوی ابوالحسن علی ندوی سے اس کی تصدیق ملاحظہ کیجئے۔

" اندیشہ ہوتا ہے کہ جو نسل خالص ان تحقیقات وخیالات کے سایہ میں پروان چڑھے گی جو جماعت محض اس لٹریچر کے اثرات سے تیار ہوگی اور اس کا ذہنی رابطہ کسی اور ماحول سے نہیں ہوگا اس کا ایک نیا دینی مزاج بن جائے گا جو اس مزاج سے مختلف ہوگا جس کو تربیت وصحبت نبوی، اسوۂ رسول اور صحابۂ کرام کے اقتدار نے تیار کیا، اور جو علی سبیل التوارث اس وقت سے چلا آرہا ہے اور اسی طرح اس کے فکر وسعی کی گاڑی اس پٹری سے ہٹ کر جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور ان کے تابعین ونائبین نے ڈالا تھا۔ ایک دوسری پٹری پر آجائے گی۔" ۲ے

گذشتہ اوراق میں "جماعت اسلامی" کے تعلق سے جو حقائق پیش کئے گئے ہیں یہ ہمیں ٹھنڈے دل سے غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ حقائق سامنے آنے کے بعد بھی بے جا عصبیت کا شکار ہونا یا اندھی عقیدت کی بنیاد پر کسی کا گرویدہ رہنا عقلمندوں کا شیوہ نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سادہ ظرفی سے حقانیت کا اعتراف کرنا اور پھر اسے سینے سے لگانا ہی انسانیت کی معراج ہے۔

تمہیں یہ حق ہے کہ چاہے جدھر کی بات کرو
مگر تم اہل ہنر ہو ہنر کی بات کرو

۱ے مکالمہ کاظمی ومودودی ص۴۱-۴۲ ۔ ۲ے عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح ص۱۵ از ابوالحسن علی ندوی

نیچری فرقہ

بانی اور ابتداء

اس فرقہ کے بانی سرسید احمد خاں دہلوی ثم علی گڑھی ہیں سرسید ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان علم وفضل میں بلند رتبہ اور بزرگوں کے عقائد ومعمولات کا حامل تھا۔ ان کے والد جناب میر متقی صاحب بزرگانہ روش کے علمبردار اور بذات خود زہد واتقاء کے منصب جلیل پر فائز تھے۔

ان کی والدہ عزیز النساء بیگم خدا ترس اور دور اندیش خاتون تھیں۔ سرسید کی تعلیم وتربیت میں ان کا اہم رول ہے۔ خاندانی رواج کے مطابق شاہ غلام علی کے ہاتھوں بسم اللہ خوانی ہوئی ۱۸۳۶ء میں دہلی میں سررشتہ دار مقرر ہوئے۔ بجنور، مراد آباد اور غازی پور میں انگریزی ملازم رہے۔ اخیر میں خفیہ جج کے عہدے پر فائز ہو کر علیگڈھ آگئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی" ان کی جد وجہد اور خوابوں کی تعبیر ہے۔

مسلمانوں کو جدید علوم کی طرف مائل کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس کے لئے انھوں نے باقاعدہ ایک تحریک چلائی جو "علی گڑھ تحریک" کے نام سے مشہور ہوئی۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اس تحریک کے تعلق سے لکھتے ہیں۔

" یہ تحریک انگریزی تعلیم کی ترقی کے لئے تھی اس لئے مسلمان اس کے حامی کار ہوئے۔ مگر جب سرسید احمد خاں مرحوم نے مسلمانوں کے عقائد میں دخل دینا شروع کیا تو بگاڑ شروع ہوا۔" ۱ے

سرسید کی اس فکری دخل اندازی کا انداز اتنا غیر شرعی اور من مانا ثابت ہوا کہ انھوں نے اپنے آباؤ اجداد اور بزرگوں کے عقائد ومعمولات کی دھجیاں اڑاتے ہوئے ان بے شمار اسلامی مسلمات کو پامال کر دیا جن کی حقیقت قرآن مقدس سے ثابت ہے۔ علی میاں ندوی کے والد مولوی عبد الحئی لکھنوی اپنی تالیف "اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں" اس فرقہ

۱ے خطاب بہ مودودی ص۵۰

کے متعلق مفید معلومات سپردِ قلم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"نیچری جماعت سے مراد سرسید احمد دہلوی بن محمد متقی متوفی ۱۳۱۵ھ کے ماننے والے ہیں۔ سرسید کے عقائد یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کی علت اول ہے۔ ان کے نزدیک تقدیر کا صرف یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ماضی، حال، مستقبل کی تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات جاننے کے لئے انسانی عقل کافی ہے اور اسی طرح کفر واسلام کے درمیان امتیاز و تفریق کرنے میں عقل کو کسی دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں۔ چیزوں کی اچھائی اور برائی کا فیصلہ عقل کرتی ہے۔

ان کے عقائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علاوہ نبی کی اتباع وتقلید کے کسی اور کی اتباع وتقلید ضروری نہیں۔ ان کے نزدیک ایمان نام ہے صرف دل سے تصدیق کرنے کا۔ اگر کوئی شخص دل سے توحید ورسالت کا قائل ہے تو وہ مومن ہے چاہے وہ اپنے ظاہری معاملات میں غیر مسلموں کی مخصوص چیزوں کو اختیار کرے مثلاً زنار وصلیب کے استعمال سے آدمی کافر نہیں ہوگا۔ ان کے نزدیک نبوت نام ہے تہذیب اخلاق میں اس قدر راسخ ہو جانا کہ انسان کو اس کا ملکہ پیدا ہو جائے۔ ملکہ نبوت نام ناموس اکبر کا ہے ایکے نزدیک معجزہ دلیل نبوت نہیں۔ ان کے نزدیک معجزات خلافِ فطرت نہیں ہیں عام طور پر لوگوں کی نظروں سے معجزات کے اسباب اوجھل ہوتے ہیں اس لئے لوگ اس کو معجزہ اور خلافِ فطرت سمجھتے ہیں۔ ملائکہ اور شیاطین متعین ذات نہیں۔ ملائکہ سے مراد انسان کی قوتِ ملکیہ ہے اور شیطان سے مراد انسان کی قوت بہیمیہ ہے۔ اور یہ دونوں انسان کے اندر موجود ہیں الگ سے کوئی چیز نہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا مضمون اور معنیٰ اترا الفاظ نہیں اس لئے

قرآن ان لوگوں کے نزدیک وضاحت وبلاغت کے اعتبار سے معجزہ نہیں کیونکہ اس کے الفاظ انسان کے مرتب کئے ہوئے ہیں۔ جنت اور جہنم سے مراد صرف آرام وتکلیف کا انسانی فہم کے مطابق تصور ہے۔ جنت و نار الگ سے موجود کوئی چیز نہیں ہیں ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی نہیں ہوئی تھی۔ طوفانِ نوح ساری دنیا میں نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار انسانی عقل کے لئے ناقابلِ قبول چیز ہے۔ اس گروہ کے ان عقائد کے علاوہ بھی بہت سے نئے نئے خیالات ہیں۔" [1]

نیچری ہونے کا اعتراف

خدا نے ہم کو ہماری جان کو ہمارے دل ودماغ کو ہمارے روئیں روئیں کو نیچر سے جکڑ دیا ہے۔ ہمارے چاروں طرف نیچر ہی نیچر پھیلا دیا ہے۔ نیچر ہی کو ہم دیکھتے ہیں۔ نیچری کو ہم سمجھتے ہیں۔ نیچر ہی سے خدا کو پہچانتے ہیں۔ پھر نیچری نہ ہوں تو کون ہوں؟ ....

...... جب ہمارا دادا ابراہیم نیچری تھا تو ہم اس کی ناخلف اولاد نہیں جو نیچری نہ ہوں۔ نیچر ہمارے خدا ہمارے باپ دادا کا تمغہ ہے۔ ہم نیچری ہمارا خدا نیچری، ہمارے باپ دادا نیچری،" [2]

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

سرسید کی تحریر کے مطابق جس طرح ہم نیچر کے محتاج ہیں اسی طرح سے ہمارا خدا بھی نیچر کی بندشوں میں جکڑا ہوا ہے ــ یہ عقیدہ آج کے کمیونسٹوں یا دہریوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے جو خدا کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ دنیا کا سارا نظام "نیچورل" ہے نیچر کے تحت سارا کام خود بخود انجام پا رہا ہے کہ اس کے پیچھے کسی غالب قوت کا ہاتھ نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں ط ۳۱۹ تا ۳۲۱ ملخصاً بحوالہ امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات حاشیہ ص ۳۱۰-۱۱۔ [2] تہذیب الاخلاق مضمون بعنوان نیچر شائع ۱۲۹۶ھ۔

رب تعالیٰ کی شان میں بدترین گستاخی

مفتی شریف الحق صاحب امجدی سرسید کی ایک عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کا خدا تو وہ قادر مطلق خالق کل ہے جسکی قدرت کے ایک کرشمہ سے یہ تمام عالم موجود ہوا ہے اور اپنی زندگی کے نظام میں مصروف ہے مگر نیچریوں کے زعم میں خدا الھجان متی تماشہ گر ہے جیسا کہ ان کا پیر (سرسید خاں) لکھتا ہے۔

"خواہ یوں سمجھو کہ اس بڑے تماشہ کرنے والے جو بھان متی کا تماشہ بنایا ہے اس کے راز کو اس بھان مت کی اصطلاحوں میں بنایا ہے۔" [۱]

سید الانبیاء اور سید الملائکہ کے متعلق نظریہ

"خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور لسانِ شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا ہے جس میں تجلیاتِ الٰہی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہوتا ہے جس میں سے خدا کے کلام کی آواز نکلتی ہے۔ وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے لئے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے۔ خود ہی اس کے دل سے فوارہ کے مانند وحی اٹھتی ہے اور خود ہی اس پر نازل ہوتی ہے اس کا عکس اسکے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی امام کہتا ہے اس کو کوئی بلواتا نہیں بلکہ وہ خود ہی بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

جو حالات و واردات اسے دل پر گزرتے ہیں وہ بھی بمقتضائے فطرت انسانی اور سب کے سب فطرتِ انسانی کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ خود اپنا

---

[۱] اشک رواں صـ۳۳

کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسی طرح پر سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اس سے کہہ رہا ہے وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے اسی طرح دیکھتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اس کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ ان واقعات کو بتلانے کو اگرچہ یہ قول یاد آتا ہے کہ قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا بہ چشی؟ مگر ہم بطور تمثیل کے گو وہ کتنی کم رتبہ ہو اس کا ثبوت دیتے ہیں، ہزاروں شخص ہیں جنھوں نے مجنوں کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ وہ سب انھیں کے خیالات جو سب طرف سے بے خبر ہو کر ایک طرف مصروف اور اس میں مستغرق ہیں اور باتیں سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں پس ایسے دل سے جو فطرت کی رو سے تمام چیزوں سے بے تعلق اور روحانی تربیت میں مصروف اور اس میں مستغرق ہو ایسی واردات کا پیش آنا کچھ بھی خلافِ فطرت انسانی نہیں۔ ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پچھلا پیغمبر گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے تھے۔" [۱]

اس اقتباس میں رسولان ملائکہ کے سردار بارگاہِ الٰہی کے سب سے مقرب فرشتے سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے وجود کریم سے صاف اور واضح انکار موجود ہے جو قرآن حکیم کی بہت سی آیاتِ کریمہ اور بے شمار احادیث مبارکہ کا کھلا انکار ہے۔ تفصیل کیلئے کتب عقائد سے رجوع کریں۔

نیز منقولہ عبارت میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی سے صاف انکار ہے اور جو کیفیات حضور پر دورانِ نزولِ وحی طاری ہوتی تھیں انہیں مجنونانہ کیفیت اور رسول کو مجنون سے تشبیہ دینے کی کھلی توہین موجود ہے۔ نزولِ وحی کے ثبوت پر

---

[۱] تفسیر القرآن ۲۹/۱ ۔

پورے مذہب اسلام کا مدار ہے۔ اگر ایسی بنیادی بنیادی چیزوں کا انکار کیا جائے پھر تو اسلام کو خدا حافظ ہی کہنا پڑے گا۔

فرشتوں کے متعلق سرسید کا عقیدہ

جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا بلکہ خدا کی بے پناہ قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہے جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی صلابت، پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو برق کی قوت جذب و دفع غرضیکہ تمام قویٰ جن سے مخلوقات موجود ہوتی ہے۔ اور جو مخلوقات میں ہیں وہی ملک و ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔" [۱]

اس عبارت میں فرشتہ ایک ایسی صفت ملکیہ کا نام قرار دے دیا گیا ہے جو انسانوں اور دوسری مخلوقات کے اندر موجود ہوتی ہیں۔ جبکہ اسلامی عقیدہ یہ ہے۔ "کہ فرشتوں کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اس کے سوا کچھ نہیں یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔" [۲]

اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ مذکورہ بالا عبارت قرآنی مسلمات کے خلاف ہے یا نہیں؟

جنّت اور دوزخ سرسید کی نظر میں

دوزخ میں سانپ بچھو اور زنجیریں اور تھوہڑ کے درخت ہیں نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجے پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے اور نہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ ہیں نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں نہ حوریں ہیں نہ غلماں ہیں نہ جنت کا وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی

---

[۱] تفسیر القرآن ۱/۴۹۔ [۲] بہارِ شریعت ۱/۲۴۔

راحت کا اعلیٰ درجے پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے۔" [۱]

جنت و دوزخ کا وجود، ان کا تصور، ان کی حقیقت جو مسلمان کے بچے بچے کی زبان پر جاری ہے وہی ہے جس کا تذکرہ قرآن و حدیث میں موجود ہے اور جن کی صفات سے قرآن حکیم اور احادیث کے ذخائر لبریز ہیں، ان کا انکار کرنا اسلام کی بنیادوں کو زمین بوس کرنا ہے کہ جب یہ تصور ہی توہمات ٹھہرے تو پھر بھلا کون احکام الٰہیہ کی تعمیل کرے۔ نواہی سے بچے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرے۔ گویا ان کے انکار سے سارا مذہب اسلام ایک خیالی تصویر ہو کر رہ گیا۔ حالانکہ آخرت اور معاد کے تصور پر قرآن حکیم کے اندر جتنا زور موجود ہے اتنا توحید و رسالت کے بعد اور کسی چیز پر نہیں۔ فالی اللہ المشتکی

سرسید کی اسی قسم کی وہ بے شمار دخل اندازیاں تھیں جن کی وجہ سے علماء نے ان کی تردید کی اور انھیں وجوہات کی بنا پر بگاڑ پیدا ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عقل کے محدود پیمانہ میں ساری دنیا کو ناپنے کا انجام خطرناک ہی ثابت ہوتا ہے۔ اگر ساری چیزیں سر کی آنکھوں سے مشاہدہ میں آجائے یا مرغ خیال کی وہاں تک رسائی ہو جائے تو پھر یومنون بالغیب کا مطلب کیا ہوگا؟ — اس کے لئے ضروری ہے کہ کچھ ایسی چیزیں بھی رہنی چاہیئے جو ہماری دسترس سے باہر ہوں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سرسید ٹھوکر کھا گئے جو چیزیں ان کی عقل میں نہیں آسکیں ان کا انھوں نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے ان کی شخصیت اہلِ اسلام کے نزدیک ساقط الاعتبار ہو گئی۔

---

[۱] تجانب اھل السنہ ص۲۴۔

خاکسار تحریک

چند جوشیلے نوجوانوں کی ایسی تحریک جو اسلامی نظریہ تبلیغ اور روحِ اسلام کے سراسر منافی ہے۔

بانی جماعت کا تعارف

غیر مقلد عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری کی زبانی۔

"اس کے بانی مسٹر عنایت اللہ مشرقی کہلاتے ہیں یہ صاحب امرتسر کی پیدائش اور امرتسر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد بٹالہ کے زرگر خاندان میں پیدا ہوئے۔ غریبی کی حالت میں امرتسر آگئے حاجی نظام الدین مرحوم جو ہمارے استاد مولینا احمد اللہ مرحوم کے خسر اور خاں محمد شاہ رئیس امرتسر کے خلیرے بھائی تھے انھوں نے اس کی پرورش اور تربیت کی اور تعلیم دلوائی۔ تعلیم کے بعد انھوں نے سرکاری ملازمت اختیار کی کلرک آف دی کورٹ کے منصب تک پہنچکر پنشن یاب ہوگئے۔ آپ کا نام منشی عطا محمد صاحب تھا۔ آپ عقیدۂ سرسید احمد خاں کے معتقد تھے۔ اس بنا پر انھوں نے مرزا قادیانی کو خط لکھا کہ اپنی مسیحیت کا ثبوت قرآن مجید سے پیش کرو۔ اسی کے جواب میں مرزا صاحب نے "شہادۃ القرآن" لکھی تھی۔ مرحوم مجھ سے بھی مراسم الفت رکھتے تھے آپ کے صاحبزادہ عنایت اللہ خاں مشرقی بعد تعلیم انگلستان سے واپس آئے "خاکسار تحریک" کے بانی ہوئے۔ چونکہ ہندوستان انگلستان کے لحاظ سے مشرق کی طرف ہے اس لئے آپ نے اپنا لقب "علامہ مشرقی" رکھا، جن کو ہماری اصطلاح میں لیڈر مشرقی کہا جاتا ہے۔

لیڈر مشرقی نے عسکری تحریک اٹھائی یعنی یہ دعویٰ کیا کہ میں مسلمانوں کو فوجی تربیت دے کر فوجی نظام میں لانا چاہتا ہوں۔ فوجی نظام کوئی ایسی

مکروہ تحریک نہ تھی کہ کوئی اس کی مخالفت کرتا، اس لئے شروع شروع میں بہت سے نوجوان لڑکے اس میں شریک ہوگئے اور بازاروں میں فوجی گشت کرتے نظر آنے لگے۔ بہت سے شہروں میں ان کے جلسے ہوئے جن کا نام وہ اپنی اصطلاح میں "کیمپ" رکھتے تھے، اس تھوڑی سی کامیابی سے مشرقی لیڈر کے دماغ میں کچھ تغیر پیدا ہوا تو انھوں نے علماء اسلام کے عقائد میں تصرف کرنا اور ان میں برے الفاظ میں دخل دینا شروع کردیا۔ علماء کی مذمت میں کئی رسالے لکھے جن میں ایک کا نام "مولوی کا مذہب" ہے۔ بازاروں میں ان رسائل کا بیچنے والا پکارتا "مولوی کا مذہب قیمت ایک پیسہ" جب یہاں تک نوبت پہنچی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ علماء اسلام میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا چنانچہ چاروں طرف سے علماء اسلام ہتھیار سنبھال کر کھڑے ہوگئے۔ ان کے خلاف پے در پے تحریریں نکلنی شروع ہوگئیں صورت حال یہ ہوگئی گویا یہ شعر ان پر صادق آیا۔

سودا نہ نکل گھر سے کہ ہیں ڈھونڈتے تجھے
لڑکے پھرے ہیں پتھروں سے دامن بھرے [1]

لیڈر مشرقی کے عقائد

عنایت اللہ مشرقی نے لکھا ہے

"اسلام کو محمد سے بحث نہ تھی اس کو اس جسمِ اطہر سے غرض نہ تھی جو مٹی میں مل کر مٹی ہونے والا تھا" [2]

اس عبارت میں اس نے بیک جنبش قلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کو مذہب اسلام سے خارج کردیا۔ فیا للعجب

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھی دھڑکنیں
جب بولنے لگے تو ہمیں پر برس پڑے

---

[1] خطاب بہ مودودی ص ۵۴-۵۲۔ [2] تذکرہ اردو دیباچہ ص ۲۵۔

مسٹر مشرقی کا خیال ہے کہ

" عقیدہ اور رسمیں کچھ شئی نہیں۔ عیسائی اور سوسائیٹی کرشنوی اور محمدی بننا کچھ شئی نہیں۔ یہ بھی ایک بت پرستی ہے۔ ؎۱

مسٹر مشرقی کا خیال ہے کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کوئی چیز نہیں بس جو کچھ ہے وہ جہاد ہے۔ طاقت کے بل بوتے اسلام کو پھیلانا اس کا منشور حیات ہے مگر اہلِ نظر پر مخفی نہیں کہ یہ سراسر فریب اور دھوکہ ہے۔ اسلام کے مسلمات کا مذاق اڑا کر مسلمانی کا دعویٰ، بھلا اس کی بھی کوئی حقیقت ہو سکتی ہے؟

نکلا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اور سنئے مسٹر مشرقی کا خیال یہ بھی ہے کہ

" اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے رہنا ہے یہی عبادتِ خدا ہے۔ صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ کو رسمًا یا عادۃً یا تعظیمًا ادا کر لینا یا کلمۂ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعًا کوئی عبادت نہیں"

" اگر کوئی فرد یا قوم اپنے اعمال میں خدا کے احکام پر چل رہی ہے اس کے قانون کی عملاً مطیع ہے لیکن رسمًا یا رواجًا کسی بت یا پتھر کسی شمس و قمر کے آگے ماتھا ٹیک رہی ہے تو وہ درحقیقت خدا کی عبادت ہے۔" ؎۲

بالفرض اگر مسٹر مشرقی کا خیال درست مان لیا جائے تو مسلم وکافر کے درمیان فرق کرنا دشوار ہو جائے گا۔ کفر وایمان کے درمیان تفریق مشکل ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسلم وکافر کے درمیان جس طرح سے اعتقادًا وعقیدۃً فرق ہے۔ یونہی عملاً بھی دونوں کی قومی و مذہبی پہچان علیحدہ علیحدہ ہے۔ نیز اسلام کی اپنی ایک حقیقت

؎۱ تذکرہ اردو دیباچہ ص۱۱ ۔ ؎۲ ایضًا ص۹۸۔

اور اس کی ایک الگ پہچان ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی بود وباش اور طرز زندگی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، بلکہ آپ نے تو یہاں تک فرمایا ہے من تشبہ بقوم فھو منھم جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے اور علماء اسلام فرماتے ہیں۔

" وہ باتیں جو کفر کی نشانی ہیں جب ان کو کرے گا کافر سمجھا جائے گا جیسے جنیو ڈالنا، چٹیا رکھنا، صلیب لٹکانا۔ ؎۱

علماء اسلام کے اس فرمان کی موجودگی میں مسٹر مشرقی کی بات کہاں تک قابلِ قبول ہو سکتی ہے اس کا فیصلہ کوئی مشکل نہیں۔

اہل یورپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے مشرقی لکھتا ہے۔

والمغربیون کلھم قد علموا صلوٰتھم وخطفوا الارض من فوقھا ومن تحتھا واتخذوا بیوتا من سھلھا وسخرھا وبنوا مساکن ومراکب فی برھا وبحرھا یسبحوا اللہ ویحمدہ ھم الذین ھدوا الی الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین،

پورے یورپ کے لوگ اپنی اپنی نماز کو معلوم کر چکے ہیں اور زمین کو اس کے اوپر سے اور اس کے نیچے سے انھوں نے اچک لیا ہے اور اس کے نرم وسخت حصے میں انھوں نے مکانات بنائے ہیں اور زمین کی خشکی وتری میں کوٹھیاں اور جہاز بنائے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی حمد وتسبیح کریں اور وہی وہ لوگ ہیں جن کو سیدھے راستہ کی ہدایت فرمائی گئی ان لوگوں کے راستہ کی جن پر اللہ کا انعام ہے ان یورپ والوں پر نہ تو غضب ہے نہ وہ گمراہ ہیں۔

⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂

مغرب پرستی اور آوارہ ذہنیت کی ایسی مثال شاید ہی کہیں دیکھنے کو ملے مگر اس کے باوجود بھی دعویٰ یہی ہے کہ اسلام کے علمبردار ہم ہی ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں فیصلہ آپ کے ہاتھوں ہے۔ ؏ ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھاتے ہیں۔

؎۱ قانونِ شریعت ۱/۲۹

چکڑالوی فرقہ

خود اپنے ہی چہروں کو ذرا غور سے دیکھیں
درپن جو مجھے آج دکھانے میں لگے ہیں

بانی اور ابتدا چکڑالوی فرقہ کا بانی عبداللہ نامی ایک شخص ہے جس کا مولد و مسکن حالیہ پاکستان ہے اس کا دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کی نجات و ہدایت کے لئے صرف اور صرف قرآن ہی کافی ہے "حدیث" وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ خود کو "اہل قرآن"، کہتے ہیں۔

حکیم نجم الغنی رامپوری لکھتے ہیں۔

"فرقہ اہل قرآن کا مذہب جو کہ چند سال سے مسلمانوں میں ایک نیا مذہب جاری ہوگیا اس میں اکثر لوگ پنجاب و صوبۂ سرحدی و ہندوستان وغیرہ کے شامل ہوچکے ہیں اس جدید مذہب کی بنیاد مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے ڈالی ہے۔ اس لئے عام لوگ اس مذہب والوں کو بھی چکڑالوی کہتے ہیں ــــ یہ گروہ ابھی اسلام کے مقتدر فرقوں میں شمار کئے جانے کے لائق نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ معدودے چند پیرو کار ہیں۔ جن میں سے اکثر ناخواندہ ہیں .... لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کے اکثر عقائد تمام فرقہائے سابقہ اور موجودہ سے مختلف ہونے کے باعث بہت عجیب ہیں .... ان کے نزدیک مسلمانوں کی موجودہ نماز اور اس کے کلمات و تسبیحات کا پڑھنا کفر ہے اسی لئے انھوں نے اپنے گروہ کے لئے ایک نئی نماز بنائی ہے جو دیگر اہلِ اسلام کی نماز سے بالکل مختلف ہے جو بات بالفظ قرآن شریف میں صاف

مذکور نہیں، ان کے نزدیک وہ لغو اور ناقابل عمل ہے۔ خواہ معتبر احادیث، تواریخ یا تواتر سے اس کا ثبوت کامل موجود ہو ـ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی یا رسول سے افضل نہیں بلکہ انبیاء سب برابر ہیں۔ انبیا کے نام کے ساتھ علیہ السلام کی جگہ سلام علیہ کہتے ہیں اور السلام علیک کی جگہ سلام علیک کہتے ہیں۔ گروہ اہل قرآن نے ارادہ کیا ہے کہ جس ذبیحہ پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھی جائے اسے نہ کھائیں اعتراض یہ ہے کہ یہ تکبیر قرآن میں کہیں نہیں پائی جاتی اور علاوہ اس کے بسم اللہ بھی پوری نہیں غرض قرآن کی اور آیت پڑھی جائے اس لئے کئی چکڑالویوں نے ذبیحہ کھانا چھوڑ دیا ہے۔"[1]

حضرت پیر کرم شاہ ازہری اس فرقہ کے پس منظر اور بنیادی فکری عوامل کی نشاندہی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"انگریزی استعمار نے مرزائے قادیانی کی جھوٹی نبوت کی تخلیق کی اور پھر اپنے جبروت و استبداد کی پناہ میں اس کی تربیت و پرورش کرکے ملّت کی وحدت پر جو ضرب کاری لگائی اس کا زخم ابھی مندمل ہونے نہیں پایا کہ اب ایک اور فتنہ پر پرزے نکال رہا ہے اور یہ ہے فتنہ "انکار سنتِ نبوی"۔

منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی وہ تفسیر جو اس ذاتِ اقدس و اطہر نے کی جس کے قلب منیر پر اس کا نزول ہوا وہ فرسودہ ہوچکی ہے اس لئے ناقابلِ عمل ہے انھیں کتاب اللہ کو سمجھنے کے لئے تلمیذ رحمان اور انسانیت کے معلم اعظم کے حضور میں زانوئے ادب تہہ کرنے میں خجالت محسوس ہوتی ہے۔

وہ نور تاباں، وہ قطروں کو تابش، آفتاب اور ذروں کو تابانی مہر

---

[1] مذاہب الاسلام ص ۶۷۹-۸۰

بخشنے والا انور، وہ بالا و پست کون و مکاں کو قبائے ضیا مرحمت
فرمانے والا انور، جس کے متعلق اس کے خالق نے فرمایا قد جاءکم
من اللہ نور و کتاب مبین۔ بے شک آیا ہے تمہارے پاس اللہ
کی طرف سے نور اور واضح کتاب۔ وہ نور اب ان کی نظروں میں
پرانا ہو چکا ہے اس لئے اب وہ عقل کے ٹمٹماتے ہوئے دیئے
سے اکتساب تنویر کریں گے۔ وہ دیا جس کی لپٹوں میں ایٹم بم کی ویرانیاں
اور ہائیڈروجن بم کی بربادیاں سمٹی ہوئی ہیں ....

.... اس خطرناک مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہ چند مخصوص
ہتھیاروں سے کام لے رہے ہیں جن کے لئے استعمال کے طریقوں
میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن جن کی نوعیت نہیں بدلتی۔ جن کی
تفصیل تو بتوفیقہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی یہاں صرف
ان کا طائرانہ جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ قارئین حضرات ان نکات کو ہمیشہ
زیرِ نظر رکھیں۔

(۱) وہ اس خیال کو دلوں میں جاگزیں کر دینا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم
اور سنت نبوی دو متضاد چیزیں ہیں۔ ان میں باہمی بہت تباین اور
اختلاف ہے ایک پر عمل کرنے سے دوسرے پر عمل نہیں ہوسکتا اس
لئے بجائے اس کے کہ قرآن کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا جائے یہ ضروری ہے
کہ حدیث کو متروک قرار دے کر قرآن پر عمل کیا جائے۔

(۲) وضعی قوانین جو انسان کی محدود اور اپنے مخصوص ماحول سے متاثر
عقل کی پیداوار ہوتے ہیں انھیں استقرار اور دوام نصیب نہیں ہوتا اور
وہ ہر لحظ بدلتے رہتے ہیں اس نظریہ کو جو انسان کے وضع کردہ قانون کی
جوہری صفت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر چسپاں
کیا جاتا ہے اور یہ ثابت کرنے کے لئے وہ اپنا انتہائی زور صرف کر رہے

ہیں کہ تشریعی قوانین میں نبوت و رسالت کا وہی مقام ہے جو کسی ملک کی
مجلس قانون ساز کا ہوتا ہے اور نبی و رسول کی وہی حیثیت ہے جو مجلس
قانون ساز کے کسی رکن یا زیادہ سے زیادہ کسی سلطنت کے حاکم اعلیٰ
کی ہوتی ہے اس لئے نبی کے اقوال بھی صرف ایک خاص زمانہ کے لئے
مفید ہیں۔ اس کے بعد ان کا ترک کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

(۳) ایک زمانہ میں وضع حدیث کی جو وبا پھوٹی تھی اور جس کو اولوالعزم علماء
کی مسلسل و پیہم کوششوں نے ابدی نیند سلا دیا تھا۔ اس کچلی ہوئی مردہ
تحریک کو حد قرار دے کر احادیث نبوی کے تمام ذخیرے کو موضوع و ناقابلِ
اعتماد قرار دینے کی سعی کی جا رہی ہے۔

(۴) اسلام کے وہ علماء و فضلا جن پر علم و دانش نازاں ہیں جن کی جرأت و
بے باکی استغنا و بے نیازی پر انسانیت فخر کر رہی ہے جن کے اخلاص و
للّٰہیت کی قسم فرشتے کھا سکتے ہیں ان علماء پر یہ اتہام لگانے میں اپنا
زورِ بیان صرف کیا جا رہا ہے کہ وہ جاہل تھے۔ قرآن کریم میں تحریف
کیا کرتے تھے۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی
روایتیں منسوب کرتے تھے۔ انھوں نے قوم کے قوائے عملیہ و عقلیہ کو
جھوٹی حدیثیں سنا سنا کر مفلوج کر دیا تھا۔

اس طرح سے وہ اپنی قوم کو اس کی درخشاں و تاباں ماضی سے مایوس۔
بلکہ متنفر کرنے کے بعد ان کے سامنے اپنی قرآن فہمی، خوفِ خدا، حبِ
رسول اور دردِ ملت کی بے تابیوں کا ڈھنڈورہ پیٹ کر اپنی طرف متوجہ
کرتے ہیں۔

یہ ہیں ان کے وہ چار ستون جن پر ان کے استدلال کی عمارت قائم ہے
یہ ہے ان کا مرکزی نقطۂ فکر جس کے گرد ان کی جدلی منطق گردش کرتی ہے" [۱]

۱؎ سنت خیر الانام ص ۲۳ تا ۲۶ ملخصاً۔

اس تعلق سے اہل قرآن چاہے جتنی چیخ و پکار کر لیں مگر حقیقت یہ ہے کہ صرف قرآن پر عمل کا دعوی کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی یہ سازش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ قلب مومن کو اس امر کا پختہ یقین ہے کہ قرآن پر عمل اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ حدیث سے روشنی حاصل نہ کی جائے۔ مثلاً قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم ہے مگر اس کی تعداد یا طریقہ نہیں۔ زکوٰۃ کا حکم ہے مگر اس کی میعاد و مقدار نہیں وغیرہ وغیرہ اس قسم کی صدہا مثالیں ہیں۔ مختصر یہ کہ قرآن ایک مقفل خزانہ ہے حدیث اس کی چابی ہے۔ قرآن اجمال ہے حدیث اس کی تفسیر ہے۔ قرآن مینارۂ نور ہے، حدیث اس تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ قرآن چشمۂ حق و صداقت ہے حدیث اس کی معرفت کا کلیدی عنصر ہے۔ حدیث کو چھوڑ کر قرآن پر عمل ممکن ہی نہیں اور نہ ہی قرآن کو ترک کر کے حدیث پر عمل پیرا ہونا کافی ہے۔ نجات اخروی کے لئے دونوں پر صدق دل سے ایمان و عمل ضروری ہے۔ جیسا کہ خود قرآن کا فرمان ہے۔

مَن يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه - جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے خدا کا حکم مانا۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰه فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰه اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

⁂ ⁂ ⁂

علامہ قمر الدین سیالوی "سنت خیر الانام" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

منکرین سنت کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن کریم کی اتباع کریں گے اور ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی پیروی کی ضرورت نہیں ان پر مدت دراز بیت چکی ہے۔ ماحول بدل گیا۔ معاشرہ کی ضروریات میں جوہری تبدیلیاں وقوع پذیر ہو گئیں اور اب وہ اقوال و افعال اس قابل نہیں رہے کہ ان پر عمل کیا جا سکے۔ مجھے اپنی حیات مستعار کی قسم کتنی لغو ہے یہ بات! وہ سنت نبوی کو ترک کر کے قرآن پر کیسے عمل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ تا قیامت اتباع سنت نبوی کا حکم قرآن حکیم کی بے شمار

واضح ترین آیات میں ہے جن کی کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور نافرمانی کی جسارت کرنے والوں کو دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

کیا وہ قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق تو نہیں؟

اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذَالِكَ مِنْكُمْ وَالْاَخْزىٰ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّونَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ جو تم میں ایسا کرے اس کی سزا اس کے بغیر کیا ہے کہ اسے دنیا ہی میں رسوا کیا جائے اور قیامت کے روز تو انھیں سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور جو کارستانیاں تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر نہیں۔

⁂ ⁂ ⁂

اس قسم کی بات جب اپنے عہد کے نادر روزگار فاضل مطرف بن عبداللہ سے کہی گئی کہ ہمیں قرآن کے بغیر اور کچھ مت سناؤ تو آپ نے فرمایا! بخدا ہم کسی چیز کے لئے ہرگز قرآن چھوڑنا نہیں چاہتے لیکن ہم قرآن سمجھنے میں ایک ہستی کا سہارا لینے پر مجبور ہیں جو قرآن کے اسرار و رموز کو ہم سے زیادہ سمجھتی ہے (ذات قدس صفات رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام)

الموافقات للامام الشاطبی ۴/۲۶۔

سبحان اللہ کتنا عمدہ اور دندان شکن ہے یہ جواب [۱]

حضرت پیر کرم شاہ علیہ الرحمہ نے اپنی گرانمایہ تصنیف "سنت خیر الانام" میں اس فرقہ کے فتنۂ انکار حدیث اور اس کے دلائل کا نہایت سنجیدہ اور عملی جائزہ لیا ہے۔ تفصیلی معلومات کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس مفید ہے۔ عصری اسلوب نگارش میں اسلامی اور عقلی ٹھوس اور مثبت دلائل کی روشنی میں حدیث پاک کی حجیت کے جلوے سطر سطر

---

[۱] سنت خیر الانام ص۱۰-۱۱

میں سموئے ہوئے ہیں۔ یہاں صرف چند دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

تیسری دلیل۔

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء پارہ چہارم میں ارشاد فرماتا ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ آیۃ ۱۳

یہ اللہ تعالیٰ کی حد ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اللہ اسے باغات میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے

یہ دنیا دار العمل ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوقات کو پھر زندہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال نیک و بد کا محاسبہ ہوگا۔ اطاعت کیش اور پاکباز جنت کی ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور سرکشوں اور متکبروں کو دوزخ کا ایندھن بنایا جائے گا۔ اس جہاں میں ہمارا مقصد زلیست، شوکت وسطوت، جاہ ومنصب اور عیش و نشاط کے حصول تک محدود نہیں گو ہم ان سے دست کش ہونا بھی کفرانِ نعمت سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقاب ہمت اس عالم آب و گل کے کہستانوں میں آشیانہ نہیں بناتا اس کا نشیمن تو فردوس اعلیٰ کی سب سے اونچی چوٹی ہے۔

ہماری حقیقی کامیابی یہی ہے کہ ہم قیامت کے روز بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہوں اور اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور یہی سب سے بڑی کامیابی کی علتِ تامہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے سرمدی انعامات کے مستحق صرف وہی خوش نصیب ہیں جنہوں نے فرمان مصطفوی کو دل وجان سے تسلیم کیا۔ [1]

---

[1] سنت خیر الانام ص ۳۹-۳۸

دوسری جگہ خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کے سردار یار غار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ایک خوبصورت استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ عام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے یہاں تک تصریح فرمادی۔

اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم۔ [1]

جب تک میں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا رہوں تم بھی میری اطاعت کرتے رہو اور جب میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کریم کی نافرمانی کرنے لگوں تو اس وقت تم میری اطاعت کے پابند نہیں ہو۔

اس سے بیّن اور روشن دلیل اور کیا ہوگی؟ حضرت صدیق جن کی خاک راہ سے دامن اقبال پھولوں سے بھر جاتا ہے اور خواب میں جن کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد حکیم الامت علیہ الرحمہ باایں الفاظ خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

گفتمش اے خاصۂ خاصانِ عشق   عشق تو سر مطلع دیوان عشق

پختہ از دستت اساس کار ما   چارۂ فرمائیے آزار ما

وہ تو خلیفۃ المسلمین ہونے کے بعد اپنی اطاعت کو اطاعتِ رسول سے مشروط کرتے ہیں ان سے بہتر اور کون ہے جس کے لئے ہم اپنے نبی پاک کی سنت کو ترک کر کے اس کے احکام کی پابندی کریں۔ اور اسے ہی قرآن فہمی کا تقاضہ سمجھیں۔ کیا یہ حضرات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ قرآن کو سمجھنے کے مدعی ہیں۔

یقیناً معمولی توجہ ہی سے اس فرقہ کی اصلیت اور حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ نیز یہ بھی کہ اس کا راستہ کونسا ہے اور منزل کہاں ہے؟

---

[1] تاریخ ابن الاثیر ۲/۱۶۰

اہلِ سُنّت وجماعت

اہلِ سُنّت کا تعارف

اہل سنت وجماعت کی آسان تعریف یہ ہے کہ جو صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور بزرگانِ دین کے نقش قدم پر ہو۔ یعنی جو خدا ورسول کے جملہ احکام پر ایمان رکھتا ہو ضروریات دین کا انکار نہ کرتا ہو۔ قرآن وحدیث کی ایسی تاویل نہ کرتا ہو جو صحابہ وتابعین کے خلاف ہو اور نہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کو برا کہتا ہو بلکہ بحکم قرآن وحدیث سب کا احترام کرتا ہو نہ تابعین کرام اور مجتہدین عظام سے بغض رکھتا ہو کہ ان کی بے پناہ مساعی جمیلہ کو اختلاف کا سبب بتائے اور اس دور میں ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید سے باہر نہ ہو۔ اسلاف اور بزرگان دین پر کیچڑ نہ اچھالتا ہو بلکہ ان کے مستحسنات کو اچھی نگاہ سے دیکھتا ہو اور نہ ان سے ایسی باتیں منسوب کرتا ہو جو صریح حکم خدا ورسول جل جلالہ وعم نوالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہو، نہ بدعات سیئہ کو حرز جاں بنائے ہوئے ہو علمائے کرام کا احترام اور دینی احکام کا پاس رکھتا ہو ــــ تو وہ سچے اور نجات یافتہ فرقہ اہل سنت وجماعت کی صف میں شامل ہے اور بحمدہ تعالیٰ اس فرقۂ ناجیہ کے افراد پورے عالم اسلام کے افراد میں اسی فیصد موجود ہیں۔

اہلسنت وجماعت کی تعریف کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے ایک ذہنی کشمکش کی طرف اشارہ کر دیا جائے تاکہ آنے والی گفتگو آسانی کے ساتھ ذہن کے گوشوں میں اپنی جگہ بنا سکے۔

اہلسنت پر افتراء

کچھ لوگوں کی طرف سے اہلسنت وجماعت پر بدعت نوازی کا الزام عام ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قبر پرستی وغیرہ کا بدترین بہتان بھی لیکن چونکہ یہ یا ان جیسے دوسرے الزامات کی تردید کی یہاں گنجائش نہیں اس لئے ان موضوعات پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کیجئے یا علماء اہلسنت سے ان چیزوں کی

حقیقت کے بارے میں دریافت کیجئے، حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔ عوام الناس کا کسی فعل قبیح میں مبتلا ہونا اور بات ہے اور شرعی نقطۂ نگاہ سے اس کا حکم کیا ہے یہ الگ چیز ہے۔ اگر عوام ہی کے عمل کو معیار بنا لیا جائے تو امان اٹھ جائے گا۔ وہ تو شراب بھی پیتے ہیں اور جوا بھی کھیلتے ہیں۔ بدکاری بھی کرتے ہیں اور حق تلفی بھی ظلم وستم بھی کرتے ہیں اور سود بھی کھاتے ہیں۔ نیز کثرت سے ناجائز کاروبار بھی کرتے ہیں۔ کیا اہلِ سنت ان سب برائیوں کے جواز کا عقیدہ رکھتے ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں اسی طرح سے بعض عوام یقیناً بدعت سیہ میں مبتلا رہتے ہیں اور ان میں سے بعض جاہل مزارات اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان پر جا کر اپنی پیشانیاں ٹیک دیتے ہیں اور بعض تو اپنی جہالت میں اتنے گزرے ہوئے ہوتے ہیں کہ لفظ سجدہ بھی بولنے میں نہیں چوکتے۔ ظاہر ہے کہ اگر سجدہ ہے بھی تو سجدۂ تعظیمی ہے جو یقیناً حرام ہے جس کا خود علماء اہلسنت وجماعت کو اعتراف ہے۔ اب ایسی صورت میں ان جاہلوں کے اس فعل حرام میں مبتلا ہونے سے سارے اہلسنت کو اس کے جواز وصحت کا معتقد ٹھہرانا کہاں تک درست ہوگا؟ عقل وانصاف کبھی اس فیصلہ کی تائید نہیں کر سکتے یہی حال مروجہ تعزیہ داری کا ہے اس فعل کو فعل حرام اور دیگر بدعاتِ سیہ کو بدعات سیہ اور ناجائز وحرام ہی کہا جاتا ہے اور کہا جائے گا۔ اس کی تفصیل وتحقیق کے لئے علماء اہلسنت کے فتاویٰ کے مجموعے اور شرعی احکام پر لکھی ہوئی کتابیں مطالعہ کی جائیں بالخصوص مجدد ملت الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔ آپ نے سجدۂ تعظیمی اور تعزیہ داری اور اس جیسی دوسری خرافات کے رد میں مستقل رسالے تحریر فرمائے ہیں۔

اس لئے ایسے جاہل عوام کے افعال کو دیکھ کر اس کا الزام علماء اہلسنت کے سر تھوپنا اور ان سے بدظن کرنا ان کے عقائد کو غلط ٹھہرانا کبھی بھی کارِ خیر کے دائرے میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

ہاں البتہ وہ مستحسنات جو امورِ خیر کی ترویج کے لئے عامۂ مسلمین میں رائج ہیں

یا وہ رسم و رواج جس کی ممانعت شرع میں وارد نہیں اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے انھیں خواہ مخواہ بدعات قبیحہ اور حرام و ناجائز کہنا ضرور حکم شرعی کی کھلی مخالفت اور استہزا ہے۔ حدیث شریف میں صاف ارشاد ہے۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کا
فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ اس کو ثواب ملے گا اور ان کا بھی جو اس پر عمل
مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنقصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئٌ کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور
وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً جو شخص کہ اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس
فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو کوئی اس پر
مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ [1] عمل کرے اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

(مطلب یہ کہ اسلام میں کارِ خیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور برے کام نکالنا گناہ کا موجب)

علماء اہلسنت کے نزدیک رسم و رواج کی حیثیت

اس سلسلے میں بنیادی طور پر یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ وہ رسم و رواج جو مشرکانہ اور کافرانہ ہیں علماء اہلسنت متفقہ طور سے اسے مشرکانہ یا کافرانہ کہتے ہیں اور جو محض جاہلانہ رسمیں ہیں جن میں غیر ضروری امور کو اتنی اہمیت دی جاتی ہے کہ فرائض و واجبات ترک ہو جائیں تو کوئی پرواہ نہیں مگر ان رسوم کو نہیں چھوڑ سکتے کہ معاشرہ میں ناک کٹ جائے گی۔ علماء اہلسنت ایسے قبیح رسوم کی پُر زور مذمت کرتے ہیں اور انھیں مذموم و مردود ہی قرار دیتے ہیں۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

"رسم کا اعتبار جب تک کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں رہتا ہے اگر رسم محمود ہے محمود ہے مذموم ہو مذموم ہے مباح ہو مباح ہے [2]۔

ہاں البتہ وہ امور جن کی حرمت قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو وہ اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہیں کہ فقہ کا مسلمہ قاعدہ کلیہ ہے الاصل فی الاشیاء الاباحۃ

---

[1] مشکوٰۃ باب العلم ص ۳۳۔ [2] فتاویٰ رضویہ ۲۲۹/۹

اشیاء میں اصل مباح ہونا ہے۔ مجدد ملت الشاہ احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں

"اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہرہ سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق ہو وہی مذموم و ممنوع ہے باقی سب چیزیں جائز و مباح ہوں گی خواہ ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو جو شخص جس فعل کو ناجائز و حرام و مکروہ کہے اس پر واجب ہے کہ اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے اور جائز و مباح کہنے والے کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے، جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و مستدرک حاکم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں
والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ حلال کیا۔ اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی
وما سکت عنہ فھو عفا کتاب میں حرام فرما دیا اور جس کا کچھ
عنہ۔ ذکر نہ فرمایا وہ اللہ کی طرف سے معاف ہے۔

یعنی اس فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔ مرقات میں فرماتے ہیں۔

فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔

شیخ (عبد الحق محدث دہلوی) شرح میں فرماتے ہیں۔

وایں دلیل است براں کہ در اشیاء اباحت است (اور اس پر دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں مباح ہونا ہے۔)

نصر کتاب الحجہ میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال اللہ عزوجل خلقکم واعلم بشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور وہ
بضعفکم فبعث الیکم رسولا من تمہاری ناتوانی جانتا تھا تو تم میں تمہیں میں

انفسکم وانزل علیکم کتابا وحد لکم فیہ حدودا وامرکم ان لا تعتدوھا وفرض فرائض وامرکم ان تبتغوھا وحرم حرمات ونہاکم ان تنتھوھا وترک اشیاء لم یدع عنہا نسیا فلا تکلفوھا وانما ترکوھا رحمة لکم۔

سے ایک رسول بھیجا اور تم پر ایک کتاب اتاری اور اس میں تمہارے لئے کچھ حدیں باندھیں اور تمہیں حکم دیا کہ ان سے نہ بڑھو اور کچھ فرض فرض کیا اور تمہیں حکم ہوا کہ ان کی پیروی کرو اور کچھ چیزیں حرام فرمائیں اور تمہیں ان کی بے حرمتی سے منع کیا اور کچھ چیزیں اس نے چھوڑ دیں کہ بھول کر نہ چھوڑیں ان میں تکلف نہ کرو اور اس نے تم پر رحمت ہی کے لئے انھیں چھوڑیں۔

امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی فرماتے ہیں۔

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمة والکراھیة الذین لا بد لھما من دلیل بل فی الاباحة التی ھی الاصل۔

یہ کچھ احتیاط نہیں کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا پر افترا کرو کہ حرمت وکراہیت کے لئے دلیل درکار ہے، بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے کہ اصل وہی ہے۔

مولینا علی قاری رسالہ " اقتداءً بالمخالف " میں فرماتے ہیں

من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلة ھو الصحة واما القول بالفساد والکراھة یستخرج الی حجة من الکتاب والسنة او اجماع الامة۔

یعنی بات یہ ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا یہ محتاج اس کا ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے۔ [1]

ہاں فرائض و واجبات اور سنن ومستحبات کو ترک کرکے صرف مباحات ہی کو ذریعۂ نجات سمجھ لینا یقیناً سخت غلطی اور بہت بڑی بھول ہے اسی طرح ان مستحبات ومستحسنات میں خرافات کی آمیزش کرلینا یقیناً مذموم ہے جیسے اعراس طیبہ جو نہایت اہم مقاصد کے سبب منعقد کئے

[1] فتاویٰ رضویہ ۱۲/۷۶-۷۵

جاتے ہیں ان میں میلہ ٹھیلہ، عورتوں کی بھیڑ بھاڑ، ناچ گانا وغیرہ کا ہونا، یا میلاد شریف وغیرہ میں تصویر کشی، ویڈیو سازی اور ریا ونمائش کو دخل دیدینا یقیناً سخت معیوب ہے اور اس کی مذمت اور ان سے بچنے کی تلقین علماء اہلسنت کرتے ہی رہتے ہیں لیکن ان خرافات کی آمیزش سے اصل شی پر کیا غبار آیا کچھ بھی تو نہیں۔

حضرت علامہ شامی بحث زیارتِ قبور کتاب الجنائز میں لکھتے ہیں

ولا تترک لما یحصل عندھا من منکرات ومفاسد کاختلاط الرجال بالنساء وغیرھا لان القربات لا تترک لمثل ذالک بل علی الانسان فعلھا وانکار البدع قلت ویؤیدہ ما مر من عدم ترک اتباع الجنازة وان کان معھا نساء نائحات۔

زیارت قبور اس لئے نہ چھوڑ دے کہ وہاں ناجائز کام ہوتے ہیں جیسے کہ عورت مرد کا خلط کیونکہ ان جیسی ناجائز باتوں سے مستحبات نہیں چھوڑے جاتے بلکہ انسان پر ضروری ہے کہ زیارت قبور کرے اور بدعت کو روکے اس کی تائید وہ گزشتہ مسئلہ کرتا ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑے اگرچہ اسکے ساتھ نوحہ کرنے والیاں ہوں۔

فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ میں بت تھے اور کوہ صفا ومروہ پر بھی بت تھے مگر بتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے نہ تو طواف چھوڑا اور نہ عمرہ جب اللہ نے قدرت دی تو بتوں کو مٹا دیا۔ آج بازاروں میں، ریل کے سفروں میں اور دنیاوی جلسوں میں عورتوں، مردوں کا اختلاط ہوتا ہے خود حاجیوں کے جہازوں میں بعض وقت طواف میں منیٰ ومزدلفہ میں اختلاط مردوزن ہوتا ہے مگر ان کی وجہ سے اصل شئی کو کوئی منع نہیں کرتا، دینی مدارس میں بھی اکثر وقت بداحتیاطیاں ہوجاتی ہیں مگر ان کی وجہ سے نفس مدرسہ حرام نہیں اسی طرح سے عرس ہے کہ عورتوں کا وہاں جانا حرام ہے ناچ رنگ حرام ہے لیکن اس کی وجہ سے اصل عرس کیوں حرام ہو بلکہ وہاں جاکر ان جیسی ناجائز رسموں کو روکو لوگوں کو سمجھاؤ۔ [1]

[1] جاء الحق صـ۳۱۲-۳۱۱

ان تمام حقائق کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ارباب فکر ونظر دیکھیں کہ حقائق کیا ہیں ؟ اور پریس وقلم کی بنیاد پر کس طرح سے ان پر فریب کاری کی تہیں جمادی گئی ہیں ۔ صرف سنی سنائی باتوں پر بھروسہ کر کے حقائق سے منہ موڑ لینا اچھی بات نہیں صرف افواہوں پر اعتماد کر کے کسی سے بدظن ہو جانا یا بدگمانی پیدا کرنا انصاف کے ساتھ زیادتی ہے اور وہ بھی عقائد وایمانیات کے باب میں جہاں ایک طرف جنت کے لہلہاتے گل وگلزار ہیں وہیں دوسری طرف جہنم کی خارزار وادیاں ۔ ایک طرف جنت کی روح پرور اور نشاط انگیز ہوائیں ہیں اور خوش ذائقے اور کیف آور میوے تو دوسری طرف جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے اور دہکتے ہوئے انگارے ! ایسے اہم مقام پر بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اسی فیصلہ پر آخرت کا فیصلہ منحصر ہے لہٰذا وسعتِ قلبی اور کشادہ ظرفی کے ساتھ حقائق کا سراغ لگانا چاہیے ۔

راہ خود بڑھ کے بتاتی ہے نشانِ منزل
چلنے والا بھی تو ہو کوئی گردش ایام کے ساتھ

مسلکِ اعلیٰحضرت

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان

ہندوستان میں اہلسنت کی نئی تعبیر مسلک اعلیٰ حضرت سے کچھ لوگ دانستہ چیں بہ جبیں ہوتے ہیں ۔ کچھ لوگ لاعلمی کے سبب حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہیں اور کچھ لوگ تو اس اصطلاح کا سہارا لیکر یہ تک کہتے نہیں چوکتے کہ امام اہل سنت اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خاں ایک نئے مکتب فکر کے بانی تھے اس لئے اس کی تشریح بھی ضروری اور مناسب معلوم ہوئی ۔

ماضی قریب میں اس وقت جبکہ ہندوستان کی سرزمین طاغوتی قوتوں کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی اور اس وقت جبکہ انگریزوں نے مسلمانوں کی بساط سیاست کے علاوہ سبز زار ایمان کو بھی بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کا عزم مصمم کر لیا تھا حتی کہ اس پر عمل پیرا بھی ہو گئے تھے جسکے لئے انھوں نے ابن الوقت علماء کا ایک جتھا اکٹھا کر رکھا تھا جو کبھی شان الوہیت میں دریدہ دہنی کر رہا تھا اور کبھی شانِ رسالت میں شبخون مارنے میں مصروف تھا مختصر یہ کہ خود غرض ، مطلب پرست ، ناعاقبت اندیش اور شکم پرور علماء کی سیہ کاریوں سے ایمان کا شمع فروزاں چراغ سحری کی طرح ٹمٹمانے لگا تھا ۔ ایسے رستا خیز اور پُرفتن دور میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی کی دھرتی پر احمد رضا کو پیدا فرمایا جنہوں نے صرف چودہ سال کی نوعمری میں مسند افتاء کو زینت بخش کر ارباب فکر ونظر اور اصحاب فضل وکمال کو محو حیرت کر دیا ۔

کسی بھی حق پرست کو اس حقیقت کے اعتراف میں ذرہ برابر تردد نہیں کرنا چاہئیے کہ آج اسلامیانِ ہندو پاک کے دلوں میں بالخصوص اور مسلمانانِ یورپ و ایشیا کے دلوں میں بالعموم ایمان وعقیدہ کی جو دولت گرانمایہ اور عشق رسول کا بیش بہا

سرمایہ نظر آرہا ہے وہ صدقہ ہے بریلی کے اسی بوریہ نشیں درویش کا جس نے بادِ مخالفت کی تیز و تند آندھیوں میں حق و صداقت کا چراغ جلائے رکھا۔

چہار سمت سے گھیرا ہے تیز آندھی نے
اور اک چراغ کی لو پھر بھی جلتی رہتی ہے

یہی وجہ ہے کہ آج اہلِ ایمان کے قافلہ سالاروں نے ان کی فکر و نظر اور دعوت و تبلیغ کو عقائد و افکار کا سچا محافظ تسلیم کر لیا ہے اور علم و ایقان کی روشنی میں اپنے حقیقت افروز قلبی تاثرات کو سپرد قرطاس کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دیا ہے۔

آئیے سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اصطلاح کیوں رائج ہوئی؟ پھر یہ دیکھیں گے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز نے کون سی فکر پیش کی؟

ہندوستان میں دیوبندیت کی اشاعت کے بعد سنی دیوبندی میں بظاہر کوئی امتیاز نہ رہا کیونکہ وہ بھی اپنے آپ کو سنی حنفی کہتے اور لکھتے تھے ان کے اندازِ عبادت میں شیعہ یا غیر مقلدوں کی طرح سنیوں سے کوئی فرق نہ تھا اس لئے عوام اہلِ سنت کے لئے یہ اصطلاح رائج ہوئی۔ تاکہ لوگ بیک نگاہ جان لیں کہ جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحقیقات کو بسر و چشم قبول کرتا ہو وہ حقیقی اور اصلی سنی ہے اور جو ان سے اصولی اختلاف رکھتا ہو وہ اگرچہ خود کو سنی کہے مگر وہ سنی نہیں۔

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں۔

لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر مقلدین زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں کیونکہ عام مسلمان ان کو پہچان نہیں سکتے۔ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام کی ایسی توہین کیں کہ کوئی کھلا ہوا مشرک بھی نہیں کر سکتا مگر پھر بھی مسلمانوں کے پیشوا بنتے ہیں اور اسلام کے اکیلے ٹھیکیدار۔ [1]

یوں ہی اور بھی دیگر فرق و مذاہب ہیں جنکے پیشوا کسی نہ کسی طرح شانِ رسالت

---

[1] جاء الحق ص ۵

میں تنقیص یا اسلام کی بنیادی باتوں میں کتر و بیونت کے شکار ہوئے مگر اس کے باوجود بھی دعویٰ مسلمانی زبان پر جاری رہا۔ اس ظاہری مشابہت کی بنا پر علماء اہلسنت نے ان کی فکری بے راہ روی اور مسلک حق سے گریز کی جانب زیادہ دھیان دیا اور خوب خوب واضح کر دیا لیکن عوام کے لئے ایسی شناخت جو آسان بھی ہو اور مختصر بھی۔ مسلک اعلیٰحضرت کے سوا کچھ نہیں اس لئے اسے فروغ حاصل ہوا اور متحدہ ہندوستان میں اہلِ حق کا امتیازی نشان ٹھہرا۔ اور ایسا ہوتا آیا ہے کہ حق کی بشدت تائید کی وجہ سے کسی فرد کی محبت و وابستگی کو نشان قرار دے دیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اعتزال، رافضیت اور خارجیت پھیلی تو آپ سے اہلِ سنت کی علامت پوچھی گئی۔ آپ نے اس کی آسان شناخت یہ بتائی تفضیل الشیخین وحب الختنین والمسح علی الخفین۔ یعنی سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سیدنا عثمان غنی اور سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہما سے افضل ماننا۔ یہ رافضیوں سے احتراز تھا کہ وہ فضیلت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے قائل تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دامادوں سیدنا عثمان ذوالنورین اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنا۔ یہ ناصبیوں، خارجیوں سے امتیاز تھا، کہ یہ دونوں ان حضرات سے بغض رکھنے میں مشہور تھے اور چمڑے کے موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا یہ معتزلہ سے ممتاز کرنا تھا کہ وہ مسح علی الخفین کو ناجائز کہتے تھے۔ دورِ اکبری میں "تحریک احیائے دین" اکبر کے "دینِ الٰہی" کے مقابلے میں دینِ حق کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ اسی طرح جب غیر مقلدین کا رواج ہوا تو ائمہ اربعہ سے وابستگی کو حقانیت کی علامت قرار دیا گیا۔ لہٰذا حنفی، شافعی، مالکی حنبلی ہونا سنی ہونے کی نشانی ٹھہری اور ان سے علیحدگی گمراہی کی علامت۔ مگر پھر جب حنفی اور شافعی کے نام کے ساتھ بھی گمراہیاں پھیلائی جانے لگیں اور حقانیت کا معیار عوامی نگاہ میں غبار آلود ہونے لگا تو دیگر مکاتب فکر

سے امتیاز کے لئے علمارِ اہلسنت نے عوام کے لئے آسان تعبیر "مسلک اعلیٰ حضرت" رکھی تاکہ عوام اسے پیش کر کے سمجھ جائے کہ کون سچے مذہب والا ہے اور کون باطل کا طرفدار و حمایتی۔

آل انڈیا سنّی کانفرنس ۱۹۴۶ء کے دستور میں سنّی کی جو تعریف لکھی گئی تھی وہ یہ تھی

"سنی وہ ہے جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفار راشدین مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علمار میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی حضرت ملک العلمار بحرالعلوم فرنگی محلی، حضرت مولٰینا فضل حق خیرآبادی حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی۔ حضرت مولٰینا مفتی ارشاد حسین رامپوری حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہو[۱]

یہ تعریف اس کانفرنس کے دستور اور رکنیت فارم میں درج تھی جس میں پانچ ہزار سے زائد علمار و مشائخ اہلِ سنت شریک تھے اور اس تنظیم سے لاکھوں افراد وابستہ تھے۔

مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا خاں نے نہ تو کسی نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی ہے اور نہ ہی نئے عقائد و نظریات کا اعلان کیا ہے، بلکہ انھوں نے اپنی خداداد صلاحیت اور ذہنی و فکری توانائی سے بزرگان دین، اولیار کاملین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، اصحاب سید المرسلین اور جناب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کو مدلّل و مبرہن طریقے سے پیش کیا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ دین میں جو کچھ ناجائز و باطل خیالات کی آمیزش کی جارہی تھی، انھوں نے دلائل و براہین کی روشنی میں ان کا قلع قمع کیا اور اپنے منصب تجدید کی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اسلام کے متصادم خیالات کے تار و پود بکھیر کر رکھدیا۔

---

[۱] ماہنامہ سنی آواز جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷ء صـ۵۱

الحمدُ للہ! امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کے افکار کی حقانیت کا پرچم بلند سے بلند ہوتا جارہا ہے اور اپنوں کے ساتھ ساتھ بیگانے بھی ان حقائق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے جارہے ہیں۔ مگر وہ جنکے دلوں میں کجی ہے۔

منزلِ خود آگہی کا قرب بڑھتا جائے ہے
ہوش کھوتا جائے ہے پردہ سا اٹھتا جائے ہے

اس مقام پر پہنچ کر جہان علم و فن کے چند مہر درخشاں کے حقائق افروز تاثرات پیش کئے جارہے ہیں جن سے اندازہ ہوجائے گا کہ علم و ادب اور فکر و سخن کی اس کساد بازاری میں "مسلکِ اعلیحضرت" ہی نجات اخروی کا ضامن ہے، صراط مستقیم پر گامزن رہنے کے لئے اسی کو اپنا لائحہ عمل اور دستورِ حیات بنانا ضروری ہے اس سے برگشتگی، نفرت و بیزاری اور بغض و عداوت درحقیقت اسلام سے برگشتگی اور نفرت و بیزاری ہے۔

بالیقیں احمد رضا پر خود رضا کو ناز ہے
اس صنم خانے میں وہ توحید کی آواز ہے

امام احمد رضا کے معاصر عظیم الشان عالم دین حافظ الحدیث طوطئ ہند علامہ مولانا مفتی محمد قادر بخش سہسرامی قدس سرہٗ (۱۲۷۳ھ ۔ ۱۳۳۷ھ) نے بھی عوام کی شناخت کے لئے سنیت کا آسان معیار اعلیٰحضرت قدس سرہ کو قرار دیا .....

حضرت ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

”مولانا مولوی قادر بخش صاحب سہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست واعظ تھے۔ ایک مرتبہ بسلسلہ وعظ موضع رجہت ضلع گیا تشریف لے گئے یہ بستی سادات کرام کی ہے اس بستی کے لوگ سجادہ نشینان سہسرام کے رشتہ دار ہیں۔ وعظ کے بعد کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو کسی نے پوچھا کہ مولانا سنّی اور وہابی کی کیا پہچان ہے؟ — ایسی بات بتائیے جس کو ہم لوگ بھی کر سکیں اور اس کے ذریعہ سنّی وہابی کو پہچان سکیں، کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ انھوں نے فرمایا ایسا آسان اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہوگا۔ آپ جب کسی کے بارے میں مشتبہ ہوں کہ سنی ہے یا وہابی بد مذہب؟ تو اس کے سامنے مولٰینا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجئے اور اس کے چہرے کو بغور دیکھئے۔ اگر چہرے پر بشاشت اور خوشی کے آثار دیکھئے تو یقین جانئے کہ سنی ہے اور اگر چہرہ پر پژمردگی اور کدورت دیکھئے تو سمجھئے کہ وہابی ہے اور اگر وہابی نہیں ہے جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔ اس زمانہ میں لَا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق

(اس سے محبت وہی رکھے گا جو مومن ہوگا اور بغض وہی رکھے گا جو منافق ہوگا) میں یہ ضمیریں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی طرف پھرتی ہیں۔ ۱؎

اسی طرح عالم عرب میں بھی ہندوستانیوں کے سنی ہونے نہ ہونے کا معیار اعلیٰحضرت کی ذات تھی۔ ایک جید اور متبحر عالم دین مولانا سیّد محمد علوی کے پاس جب ہندوستان کے کچھ سنی علماء حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے وابستگی کا تذکرہ کیا تو آپ سروقد کھڑے ہو گئے اور سب سے مسرت میں معانقہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا

نحنُ نعرفه بتصنیفاته و	ہم ان کو (اعلیٰحضرت قدس سرہ) ان کی
تالیفاته حبه علامة السنه	تصنیفات و تالیفات سے پہچانتے ہیں ان سے
وبغضه علامة البدعة	محبت اہل سنت کی علامت ہے، اور ان سے عداوت
⁂ ⁂ ⁂	بدعتی بدمذہب ہونے کی نشانی ہے ۲؎

شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی فرماتے ہیں۔

”مولانا احمد رضا خاں عالم اہلسنت کے فتوؤں پر عمل کرنا واجب ہے۔ کافروں کا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں“ ۳؎

صدر الافاضل علاّمہ نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں۔

”سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو سکتا ہو۔ اعلیٰحضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے مسلک پر ہو ۴؎

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رقمطراز ہیں

”اس میں شک نہیں کہ اعلیٰحضرت کا مسلک بالکل حق اور حق ان کے طریقے پر ہے وہی ٹھیک ہے۔ ۵؎

محدّث اعظم ہند کچھوچھوی کا قول ہے

۱؎ حیاتِ اعلیٰحضرت ص ۶۲۔ ۲؎ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۶۶۔ ۳؎ الصوارم الہندیہ ص ۱۴۵
۴؎ الفقیہ امرتسر ج ۲۸ / ۱۲ / تا ۱۹ / رمضان ۱۳۶۴ھ۔ ۵؎ فتاویٰ اہل السنہ ص ۲۳-۲۴۔

" اعلیحضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان وقلم نقطہ برابر بھی خطا کرے اس کو ناممکن فرمادیا۔ [۱]

سید العلماء سید آل مصطفےٰ برکاتی تحریر فرماتے ہیں۔

" خالص سنیت کی ترویج و اشاعت پر مسلک حضور سیدنا اعلیحضرت علامہ فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز جاری وساری ہے۔ [۲]

نیز سید العلماء کا قول نقل کرتے ہوئے سید حسنین میاں مارہروی فرماتے ہیں۔

" میرے والد ماجد سید العلماء سرکار آل مصطفےٰ سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے تھے کہ اس دور میں سنیت کی پرکھ کا معیار صرف اور صرف اعلیٰ حضرت ہیں [۳]

علامہ حشمت علی خاں لکھنوی فرماتے ہیں۔

" جو شرعی مسلک ہے وہی حضور اعلیحضرت کا مسلک ہے [۴]

شعیب الاولیاء حضرت یار علی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے صاحبزادہ مولانا صدیق صاحب کو اجازت وخلافت دیتے وقت تاکیداً فرمایا۔

" مسلک اعلیٰ حضرت پر خود چلیں اور اپنے مریدین کو اس پر پابندی کا درس دیں۔ [۵]

مولانا محمد بن عربی جزائری قدس سرہٗ بھی اعلیٰ حضرت کو معیار حق فرماتے تھے۔

حضرت مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" مولانا محمد بن العربی الجزائری مکہ مکرمہ کے اعلم العلماء ہیں اور حضرت مولانا سید علوی عباس اور اکثر علماء مکہ مکرمہ کے استاد ہیں...... میں نے ان کی خدمت میں ایک مرتبہ حدیث شریف کی قرأت بھی کی۔ میرے

---

[۱] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۴۸۔ [۲] فتاویٰ فیض الرسول ۱/۶۔ [۳] اظہار الحق الجلی ص ۴۔
[۴] فتاویٰ اہل السنہ ص ۳۷۔ [۵] فتاویٰ فیض الرسول ۱/۱۲

بارے میں چند مرتبہ حاضرین سے فرمایا کہ ھٰذا الرجل برکۃ المشائخ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے میں بارے میں ارشاد فرمایا۔ ہندوستان کا جب کوئی عالم ہم سے ملتا ہے تو اس سے مولانا شیخ احمد رضا خاں ہندی کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اگر اس نے تعریف کی تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ یہ سنی ہے اور اگر اس نے مذمت کی تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ شخص گمراہ اور بدعتی ہے ہمارے نزدیک یہی ایک کسوٹی ہے۔" [۱]

مبلغ یورپ والیشیا حضرت علامہ عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی کا قول نقل کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت مولانا شاہ احمد نورانی فرزند حضرت موصوف بیان فرماتے ہیں۔

" میرے والد گرامی مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی قادری رضوی کی ایک آخری نصیحت میرے پاس موجود ہے کہ " الحمد للہ! میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہلسنت وہی ہے جو مسلک اعلیحضرت ہے، اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے۔ الحمد للہ! اسی پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخری وقت اسی مسلک پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے۔ [۲]

ایک صاحب قلم علامہ مشتاق احمد نظامی کے جذبات کا اظہار کچھ اس انداز سے کرتے ہیں۔

" لیکن اسلام ان کے نزدیک وہی معتبر ہے جو بریلوی نقطۂ نگاہ رکھتا ہو اور جو صرف بریلوی مکتبۂ فکر کی آغوش میں پلتا ہے۔ چنانچہ افعال واعمال کے لئے بھی وہی پیمانے ان کے نزدیک معتبر ہیں جن پر بریلویت کی چھاپ ہو، فکر و نگاہ کے لئے وہی زاویئے قابل وثوق ہیں جن پر بریلی کی عینک چڑھی ہو ان کے نزدیک وہی سکہ رائج الوقت ہے جو بریلی اور صرف بریلی کی ٹکسال میں ڈھلتا ہے [۳]

---

[۱] معمولات الابرار بمعانی الآثار ص ۲۰۳-۲۰۵۔ [۲] ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت کراچی ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ۔ [۳] قہر آسمانی بر فتنۂ حقانی ص ۲۸

ممتاز الفقہا علامہ اختر رضا خاں ازہری فرماتے ہیں۔

"مسلک اعلیٰحضرت پر مضبوطی سے قائم رہنا ضروری ہے۔ [1]

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب رقمطراز ہیں۔

"مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اپنی کتابوں میں مذہب حق "اسلام" اور اہلسنّت وجماعت کو شرح و بسط کے ساتھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے اس پر دلائل و براہین قائم کئے ہیں، بد مذہبوں کا رد لکھا ہے اور وہ سب باتیں اسلاف کے عقائد کے مطابق ہیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک دنیا کے تمام اہلسنت وجماعت جس پر قائم ہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا عقیدہ ایک بھی ایسا نہیں جو مذہب اہلسنت وجماعت کے خلاف ہو۔" [2]

پروفیسر مسعود احمد نقشبندی تحریر فرماتے ہیں۔

"جہاں تک امام احمد رضا کے مذہبی افکار کا تعلق ہے وہ سنّی حنفی پکّے مسلمان تھے۔ ایمان میں کسی لچک کے قائل نہ تھے اسی لئے انھوں نے اپنے معاصرین کے اقوال و اعمال پر سخت تنقید کی اور کفر کے فتوے بھی لگائے۔ چنانچہ انکے مخالفین نے مشہور کر دیا کہ تکفیر مسلم امام احمد رضا کا محبوب مشغلہ تھا۔ لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ الحق ان کا مسلک تھا اور احیاء اسلام ان کا مقصد۔ [3]

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

...... امام احمد رضا کا مسلک یہ تھا کہ ہر وہ نئی بات جس کو شارع علیہ السلام نے منع نہ کیا ہو اور جس سے منشائے شریعت کو تقویت پہنچے جائز ہے۔ انھوں نے وہی مسلک اپنایا جو صدیوں سے جمہور کا مسلک رہا ہے۔ انھوں نے قرآن وحدیث و جمہور علماء کے اقوال سے مسلک حق

---

[1] سنی آواز ناگپور نومبر، دسمبر ۱۹۹۴ء ص ۱۱۶۔ [2] ماہنامہ اشرفیہ، دسمبر ۱۹۹۵ء۔ [3] تنقیدات و تعاقبات ص ۲۳

روشن کیا..... امام احمد رضا جن افکار و نظریات کے داعی تھے وہ وہی تھے جو تقریباً ایک صدی قبل حرمین شریفین اور سلطنت عثمانیہ کے افکار و نظریات تھے۔ [1]

مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب اپنے ایک طویل مقالہ "امام احمد رضا علماء عرب وعجم کی نظر میں" [2] کے اخیر میں خلاصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

...... ان تصدیقات و تقریظات اور حرمین طیبین میں مشاہیر علماء اسلام کی طرف سے فاضل بریلوی کی تحسین و آفریں، اعزاز و اکرام، اعتراف علم و فضل، مجددیت پر اتفاق اور خلاصۂ لیل و نہار قرار دینے کے بعد یہ بات خود بخود ذہن و دماغ اور قلب کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے کہ فاضل بریلوی اپنے زمانہ کے تمام علماء پر فائق، علماء عرب وعجم میں معظم و محترم اور ان کی بزم کے صدر نشیں علم و فضل کے بحر ذخار، موجودہ صدی کے مجدد۔ آیۃ من آیت اللہ اور پروردگار عالم کی نعمتوں میں سے ایک عظیم ترین نعمت تھے۔ آپنے گذشتہ صفحات میں اپنے ماتھے کی آنکھوں سے پڑھ لیا کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، یمن، شام، عراق، لبنان، مصر، الجزائر، طرابلس، افغانستان، داغستان، ترکستان اور غیر منقسم ہندوستان وغیرہ کے سیکڑوں مفسرین، محدثین، فقہاء، مشائخ اور مفتیانِ کرام نے فاضلِ بریلوی کو مجددِ دین و ملت محی السنہ، امام الائمہ، قاضی القضاۃ، عاشقِ رسول، آفتاب معرفت، اصولی زماں، متکلم دوراں، علّامۂ اجل، نادرِ دہر، یکتائے روزگار، خلاصۂ لیل و نہار، صاحب مناقب و مفاخر، شہنشاہِ محققین و مصنفین، علم و فضل کا وارث و امین، عقدہ کشائے مشکلات و مغلقات، فاضل متبحر اور حقائق و معارف کا بحر بیکراں وغیرہ وغیرہ کے

---

[1] رہبر و رہنما ص ۱۰۔ [2] یہی مقالہ مزید طوالت کے ساتھ "امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں" کے نام سے کتابی شکل میں چھپ چکا ہے۔ (مصنّف)

معزز خطاب سے نواز کر اپنی عقیدت واحترام کا وافر ثبوت فراہم کر دیا اور زمانہ پر روشن ہو گیا کہ اس آخری دور میں آپ کی وہ عظیم شخصیت ہے جس نے عہد آخر میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے کفر وطغیان اور تمرد وعصیاں کی بلند و بالا عمارتوں کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر سلیم الفطرت انسانوں کی آبادیوں میں عظمتِ حق اور شوکتِ اسلام کا پرچم لہرایا" ۔[۱]

مفتی غلام محمد خالصاحب "احکام مصطفوی" میں لکھتے ہیں ۔

" دنیائے سنیت نے اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تحقیقات وتدقیقات دینی و مذہبی ہدایات پر اعتماد، سٹرک چھاپ بے مایہ مدعیان علم وفن کی باتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے زمانہ کے معتمد ومستند ماہرینِ فن حدیث ورجال ماہر عقائد وکلام اور کثیر سادات علوم وفنون جو حرمین شریفین (مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ) اور دیگر ممالک اسلامیہ وملک ہند کے اصحاب علم وفن پر حکومت کر رہے تھے ان کے اعتماد ورجوع پر اعتماد کیا ہے ان کے استناد سے دلیل پکڑ لی ہے ان کی ہدایات حاصل کی ہے ان علماء اہلسنت پر بھروسہ کیا ہے جو اعلیٰحضرت امام بریلوی کی تعلیمات وتحقیقات وہدایات کو سمجھکر دنیائے سنیت کی صحیح اسلامی ہدایت کے لئے ان کے سامنے پیش کرتے رہے ۔[۲]

مشہور مورخ سلیمان ندوی صاحب "حیات شبلی" میں لکھتے ہیں ۔

" تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنہ کہتا رہا اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے " ۔[۳]

مولوی ثناء اللہ امرتسری اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

۱؎ المیزان امام احمد رضا نمبر ص۶۳ ۔ ۲؎ احکام مصطفوی شمولہ سنی آواز ناگپور جنوری فروری ۱۹۹۶ء ص۲۳ ۔ ۳؎ حیات شبلی ص۴۶

" امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ) وغیرہ کے مساوی ہے اسّی سال قبل سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی کہا جاتا ہے ۔[۱]

معروف تاریخ نویس جناب شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں ۔

" انھوں نے (امام احمد رضا نے) نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی ۔[۲]

غیر مقلد عالم مولٰینا کوثر نیازی پاکستانی لکھتے ہیں ۔

" بد قسمتی سے ہمارے یہاں اکثر لوگ انہیں بریلوی نامی ایک فرقہ کا بانی سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے صرف حنفی اور سلفی ہیں اور بس! ۔[۳]

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مجددی لکھتے ہیں

" امام احمد رضا عاشقوں کے سردار اور سواد اعظم اہلسنت کے علمبردار تھے جو کبھی پورے عالم اسلام پر چھایا ہوا تھا ۔[۴]

پروفیسر شوکت علی صدیقی پاکستانی کچھ اس انداز سے اظہار خیال کرتے ہیں ۔

" برصغیر کے تمام مسلمان جو اہلسنت کہلاتے ہیں امام احمد رضا خاں کے مسلک سے براہ راست تعلق نہ رکھنے کے باوجود اپنے رہن سہن طور طریق اور مذہبی عقائد کے اظہار میں شاہ احمد رضا کی تعلیمات کی تقلید یا اتباع کرتے نظر آتے ہیں ۔ ایسے لوگ تھوڑے بھی نہیں برصغیر کی نوے فیصد آبادی پر مشتمل ہیں ۔[۵]

کیا ان حقائق افروز خیالات کے ہوتے ہوئے بھی کوئی مسلک اعلیٰحضرت کی تعبیر سے اجنبیت اور سیدنا اعلیٰحضرت سے وحشت محسوس کرے گا، ہرگز نہیں!!!

۱؎ اندھیرے سے اجالے تک ص۱۳ ۔ ۲؎ موجِ کوثر ص۷ ۔ ۳؎ امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص۱۹
۴؎ محدّث بریلوی ص۲۲ ۔ ۵؎ جہانِ رضا ص۲۱۶ ۔

—— ہاں دل تنگ نظر اور نگاہ پر غبار کا علاج نہ پہلے کسی کے پاس تھا اور نہ اب کسی کے پاس ہے —— مزید تسلی کرنی ہو تو عقائدِ اہلسنت ہی کا جائزہ لے لیں جو اعلیٰحضرت کے افادات ہیں۔ کون سا عقیدہ ہے جو انھوں نے اہلسنت کے عقیدہ سے ہٹ کر ذکر کیا ہے۔ یا تصانیف رضا ہی کھنگال جائیں کہیں سرمو بھی عقائدِ اہلسنت سے انحراف نظر نہ آئے گا۔

لیجئے یہیں پر ”افکار رضا کا سرسری جائزہ“ ملاحظہ کیجئے۔ ان اتہامات کی حقیقت خود بخود آپ پر روشن ہو جائے گی۔

الفاظ و معانی کے گہر کیوں نہ ملیں گے
ذہنوں کو سمندر کی طرح پہلے کھنگالو!

امام احمد رضا قادری کے نظریات کا سرسری جائزہ

ایمانِ کامل

مجدد ملت علامہ احمد رضا خاں سے ”ایمان کامل“ کی تعریف پوچھی گئی۔ آپ نے تحریر فرمایا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جاننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے اور جو ان کا مقر (اقرار کرنے والا) ہے اسے مسلمان جانیں گے جبکہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے اور جس کے دل میں اللہ و رسول کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو اللہ اور رسول کے محبوبوں سے محبت رکھے اگرچہ دشمن ہوں اور اللہ و رسول کے مخالفوں بدگوؤں سے عداوت رکھے اگرچہ جگر کے ٹکڑے ہوں، جو کچھ دے اللہ کے لئے دے اور جو کچھ روکے اللہ کے لئے روکے اس کا ایمان کامل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ [1]

اس تحریر میں ایمان کامل کی چار نشانیاں بیان کی گئی ہیں جو قرآن و حدیث کا عطر مجموعہ ہیں

الف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت و صداقت پر سچے دل سے یقین رکھنا۔
ب: اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام محبتوں پر غالب جاننا۔
ج: اللہ و رسول کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے عداوت رکھنا۔
د: ہر کام رضائے الٰہی کے لئے کرنا۔

---

[1] الف احکام شریعت ص۱۰۱۔ ب فتاوی رضویہ ۱۱/۸۰

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مدارِ ایمان ہے

حضرت علامہ فرماتے ہیں۔
تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا (پ۲۶ آیت ۹)

اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو دیکھو! دین اسلام بھیجنے، قرآن مجید اتارنے کا مقصود ہی تمہارا مولیٰ تعالیٰ تین باتیں بتاتا ہے اول یہ کہ اللہ و رسول پر ایمان لائیں دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کریں سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں ــــ مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو اسلئے کہ بغیر ایمان تعظیم کارآمد نہیں، بہتیرے نصاریٰ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات کافران لئیم میں تصنیفیں کر چکے لکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے پھر جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادت الٰہی میں گزارے سب بے کار و مردود ہے بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر و عبادت الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت ہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر ازانجا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم نہیں کیا فائدہ اصلا قابل قبول بارگاہ الٰہی نہیں! اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے وَقَدِمۡنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰهُ هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا (پ۱۹) جو کچھ اعمال انھوں نے کئے ہم نے سب برباد کر دیئے۔ ایسوں ہی کو فرماتا ہے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصۡلٰى نَارًا حَامِيَةً (غاشیہ آیت۳) عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے۔ العیاذ باللہ۔

..... مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم مدار ایمان و مدار نجات و مدارِ قبول اعمال ہوئی یا نہیں کہو ہوئی اور ضرور ہوئی [۱]

اللہ تعالیٰ ہی مالک حقیقی ہے

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا کہ آیا بزرگان دین سے مدد طلب کرنا کیسا ہے؟ نیز یہ کہ اولیاء اللہ کو کچھ دینے اور مرادیں پوری کرنے کی صلاحیت و قدرت ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔

جواب جائز ہے جبکہ انھیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا اور بیشک سب مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔" [۲]

صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں۔

"وہ اللہ تعالیٰ سب کا مالک ہے جو چاہے کرے اس کے حکم میں کوئی دم نہیں مار سکتا۔" [۳]

نبی اور ولی کا مقام

مجدد ملت الشاہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔ "مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا، جو کسی غیر نبی کو نبی کے ہمسر مانے وہ بالاجماع کافر و مرتد ہے۔" [۴]

---

[۱] تمہید ایمان بآیات قرآن ص۳۔ [۲] احکام شریعت ۱/۱۶۔ [۳] کتاب العقائد ص۳۔ [۴] فتاویٰ رضویہ ۱۱/۶۵

صحابۂ کرام

مجدد ملت فرماتے ہیں۔

"اہلسنت کے عقیدہ میں تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرت (آپسی اختلافات یا نزع) میں خوض ممنوع۔ [1]

صحابۂ کرام میں سب سے افضل و اکمل و اعلیٰ و اقرب الی اللہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور ان کی افضلیت و ہدایت ترتیب خلافت میں یہ چاروں حضرات سب سے اعلیٰ درجے کے کامل و مکمل ہیں۔ [2]

صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

"بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی میں جن و انس و ملک سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو شخص مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صدیق یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے گمراہ بدمذہب ہے۔ [3]

اولیاء عظام

علامہ مفتی امجد علی صاحب فرماتے ہیں

"احکام شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو وہ سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ بعض جو یہ بک دیتے ہیں کہ شریعت راستہ ہے راستہ کی حاجت ان کو ہے جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں، ہم تو پہنچ گئے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صدقوا لقد وصلوا ولکن الی این الی النار وہ سچ کہتے ہیں بیشک پہنچے مگر کہاں پہنچے۔ جہنم کو۔ [4]

اولیاء کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے ان میں جو اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے سیاہ و سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں یہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب ہیں

[1] فتاویٰ رضویہ۔ [2] ایضاً۔ [3] بہار شریعت ۲/۱۔ [4] ایضاً ۸/۱

ان کو اختیارات و تصرفات حضور کی نیابت میں ملتے ہیں۔ علوم غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں، ان میں بہت کو ماکان و مایکون اور تمام لوح محفوظ پر اطلاع دیتے ہیں مگر یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ و عطا سے بے وساطت رسول کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ [1]

مگر ان تمام تصرفات و اختیارات کا ثبوت مانتے ہوئے بھی علماء اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے کہ۔

"کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔" [2]

سجدۂ تعظیمی

خواہ وہ پیر و بزرگ کے لئے ہو یا شہنشاہ وقت اور ارباب دولت و ثروت کے لئے۔ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

"سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین و کفر مبین اور سجدۂ تحیۃ حرام گناہ کبیرہ بالیقیں اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین کی ایک جماعت فقہائے سے کفر منقول اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول۔" [3]

آگے چل کر خوف خدا سے بے پرواہ اور دین سے غافل پیر اور جاہل عوام کی خبر لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

...... یہاں سے معلوم ہوا کہ جہال (جاہل عوام) اپنے سرکش پیروں کو سجدہ کرتے اور اسے پائیگاہ کہتے ہیں بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے پس اگر اسے اپنے پیر کے لئے جائز مانے تو وہ کافر ہے اور اگر اس کے پیر نے سجدہ کا حکم دیا ہے اور اسے پسند کرکے راضی ہوا تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہے [4]

[1] بہار شریعت ۸/۱۔ [2] کتب عامہ حضرات علماء اہلسنت۔ [3] زبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ ص ۶۔ [4] ایضاً ص ۵۶

قبر کو چومنے اور طواف کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

" بلا شبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسۂ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزاراتِ طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علمائے نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے [1]

مزارات پر حاضری کا مستحب طریقہ

مفتی الشاہ احمد رضا خاں سے فاتحہ پڑھنے کا مستحب طریقہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

" مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز با ادب سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا سَیِّدِی...... وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

پھر درودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار سورۂ اخلاص سات بار، پھر درودِ غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ۔ الٰہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا ــــ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر اسی طرح سلام کرکے واپس آئے مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز اور سجدہ حرام۔" [1]

۱ فتاویٰ رضویہ ۹/ ›› - ۲ فتاویٰ رضویہ ۴/۲۱۲ مطبوعہ پاکستان

مزارات پر عورتوں کی حاضری

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر عورتوں کو مزارات پر حاضری سے منع کیا ہے حتیٰ کہ اس سلسلہ میں آپ کا مستقل ایک رسالہ ہے جو "جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور" کے نام سے ہند و پاک سے متعدد بار ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔ اس رسالہ میں مضبوط دلائل سے آپ نے ثابت کیا ہے کہ مزارات پر عورتوں کی حاضری ناجائز و حرام ہے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضری کے۔ اسی رسالہ میں ایک جگہ آپ رقمطراز ہیں۔

" امام قاضی عیاض سے یہ پوچھا گیا کہ عورتوں کا مقابر میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے یہ پوچھو کہ اس عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے۔ جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں جب قبر پر پہنچتی ہے میت کی روح اس پر ملامت کرتی ہے جب واپس آتی ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ہوتی ہے۔" [1]

قوالی کی حقیقت

آج کل ڈھول تاشے سے جو قوالی ہوتی ہے اسے سننا اور اس محفل میں شریک ہونا شرعاً ناجائز و حرام ہے مجدد ملت امام احمد رضا قادری ایک شیخ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس جناب سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر (ڈھول تاشہ) سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کا اختلاف مجھ پر اثر نہیں ڈالتا۔ فرمایا ہاں پہنچا تو ضرور مگر کہاں تک؟ جہنم تک! [2]

۱ الف جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور ص۱۹ ب فتاویٰ افریقہ ص۲۰ - ۲ فتاویٰ افریقہ ص۱۳۸

صدر الشریعہ مفتی امجد علی صاحب فرماتے ہیں

"متصوفہ زمانہ کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے ہیں اور کبھی اچھلنے کودنے اور ناچنے لگتے ہیں اس قسم کا گانا بجانا ناجائز ہے ایسی محفل میں جانا اور وہاں بیٹھنا ناجائز ہے۔ مشائخ سے اس قسم کے گانے کا کوئی ثبوت نہیں جو مشائخ سے ثابت ہے وہ فقط یہ ہے کہ اگر کبھی کسی نے ان کے سامنے ایسا شعر پڑھ دیا جو ان کے حال و کیف کے موافق ہے تو ان پر کیفیت و رقت طاری ہوگئی اور بےخود ہو کر کھڑے ہوگئے اور اس حال و وارفتگی میں ان سے حرکات غیر اختیاریہ صادر ہوئے اس میں کوئی حرج نہیں ___ مشائخ و بزرگان دین کے احوال اور ان متصوفہ کے حال و قال میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہاں مزامیر کے ساتھ محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جن میں فساق و فجار کا اجتماع ہوتا ہے نا اہلوں کا مجمع ہوتا ہے۔ گانے والوں میں اکثر بے شرع ہوتے ہیں تالیاں بجاتے اور مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں اور خوب اچھلتے کودتے ناچتے تھرکتے ہیں اور اس کا نام حال رکھتے ہیں ان احوال کو صوفیاء کرام کے حال سے کیا نسبت۔ یہاں سب چیزیں اختیاری ہیں وہاں بے اختیاری تھیں۔" [1]

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

قوالی جو آجکل عام طور پر مروج ہے جس میں گندے مضامین کے اشعار گائے جاتے ہیں اور فاسق اور امردوں (بے داڑھی والے) کا اجتماع اور محض آواز پر رقص ہوتا ہے یہ واقعی حرام ہے لیکن اگر کسی جگہ تمام شرائط [2] سے قوالی ہو گانے والے اور سننے والے سب اہل ہوں تو اس کو

---

[1] بہار شریعت ۱۳۱/۱۶۔ [2] شامی جلد پنجم کتاب الکراہیت میں علامہ شامی نے قوالی کی چھ شرطیں بیان کی ہیں (۱) مجلس میں کوئی امرد بے داڑھی کا لڑکا نہ ہو (۲) ساری جماعت اہل کی ہو اس میں کوئی نا اہل نہ ہو (۳) قوال کی نیت خالص ہو اجرت لینے کی نہ ہو، (۴) لوگ بھی کھانے اور لذت لینے کی نیت سے جمع نہ ہوں (۵) بغیر غلبہ کے وجد میں کھڑے نہ ہوں (۶) اشعار خلافِ شرع نہ ہوں

حرام نہیں کہہ سکتے بڑے بڑے صوفیاء کرام نے خاص قوالی کو اہل کے لئے جائز فرمایا اور نا اہل کو حرام۔ [1]

شادی بیاہ کی مروجہ رسموں پر شرعی تنقید

مجدد ملت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"آتش بازی جس طرح سے شادیوں وغیرہ میں، شب برأت میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا حرام ہے کہ اس میں تضیع مال (مال کی بربادی) قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے اسی طرح سے یہ گانے باجے کہ ان بلاد (شہروں) میں معمول و رائج ہیں۔ بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں خصوصًا وہ ناپاک اور ملعون رسم کہ بہت سے خرانِ بے تمیز (نرے احمق اور بیوقوف لوگ) نے شیطانِ ہنود ملاعین یہود سے سیکھی ہے یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین و حاضرات کو لچھے دار گالیاں سنانا، سمدھیانہ کی عفیف اور پاکدامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرنا کرانا خصوصًا اس ملعون رسم کا مجمع زنان میں ہونا۔ ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا قہقہے اڑانا اپنی کنواری لڑکیوں کو سب کچھ سنانا بدلحاظیاں سکھانا بے حیا بے غیرت مردوں کا اس شہدہ پن کو جائز رکھنا، کبھی برائے نام لوگوں کو دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا مگر بند و بست قطعی نہ کرنا یہ وہ شنیع گندی مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں اس کے کرنے والے اس پر راضی ہونے والے اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر مرتکبِ کبائر مستحق غضب جبار و عذاب نار ہیں العیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ امین۔

---

[1] جاء الحق ص ۳۱۲

جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو سب مسلمانوں مردوں، عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً فوراً اٹھ جائیں اور اپنی جورو بیٹی، ماں، بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ زنہار اس معاملہ میں حقیقی بہن، بھائی بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت و مروّت روا نہ رکھیں ——
لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ [1] (خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں)

آخری چہار شنبہ کی شرعی حیثیت

ماہ صفر کا آخری بدھ آج بھی عوام بڑے اہتمام سے مناتے ہیں۔
امام احمد رضا محدث بریلوی سے جب اس کی شرعی حیثیت دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا۔

"آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی رسول سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفاتِ مبارکہ ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے اخرار بعا من الشھر یوم نحس مستمر اور مروی ہوا ابتدائی ابتلائے سیدنا ایوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسی دن تھی۔ اور اسے نحس سمجھکر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعت مال ہے۔ بہرحال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔" [2]

---

[1] ہادی الناس فی حکم الاعراس ص ۵-۶ ۔ [2] فتاویٰ افریقہ ص ۱۳۸

دعوتِ میّت کا شرعی حکم

میت کی فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جائے اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے اس تعلق سے بھی ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جو "دعوتِ میت" کے نام سے کئی جگہوں سے اشاعت پذیر ہو گیا ہے۔ خود امام احمد رضا کا معمول یہ تھا کہ جب آپ کسی اہلِ میت کے یہاں تعزیت کے لئے جاتے تو آپ وہاں پان وغیرہ تک استعمال نہ فرماتے تھے بلکہ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ ایسی جگہوں پر آپ اپنا حقہ تک ساتھ لے جاتے تھے اور "وصایا شریف" میں آپ کی وصیت موجود ہے کہ —— ہماری فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جائے۔ نیز آپ فرماتے ہیں۔

"یہ دعوتِ میت خود ناجائز و بدعت شنیع و قبیحہ ہے۔" [1]

آپ ہی کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ اگر میت کی فاتحہ میت کے ترکہ سے کی ہے تو خیال رہے کہ غائب وارث یا نابالغ کے حصہ سے فاتحہ نہ کی جائے۔ یعنی اولاً مال میت تقسیم ہو جاوے پھر کوئی بالغ وارث اپنے حصہ سے یہ امور خیر کرے ورنہ یہ کھانا کسی کو بھی جائز نہ ہوگا کہ بغیر مالک کی اجازت یا بچہ کا مال کھانا جائز نہیں۔ یہ ضرور خیال رہے۔ [2]

تعزیہ داری

امام احمد رضا سے تعزیہ داری کے بارے میں سوال کیا گیا اور آپ نے جو جواب دیا۔ سوال و جواب دونوں پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ بھی پڑھئے اور ان چیزوں کے بارے میں علمائے اہلسنت کے موقف کا اندازہ لگائیے۔

"کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا کیسا ہے اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا کیسا ہے اور بنانے والے تعظیم کرنے والے کا عندالشرع کیا حکم ہے۔ جو شخص تعزیہ کے ناجوازی کا قائل ہے اس کو کافر یا مرتد کہنا اور کافر سمجھکر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے

---

[1] احکام شریعت ص ۲۹۲ ۔ [2] جاء الحق ص ۲۵۶ ۔

اور تعزیہ میں غلو کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب! تعزیہ رائج ناجائز و بدعت ہے اور اس کا بنانا گناہ و معصیت اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا محض جہالت ہے اور اس کی تعظیم بدعت جہالت اور تعزیہ کو ناجائز کہے صرف اس بنا پر اسے کافر یا مرتد کہنا اشد عظیم گناہ کبیرہ ہے۔ کہنے والے کو تجدیدِ اسلام و نکاح چاہیئے یوں ہی اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا مردود و باطل ہے [1]

تعلیماتِ رضا کی ضیا پاشیوں سے قلب و جگر اور فکر و نظر کی تابندگی پوشیدہ نہ ہوگی، ایسے واضح اور نکھرے ہوئے اسلامی افکار کو ترویج دینے والے عبقری کی طرف سے سوء ظن کا شکار ہونا کسی دانشمند کے لئے زیبا نہیں

اختتامیہ

گذشتہ صفحات میں متعدد مشہور و معروف جدید و قدیم فرقوں کا اجمالی و سرسری جائزہ پیش کیا گیا جس سے تمام فرقوں کے بنیادی عقائد و نظریات پر روشنی پڑ چکی ہے۔ مذکورہ امور کے تناظر میں یہ اندازہ کوئی مشکل نہیں کہ کون سی جماعت اسلام کی صحیح ترجمان ہے؟ — ہاں اس مقام پر یہ بات خاص طور سے ذہن نشین کرنے کی ہے کہ صرف روزہ نماز کی ادائیگی یا چند ظاہری اعمال بجالانے کا نام اسلام نہیں بلکہ ان سبھوں سے اہم اور بنیادی چیز ہے ایمان و عقیدہ کی درستگی اس لئے یہاں قابل توجہ امر یہی ہے کہ آخر وہ کونسا ایسا فرقہ ہے جس کے بنیادی نظریات میں اعتقادی صحت و درستگی کا خیال چودہ سو سال پیشتر سے آج تک علیٰ حالہٖ قائم و دائم ہے —— میں اپنے علم، تجربہ اور تحقیق کی روشنی میں اس حقیقت کے اعتراف میں ذرہ برابر متردد نہیں کہ ان تمام جماعتوں میں صرف "اہلسنت و جماعت"

---

[1] الف: رسالہ تعزیہ داری ص ۲۳ ب: فتاوی رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۶۳

ہی ایک ایسی جماعت ہے جو تمام حدود و قیود شرعیہ کے ساتھ قوانین اسلام کی محافظ و پاسبان ہے، اس لئے کہ اس جماعت کے صحیح اور باخبر پیروکار اور مبلغ نہ تو خداوند قدوس کی شان ارفع و اعلیٰ میں اہانت کا شائبہ برداشت کرتے ہیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں ذرہ برابر گستاخی کا گمان پیدا ہونے دیتے ہیں، یہ لوگ نہ تو صحابہ کرام کے مقام رفیع میں اہانت کا دروازہ کھولتے ہیں اور نہ ہی اولیاء عظام کی طرف سے بدگمانی کی اجازت دیتے ہیں بلکہ خداوند قدوس نے جن نفوسِ قدسیہ کو عزت و عظمت شان و شوکت اور حسبِ مراتب جتنے بلند مقامات سے نوازا ہے ان کو انھیں مقامات پر رکھ کر کامل احتیاط اور ادب و احترام کا درس دیا کرتے ہیں۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں جنھیں نجات اخروی میں کلیدی حیثیت حاصل ہے اسی کیساتھ باریک ہیں اور انصاف پرست حضرات پر یہ بھی واضح ہوگیا کہ یہ باتیں کسی دوسری جماعت میں نہیں۔ اس لئے اب فیصلہ خود باشعور قارئین پر ہے کہ آیا انھیں جنت کی بہاریں منظور ہیں یا دنیاوی رشتہ داری، وقتی شان و شوکت اور فانی عزت و وقار؟

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الحق حقا وارنا الباطل باطلا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائما ابدا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	مصنفین، مؤلفین، مرتبین	کتب	مطبع یا ناشر
۱	احمد بن حنبل امام	مسند احمد شریف	دار الفکر، بیروت
۲	ابوداؤد سلیمان ابن الاشعث سجستانی امام	سنن ابوداؤد شریف	مطبوعہ مصر، دہلی نسخہ ثانی
۳	ابوعیسیٰ محمد الترمذی امام	ترمذی شریف	فخر المطابع دہلی
۴	ابوالفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی امام	الملل والنحل	
۵	احمد رضا خاں امام	العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ	رضا اکیڈمی ممبئی
۶	〃 〃 〃	النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید	〃 〃
۷	〃 〃 〃	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	اشاعت الاسلام دہلی
۸	〃 〃 〃	الدلائل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ	بائسی پورنیہ۔ بہار
۹	〃 〃 〃	فتاویٰ اہل السنّۃ	
۱۰	〃 〃 〃	اظہار الحق الجلی	
۱۱	〃 〃 〃	احکام شریعت	شرکت رضویہ لمٹیڈ بریلی
۱۲	〃 〃 〃	تمہید الایمان بآیات القرآن	مکتبۃ الحبیب الٰہ آباد
۱۳	〃 〃 〃	زبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ	مکتبہ سمنانی میرٹھ
۱۴	〃 〃 〃	جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور	المجمع الاسلامی محمد آباد، مئو
۱۵	〃 〃 〃	فتاویٰ افریقہ	فاروقیہ بک ڈپو، دہلی
۱۶	〃 〃 〃	ھادی الناس فی حکم الاعراس	المجمع الاسلامی محمد آباد، مئو
۱۷	امجد علی قادری صدر الشریعہ	بہارِ شریعت	قادری کتاب گھر بریلی
۱۸	احمد بن زینی دحلان مکّی علّامہ	خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام	
۱۹	احمد یار خاں علّامہ	جاء الحق	مکتبہ نعیمیہ دہلی

نمبر شمار	مصنفین، مؤلفین، مرتبین	کتب	مطبع یا ناشر
۲۰	احمد سعید کاظمی علّامہ	مقالاتِ کاظمی	مکتبہ جام نور، دہلی
۲۱	ابوزہرہ پروفیسر	حیاتِ امام اعظم ابوحنیفہ	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
۲۲	انور شاہ مولانا	فیض الباری شرح بخاری	مطبوعہ دیوبند
۲۳	ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی	الاصول من الکافی	مطبوعہ لکھنؤ
۲۴	〃 〃 〃	الفروع من الکافی	〃 〃
۲۵	ابوالحسن زید فاروقی مولانا	بزمِ خیر	مطبوعہ دہلی
۲۶	ایوب قادری پروفیسر	جنگِ آزادی	پاک اکیڈمی کراچی
۲۷	ابویوسف محمد شریف مولانا	فقہ الفقیہ	لاہور
۲۸	اشرف علی تھانوی مولانا	ارواحِ ثلاثہ	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۹	〃 〃 〃	حفظ الایمان	مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند
۳۰	〃 〃 〃	افاضاتِ یومیہ	ادارۂ تالیفات اشرفیہ ملتان
۳۱	اسماعیل دہلوی 〃	رسالہ یک روزی	
۳۲	〃 〃 〃	تقویۃ الایمان	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
۳۳	ابوالحسن علی ندوی 〃	ختمِ نبوت	
۳۴	〃 〃 〃	سیرت سید احمد شہید	مکتبۂ اسلام گوتن روڈ لکھنؤ
۳۵	〃 〃 〃	عصرِ حاضر میں دین کی تشریح و تفہیم	
۳۶	〃 〃 〃	قادیانیت	مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی
۳۷	ابوالاعلیٰ مودودی 〃	رسائل و مسائل	〃 〃 〃
۳۸	〃 〃 〃	تفہیمات	〃 〃 〃
۳۹	〃 〃 〃	تفہیم القرآن	〃 〃 〃
۴۰	〃 〃 〃	الجہاد فی الاسلام	〃 〃 〃
۴۱	احمد رضا بجنوری 〃	انوار الباری	ناشر العلوم بجنور

نمبر شمار	مصنفین، مؤلفین، مرتبین		کتب	مطبع یا ناشر
۴۲	احمد رضا بجنوری	مولانا	الاستاذ المودودی	استنبول، ترکی
۴۳	افتخار احمد	ڈاکٹر	مولوی نذیر احمد	
۴۴	بدر القادری	علامہ	اسلام اور عجمی مذہب	المجمع الاسلامی مبارکپور
۴۵	بشیر احمد	مولانا	اہل حدیث اور انگریز	ابو حنیفہ اکیڈمی، پاکستان
۴۶	بدیع الزماں	مولوی	جائزۃ الشعوذی ترجمہ جامع الترمذی	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی
۴۷	ثناء اللہ امرتسری	〃	شمع توحید	مکتبہ ثنائیہ سرگودھا، پاکستان
۴۸	جلال الدین امجدی	مفتی	فتاویٰ فیض الرسول	دار الاشاعت فیض الرسول، براؤں شریف
۴۹	جعفر تھانیسری	مولوی	کالا پانی	سنگ میل لاہور
۵۰	حشمت علی خاں	علامہ	الصوارم الہندیہ	مکتبہ جمال رامپور
۵۱	حسین احمد ٹانڈوی	مولوی	الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب	کتبخانہ عزیزیہ، دیوبند
۵۲	خلیل احمد انبیٹھوی	〃	براہین قاطعہ	کتبخانہ امدادیہ، دیوبند
۵۳	رشید احمد گنگوہی	〃	فتاویٰ رشیدیہ	کتبخانہ رحیمیہ، دہلی
۵۴	روح اللہ خمینی	〃	کشف الاسرار	
۵۵	رفیق دلاوری	〃	ائمہ تلبیس	
۵۶	سعید احمد کاظمی	علامہ	آئینۂ مودودیت	لاہور پاکستان
۵۷	〃	〃	مکالمہ کاظمی و مودودی	〃
۵۸	سلیمان احمد ندوی	مولوی	حیات شبلی	دار المصنفین اعظم گڈھ
۵۹	شریف الحق امجدی	مفتی	سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ	دائرۃ البرکات گھوسی، مئو
۶۰	شوکانی یمنی	علامہ	حاشیہ صاوی علی الجلالین	
۶۱	شبیر بہادر پنی	ڈاکٹر	افاضات مہر	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۶۲	صدیق خاں نواب	مولوی	الحطہ	اسلامی اکیڈمی، لاہور
۶۳	〃	〃	ترجمان وہابیہ	

نمبر شمار	مصنفین، مؤلفین، مرتبین		کتب	مطبع یا ناشر
۶۴	صدیق خاں نواب	مولوی	ابجد العلوم	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۶۵	ظفر الدین	ملک العلماء	حیات اعلیٰ حضرت	مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی
۶۶	عبد القادر	شیخ الاسلام	غنیۃ الطالبین	
۶۷	عبد العزیز	محدث مرادآبادی	فرقۂ ناجیہ	روضۃ المعارف ضیاء العلوم خیرآباد مئو
۶۸	عبد الحکیم شرف قادری	علامہ	اندھیرے سے اجالے تک	کرلا ممبئی
۶۹	عبد المصطفےٰ اعظمی	〃	معمولات الابرار بمعانی الآثار	اعظمی بک ڈپو گھوسی، مئو
۷۰	عبد اللہ محمدی	مولوی	اعتصام السنہ	کانپور
۷۱	عزیز الحسن غوری	〃	اشرف السوانح	مظفر نگر
۷۲	غلام احمد قادیانی		شہادۃ القرآن	پنجاب پریس سیالکوٹ
۷۳	〃	〃	خاتم النبین	
۷۴	〃	〃	فتح اسلام	
۷۵	〃	〃	توضیح مرام	
۷۶	〃	〃	تحفۃ الندوہ	
۷۷	〃	〃	حقیقت الوحی	
۷۸	〃	〃	انجام آتھم	
۷۹	〃	〃	براہین احمدیہ	
۸۰	〃	〃	نزول مسیح	
۸۱	〃	〃	ازالۂ اوہام	
۸۲	〃	〃	ستارۂ قیصر کتاب البریہ	
۸۳	〃	〃	تحفہ گولڑویہ	
۸۴	فضل حسین بہاری	مولوی	الحیاۃ بعد المماۃ	
۸۵	قمر النساء	ڈاکٹر	العلامہ فضل حق خیرآبادی	مکتبہ قادریہ لاہور

نمبر شمار	مصنفین، مؤلفین، مرتبین		کتب	مطبع یا ناشر
۸۶	قاسم نانوتوی	مولوی	تحذیر الناس	مکتبہ عزیزیہ، دیوبند
۸۷	قاسم علی قادیانی	میر	تبلیغ و رسالت	فاروق پریس قادیان
۸۸	کوثر نیازی	مفکر	امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت	قادری کتاب گھر، بریلی
۸۹	محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی	علامہ	مشکوٰۃ المصابیح	اصح المطابع، دہلی
۹۰	مشتاق احمد نظامی	علامہ	قہر آسمانی بر فتنۂ قادیانی	مکتبہ غریب نواز الٰہ آباد
۹۱	محمد عبد القیوم قادری	〃	تاریخ نجد و حجاز	رضوی کتاب گھر، بھیونڈی
۹۲	مسعود احمد مجددی	پروفیسر	فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں	المجمع الاسلامی مبارکپور
۹۳	〃 〃	〃	تنقیدات و تعاقبات	
۹۴	〃 〃	〃	رہبر و رہنما	افکارِ حق یائسی
۹۵	〃 〃	〃	محدث بریلوی	ادارۂ معارف نعمانیہ کراچی
۹۶	مرید احمد چشتی	مولوی	جہانِ رضا	مرکزی مجلس رضا، لاہور
۹۷	محمد مدنی میاں سید	علامہ	اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب	شیخ الاسلام اکیڈمی، بھاگلپور
۹۸	محمد اکرام شیخ	مؤرخ	موجِ کوثر	تاج کمپنی - دہلی
۹۹	محمد زکریا کاندھلوی	مولوی	اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف	
۱۰۰	محمد منظور نعمانی	〃	ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت	مکتبۃ الفرقان، لکھنؤ
۱۰۱	〃 〃	〃	ملفوظات مولانا الیاس	〃 〃
۱۰۲	〃 〃	〃	سوانح مولانا یوسف	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۰۳	مسعود عالم ندوی	〃	شیخ محمد بن عبد الوہاب اور انکی دعوت	لکھنؤ
۱۰۴	〃 〃	〃	ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک	مرکزی مکتبۂ اسلامی، دہلی
۱۰۵	محمد منظور نعمانی	〃	جماعتِ اسلامی سے مجلسِ مشاورت تک	
۱۰۶	مطیع الحق	〃	عقائد نجدیہ وہابیہ اور علماء کرام دیوبند	مکتبہ ضیاء العلوم، دیوبند
۱۰۷	محمد اسماعیل شیخ پانی پتی	〃	مقالاتِ سرسید	مجلس ترقی ادب - لاہور

نمبر شمار	مصنفین، مؤلفین، مرتبین		کتب	مطبع یا ناشر
۱۰۸	محمد شفیع	مولوی	مجالس حکیم الامت	
۱۰۹	مہدی حسن	〃	قطع الوتین	
۱۱۰	مشہود الحق	〃	صیانۃ الایمان	مراد آباد
۱۱۱	محمد معین	〃	دراسات اللبیب	لاہور
۱۱۲	مظہر حسین	قاضی	مودودی مذہب	
۱۱۳	معراج الدین عمر	قادیانی	مرزا غلام احمد قادیانی کے مختصر حالات	
۱۱۴	محمود حسن گنگوہی	مولوی	چشمۂ آفتاب	
۱۱۵	محمد ذکی	〃	مکالمۃ الصدرین	دار الاشاعت دیوبند
۱۱۶	محمد حسین بٹالوی	〃	الاقتصاد فی مسائل الجہاد	وکٹوریہ پریس کلکتہ
۱۱۷	محمد سلیمان	قاضی	خطباتِ سلیمان	کمپنی سوہدرہ گوجرانوالہ
۱۱۸	محی الدین	مولوی	الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین -	لاہور
۱۱۹	نعیم الدین	صدر الافاضل	خزائن العرفان	اشاعت الاسلام، دہلی
۱۲۰	〃 〃	〃	کتاب العقائد	مکتبۂ نعیمیہ، دہلی
۱۲۱	نجم الغنی	مؤرخ	مذاہب الاسلام	ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
۱۲۲	نذیر حسین دہلوی	مولوی	دلیلِ محکم	دہلی
۱۲۳	نجم الدین اصلاحی	〃	مکتوباتِ شیخ الاسلام	
۱۲۴	نقی النقوی	〃	متعہ اور اسلام	
۱۲۵	نور محمد چندینی	〃	اصولِ دعوت و تبلیغ	
۱۲۶	ولی اللہ شاہ	محدث دہلوی	حجۃ اللہ البالغہ	
۱۲۷	〃 〃	〃	عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید	
۱۲۸	〃 〃	〃	جلد التہدید علیٰ ظہر عدم التقلید	
۱۲۹	یوسف کاندھلوی	مولوی	تنقید اور حق تنقید	کتبخانہ اشاعت العلوم سہارنپور

متفرقات

(۱۳۰) ارشادیہ شرح اعتقادیہ (۱۳۱) البشریٰ (۱۳۲) پیغام حق
(۱۳۳) الخطط للمقریزی (۱۳۴) خمینی ازم (۱۳۵) دو مسئلے۔ مطبوعہ دارالعلوم دیوبند
(۱۳۶) رجال کشی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۷ھ (۱۳۷) جماعتِ اسلامی ایک تعارف۔ مطبوعہ مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی
(۱۳۸) خطبۂ الہامیہ (۱۳۹) رد تقلید بکتاب المجید (۱۴۰) السیادۃ العربیہ
(۱۴۱) شیعہ مذہب کے چالیس بنیادی عقیدے (۱۴۲) فرقہ بندی کا شرعی آپریشن
(۱۴۳) مجالس المومنین (۱۴۴) الموعسۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب المعاصرۃ
(۱۴۵) محاضرۃ الشیخ بن باز (۱۴۶) مکتوبات احمدیہ (۱۴۷) محاسبۂ قادیان
(۱۴۸) المتنبی القادیانی۔ مطبوعہ مکتبہ استنبول ترکی (۱۴۹) نجد سے قادیان براستہ دیوبند
(۱۵۰) ہمفرے کے اعترافات۔ مطبوعہ رضوی کتاب گھر، دہلی

اخبارات و رسائل

نمبر شمار	نام	مقام اشاعت	ایڈیٹر
۱	ماہنامہ اشرفیہ	مبارکپور اعظم گڈھ	مبارک حسین مصباحی
۲	المیزان	بمبئی	سید حامد میاں جیلانی
۳	سنّی آواز	ناگپور	سید محمد حسینی
۴	ترجمانِ اہلسنّت	کراچی	
۵	تعمیرِ حیات	لکھنؤ	شمس الحق ندوی
۶	اشاعۃ السنہ		محمد حسین بٹالوی
۷	اخبارِ اہلحدیث	دہلی	عبدالشکور
۸	ماہنامہ حیاتِ نو	اعظم گڈھ	عبدالباری اثری

نمبر شمار	نام	مقام اشاعت	ایڈیٹر
۹	ترجمان القرآن	لاہور	خورشید احمد
۱۰	ماہنامہ فاران	لاہور	ماہر القادری
۱۱	روزنامہ جنگ	کراچی	
۱۲	ہفت روزہ رضاکار	لاہور	
۱۳	روزنامہ نوائے وقت	لاہور	
۱۴	جسارت	کراچی	

دینی اور عصری علوم کا حسین سنگم

دارالعلوم غریب نواز بیکانیر (راج)

- علم وفن اور بہترین تعلیم و تربیت کا قابل رشک مرکز!
- نونہالانِ اسلام کے روشن مستقبل کا ضامن!
- حق وصداقت کا علمبردار اور ایمان وعقیدت کا پاسبان!
- اندھیری رات کے مسافروں کے لیے مشعلِ راہ!

دارالعلوم غریب نواز ایک خالص قومی ادارہ ہے جسکی بنیاد مسلمانانِ بیکانیر کے پاکیزہ جذبات اور مخلصانہ خواہشات پر رکھی گئی ہے لہٰذا اسے پروان چڑھانا اور سینچنا سنوارنا تمام جیالے مسلمانوں کا دینی واخلاقی فریضہ ہے ـــــ آپ اپنے اور اپنے مرحومین رشتہ داروں کے صدقۂ جاریہ کیلئے دارالعلوم کی تعلیمی وتعمیری سرگرمیوں میں حصہ لیکر ثوابِ دارین کے مستحق بنیں۔ اور دارالعلوم میں اپنے بچوں کا داخلہ کرواکر انکی اچھی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کا حق ادا کریں۔

ہر کارِ خیر میں دارالعلوم غریب نواز بیکانیر آپکی خدمت میں حاضر ہے

پروردگارِ عالم اس ادارہ کے معاونین اور بہی خواہوں کی صحت وتندرستی، مال ودولت اور عزت وآبرو میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ نیز دونوں جہان میں کامیابی وکامرانی اور بھلائی وسرخروئی نصیب کرے۔ آمین۔

فقط دعاگو

عبدالمالک مصباحی (ایم۔ اے۔ میسور)

ناظم اعلیٰ دارالعلوم غریب نواز سبھاش پورہ

بیکانیر (راجستھان)

سیرت کمیٹی کمھاری، تعارف اور خدمات

صوبہ راجستھان کے مشہور شہر ناگور شریف سے مغرب کی جانب تقریباً ۱۱ کلومیٹر کے فاصلے پر کمھاری ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، جہاں کے باشندے اللہ کے فضل وکرم سے صاحب ثروت اور دیندار ہیں۔ مذہبیت کا عنصر گاؤں کے درو دیوار اور کوچہ وبازار سے واضح ہے، یہاں کے چند متحرک وفعال نوجوانوں نے گاؤں کی فلاح و بہبود اور لوگوں کی مذہبی بیداری کو شعلہ بداماں رکھنے کے لئے آج سے تقریباً سات سال پہلے "سیرت کمیٹی" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جو تادم تحریر اپنی گرانمایہ خدمات کی بنیاد پر لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن چکی ہے۔

تنظیم کے سکریٹری مسیحائے قوم **مولانا الحاج سکندر علی اشرفی صاحب** بڑے ہی جانباز اور مخلص انسان ہیں۔ ان کی شب وروز کی جد وجہد، فکری بلندی اور قومی ہمدردی اس تنظیم کو روز بروز شاہراہ ترقی پر گامزن کرتی جارہی ہے۔ اس مختصری مدت میں تنظیم کے لائق تحسین کارناموں کی ایک جھلک مندرجہ ذیل ہے۔

① اتحاد لائبریری۔ ② دار المطالعہ اشفاقیہ

گاؤں کے بڑے بزرگ اور نوجوانوں کو دینی معلومات اور عصری احوال وکوائف سے باخبر رکھنے کیلئے دونوں لائبریریوں میں مذہبی کتابوں کے علاوہ اخبار اور ماہنامے بھی منگوائے جاتے ہیں۔ جنھیں لوگ بڑے ذوق وشوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔

③ انعقاد محافل

مخصوص اور قابل قدر راتوں میں عبادات اور مجالس خیر کا شایان شان اہتمام کرنا۔

④ دار الحفظ اشفاقیہ حسن شہید کمھاری

یہ ادارہ تقریباً ۱۹۹۸ء میں قائم ہوا۔ اس تنظیم کا یہ ایک بہت ہی مستحکم اور قابل قدر شعبہ ہے جس میں باصلاحیت حافظ وقاری کی نگرانی میں گاؤں کے نونہالوں کو حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال کیا جارہا ہے۔

فی الحال ادارہ کی کوئی مستقل عمارت نہیں ہے اس وجہ سے گاؤں کی "جامع مسجد" میں ہی درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے۔

گذشتہ دو سالوں میں دار الحفظ سے آٹھ طلبہ حافظ قرآن بنکر رمضان المبارک میں محراب کی زینت بن چکے ہیں۔ مزید تین طلبہ امسال تکمیل کے مراحل سے گذر رہے ہیں۔ طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اراکین کی حسن کارکردگی ادارہ کی مستقل عمارت کی متقاضی ہے۔ پروردگار عالم اراکین ومعاونین کے حوصلوں میں توانائی اور غیب سے امداد واسباب پیدا فرمائے۔ آمین ثم آمین